سوانح حیات

مولوی غلام رسول صاحب

سوانح حیات

عالم باعمل واعظ بے بدل حاجی حرمین شریفین مقبول دارین
جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول مولوی غلام رسول صاحب
مرحوم ومغفور ساکنہ قلعہ میہاں سنگھ

مصنفہ ومؤلفہ
مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم خلف اکبر مولوی صاحب مرحوم

حسب فرمائش
عبدالوکیل برادران قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ

۱۳۴۸ ہجری مطابق سنہ ۱۹۳۰ء

مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور

بار اوّل　تعداد ۱۰۰۰　قیمت عہ

Marfat.com

مجموعہ نماز بامعنی پنجابی

حضرت مولویصاحب مرحوم

اس مجموعہ میں

نماز بامعنی۔ نماز جنازہ بامعنی۔ خطبہ نکاح بامعنی۔ طریقہ نکاح۔ صفت ایمان بامعنی۔ شش کلمہ بامعنی رسالہ مذمت بینمازاں۔ ادعیہ مسنونہ بامعنی فتوے جمعہ و احتیاطی

شامل ہیں۔ ترجمہ پنجابی زبان میں ہے۔ یہ مجموعہ پہلے بعض تاجروں نے طبع کرایا تھا۔ لیکن اب نایاب ہے۔ اسی مجموعہ میں بعض دعاؤں کے ترجمے اور فتوے فرضیت جمعہ و ردِ احتیاطی جو مولوی صاحب مرحوم نے کتب فقہ و حدیث سے مدلل لکھا ہے۔ شامل کیا گیا ہے۔ تاکہ طالبانِ حق فائدہ اُٹھائیں *

موٹا خط۔ سائز $\frac{30 \times 20}{16}$ ہدیہ ۸؍ علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ

عبدالوکیل و برادران۔ قلعہ میہاں سنگھ۔ ضلع گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین۔ والعاقبۃ للمتقین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم!

اما بعد۔ بخدمت جمیع برادران اسلام بعد ہدیہ مسنونہ عرض۔ قبل ازیں کہ آپ حضرات کے سامنے حضرت مولانا صاحب مرحوم کے سوانح حیات پیش کئے جاویں۔ یہ ضروری ہے۔ کہ اس کی تالیف اور اشاعت کی غرض و غایت عرض کر دی جاوے

والد صاحب مرحوم نے آپ کے سوانح بڑی محنت اور کوشش سے فراہم فرمائے۔ مگر ان کو خود اشاعت کا موقع رب العزت نے نہیں دیا۔ اور رسولی عمر پوری ہونے کے بعد (یعنی پورے ۶۳ سال کی عمر پوری ہونے پر) اپنے ہاں بلا لیا۔ انا للہ الخ

جب آپ یہ کتاب لکھ رہے تھے۔ میں نے سوال کیا۔ کہ آپ کا اتنا وقت اس کام میں صرف کرنے سے کیا منشا ہے۔ اور کس غرض سے اتنی محنت کر رہے ہیں۔ جو کچھ آپ نے مجھے فرمایا۔ وہی قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ فرمایا "میرا منشا یہ نہیں۔ کہ مولوی صاحب مرحوم کی ذات اور کرامات وغیرہ سے خلق خدا کو تعارف کراؤں۔ اور مجھے کچھ حاصل ہو۔ اور نہ ہی مجھے اپنا تعارف خلق اللہ سے کرانا مقصود ہے۔ کیونکہ مجھیں اکثر لوگ جانتے ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے۔ کہ جب میں مسلمانوں کی حالتِ دینی کی طرف خیال کرتا ہوں۔ تو

میرا دل بہت کڑھتا ہے - ہر طرف ظلمت کی گھٹائیں چھائی ہوئی دکھائی دیتی ہیں - جو جہالت و عدم علم وعمل - جاہل فقیروں اور پیروں کی مجلس - علماء سوء کی بدعملی اور بددیانتی - حرام و حلال کی عدم تمیز اور بدعمل علماء کے دنیاوی لالچ کے لئے تکفیر المسلمین کی بدولت اپنا تنور شکم کا ایندھن فراہم کرنے کی وجہ سے ظاہر ہو رہی ہیں - اس روش سے عام مسلمان غلط راہ پر چل کر اصل اسلام کو بھول رہے ہیں - مولوی صاحب کی ہستی ایک ایسی ہستی ہے - جس کو بلا قید ہر مذہب وملت کے لوگ بنظر استحسان دیکھتے ہیں - کہ اُنہوں نے اسوۂ حسنہ پر چلکر اور صحیح طریق عمل پر کاربند ہو کر بارگاہ ایزدی میں وہ قرب حاصل کیا - کہ جس کا ایک زمانہ اب تک شاہد ہے +

(۱) آپ نے کبھی بھی کسی خوف یا لالچ کی وجہ سے مسئلہ غلط بتانے کی کوشش نہیں کی

(۲) آپ نے دنیاوی لالچ کی وجہ سے کبھی وعظ نہیں کیا

(۳) نہ ہی کبھی آپ نے موجودہ زمانہ کے نام نہاد صوفیا کی طرح دھوکہ کر کے کرامت دکھائی +

(۴) نہ ہی کبھی کسی کلمہ گو کو کافر بنایا - بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ نے اپنے خون اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خویش واقارب بلکہ اپنا دانت مبارک لوگوں کو مسلمان بنانے کے لئے قربان کئے - ہم کو بھی لازم ہے - کہ فلا تکفر ہ بذنب پر عمل کریں - یعنی کسی معمولی گناہ یا لغزش کے سرزد ہونے سے جھٹ پٹ کافر نہ کہ دیا کریں +

(۵) تفریق بین المسلمین کو آپ ہمیشہ ایک بڑا جرم سمجھتے

رہے۔ ان سب باتوں کا علم آپ کے سوانح حیات کے پڑھنے سے ہو جائیگا +

(۶) آپ ہمیشہ بحث مباحثہ سے متنفر رہے۔ ہاں خلاف شرع کام ہوتا دیکھ کر آپ سے نہ رہا جاتا تھا۔ مگر اس حالت میں بھی آپ کسی سے سخت کلامی سے پیش نہ آتے۔ بلکہ اس طرز سے سمجھاتے۔ کہ وہ ترک گناہ پر مجبور ہو جاتا +

(۷) بزرگوں کے حق میں گستاخانہ کلمات کہنے والوں کو آپ برا سمجھتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے۔ کہ ایسے شخص پر رجعت پڑ جاتی ہے" +

آپ نے فرمایا۔ کہ "میرا مقصد یہ ہے۔ کہ ایک ہردلعزیز اور مسلّم ترین ہستی کے سوانح نمونتہً عام لوگوں کے سامنے پیش کروں۔ ممکن ہے کہ موجودہ روش روبہ اصلاح ہو جاوے +

(۲) عام لوگوں میں ایک غلط خیال بیٹھ گیا ہوا ہے۔ اور جہلا کو اکثر کہتے سنا ہے۔ کہ "فقر اور علم دینی دو الگ الگ چیزیں ہیں (یعنی فقیر عالم نہیں ہو سکتا اور عالم فقیر نہیں ہو سکتا) میاں ان دونوں جماعتوں میں ہمیشہ سے اختلاف ہی چلا آیا ہے" والد صاحب مرحوم سے ایک متبحر عالم ہونے کے علاوہ اعلےٰ درجہ کی اسلامی ضیاباریاں آپ کی زبان اور عمل سے ظہور میں آئیں۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد آپ کو ایک برگزیدہ درگاہ ربّ العزت مانتی ہے +

بھلا جو شخص خداوند تعالےٰ کے بتائے ہوئے رستے

پر چلنے کی واقفیت ہی نہیں رکھتا - اور رستے کی دشواریاں ہی نہیں جانتا وہ منزل پر کس طرح پہنچ سکتا ہے - اگر کوئی شخص دعوےٰ کرے - کہ وہ رسولؐ سے بڑھ کر علم معرفت میں واقفیت رکھتا ہے - تو سراسر غلط ہے - اور گمراہی کیطرف جا رہا ہے - حضورؐ کا طریق عمل کتاب اللہ اور کتب احادیث میں مروی ہے - اور خداوند تعالیٰ تک پہنچنے کا یہی صحیح راستہ ہے - یہ کتاب تالیف کرنے سے ایک یہ منشا بھی ہے - کہ یہ غلط اور گمراہ کُن خیال لوگوں کے دلوں سے نکل جاوے اور شریعت حقّہ کو اپنا مشعل راہ سمجھکر صراط مستقیم (جس کو صوفیا کی اصطلاح میں طریقت شریعت بھی کہتے ہیں) پر چل کر منزل مقصود پر پہنچیں (اور اس منزل پر پہنچنے کو معرفت یا حقیقت کہتے ہیں) ٭

(۳) اس تالیف سے یہ مقصد بھی ہے کہ شرعی اور غیر شرعی صوفیا میں تمیز ہو سکے - کیونکہ غیر شرع صوفی کا اتباع انسان کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتا ہے - حالانکہ استدراج ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے - بھنگ و چرس پینے والے - زناکار - شراب خور اور نامحرم عورتوں سے بدنی خدمت لینے والے اپنی توصیف میں ایسے قصائد تصنیف کرانے والے کہ جن میں ان کا رتبہ انبیاء علیہم السلام سے بڑھا کر دکھایا گیا ہو اور خداوند کریم کے برابر بلکہ اللہ تعالےٰ سے بھی زیادہ رتبہ دیا گیا ہو - اپنے ناموافق عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کو اپنی خاص مجلسوں میں خوب کوسنے والے اور علانیہ مسلمانوں کو کافر بنانے والے اکثر صوفی بنے پھرتے ہیں - جہلا کو

اپنے دام تزویر میں پھانس کر دین اور دُنیا دونوں میں رسوا کر رہے ہیں۔ ایسے نام نہاد صوفیوں سے عوام بچ سکیں۔ اور سچّے اور جھوٹے فقیروں میں تمیز کر سکیں۔ اور معلوم کر سکیں۔ کہ اللہ والے لوگ کون ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کس طرح گزرتی ہے۔ ان کا ہر قول و فعل شریعت کے مطابق ہوتا ہے۔ ذرا ذرا سی لغزش پر (جو کہ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے) کفر کی مشین کو استعمال نہیں کرتے۔ عامل باعمل۔ حلیم اور بُردبار ہوتے ہیں۔ دُنیاوی لالچ شرعی امور میں ان کے پائے استقلال کو متزلزل نہیں کر سکتا۔ حسد اور عناد۔ کینہ اور بغض سے دُور رہتے ہیں۔ ان کی محبت ہر ایک سے محض اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے۔ اور اگر کسی سے بغض ہو۔ تو محض اللہ ہی کے لئے ہوتا ہے۔ دنیاوی امور کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ من احبّ للّٰہِ و ابغض للّٰہِ واعطی للّٰہ ومنع للّٰہ فقد استکمل الایمان۔ سخی اور بامروت ہوتے ہیں حرام اور حلال میں تمیز کرتے ہیں۔ شر اور فساد کو دور کرنے میں کوشاں ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ +

(۴) بزرگوں کا ذکر خیر کرنا کفارۂ گناہ ہوتا ہے۔ شاید میرا یہی عمل باعثِ نجات ہو جاوے۔ اور لوگوں کے لئے بھی باعث ہدایت ہو۔ گو مولوی صاحب کو فوت ہوئے پچاس سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اور اس وقت ہم میں موجود نہیں۔ مگر ان کا ذکرِ خیر اسی طرح کیا جاتا ہے۔ کہ جیسے ہم میں موجود ہیں۔ ان کے طرزِ عمل کی ابھی تک سند لی جاتی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں وہی عزت۔ وہی عظمت

اور وہی رعب مولوی صاحب کا موجود ہے - قرآن کریم میں وارد ہے من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ فلنحیینہٗ حیوٰۃ طیبۃ میں اسی طرف اشارہ ہے - جب مولوی صاحب کے حالاتِ زندگی عوام کے سامنے پیش ہونگے تو یقین ہے کہ ایک نہایت اہم تبلیغی کام سرانجام ہوگا - اور بہت سے لوگ راہ راست پر آجائینگے +

(۵) عوام مطالعہ کرنے کے بعد صالحین کے نقش قدم پر چل کر اپنی دینی اور دنیاوی اصلاح کریں - اخلاق حسنہ پیدا کر لے - اور علم و ادب کے تحصیل شوق کے ساتھ ساتھ خدا پرستی - صلہ رحمی - اتقیٰ اور پرہیزگاری کا پاک جذبہ اپنے وجودوں میں پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں +

اگر ایسا ہی ہوا - اور میری مراد بر آئی - تو میں سمجھونگا کہ میری محنت ٹھکانے لگی - اور میں نے اسلام کی ایک اہم خدمت کی - ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم +

میں اپنے والد صاحب مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم (مؤلف کتاب ہذا) کی خدمت میں سفر و حضر میں رہا - آپ نے مقلد اور غیر مقلد کا کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کیا - اور نہ ہی کسی کو کافر کہا - ہاں اگر کوئی شخص ان سے مسئلہ دریافت کرتا اور سمجھنا چاہتا - تو آپ بڑی خوشی سے اس کو سمجھاتے اور اس کی پوری تسلی کرتے - حالانکہ ان کو بوجہ لکنت بولنے میں دقت ہوتی تھی - مگر قرات کلام پاک میں آپ کو کبھی لکنت نہ ہوتی تھی - مقلد اور غیر مقلد آپ کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے - آپ کا وہی مسلک تھا - جو مولوی صاحب

مرحوم کا تھا۔ تمام عمر نماز تہجد قضا نہیں کی۔ ادائیگی نماز میں
پابندی اوقات کا خاص خیال رہتا تھا۔ مولویصاحب نے
جو اخلاق اور مروت کا بیج بویا تھا۔ وہ تمام زندگی پھل لاتا رہا
آپ کا کلام اور وعظ پُرتاثیر ہوتا تھا۔ آپ نے بھی ۶۳ سال
عمر پوری کر کے مولوی صاحب مرحوم کے پہلو میں جگہ لی۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ راجعون

عبد المالک نبیرہ مولوی غلام رسول صاحب مرحوم
قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ

تمہید

والد صاحب کا کلام اور بعض کلمات خیر جو میرے سامنے
بیان ہوئے۔ اور جو آپ نے میرے لئے نماز کے بعد وظائف
مقرر کئے تھے۔ وہ مجھے یاد ہیں۔ اور انشا اللہ تعالے کلھم
جو مجھے اس پاک زمانہ میں سکھایا گیا تھا۔ اور جو جو آپ نے
مجھے سمجھایا۔ اور پڑھنے کے لئے فرمایا۔ اور جس طرح مجھ کو
کھانے۔ پینے۔ سونے۔ چلنے۔ صبر اور استقامت کے
بارے میں تلقین کی بیان کرونگا۔ انشا اللہ العزیز اپنی طرف
سے زیادتی نہ کرونگا۔ وقتِ حال میں ان کے حاشیہ نشینان
موجود ہیں۔ ان سے چشمدید حالات دریافت کر کے قلمبند کرونگا
والد صاحب کے حالات قلمبند کرنے سے پہلے کرامت
اور استدراج میں فرق کر دینا بہتر سمجھتا ہوں۔ تاکہ کم علم
اصحاب بھی سمجھ سکیں۔ اور کرامت اور استدراج میں تمیز کر سکیں
یاد رہے۔ کہ کرامات اولیاء اللہ سے ایسے ہی صادر ہوتے
ہیں۔ جیسے رسولوں سے معجزات یعنی کرامت اس چیز کا نام
ہے۔ جو نبی کے معجزہ کے مشابہ ہو یا بعینہ ویسا ہو۔ استدراج
بھی کرامت کا ایک نمونہ ہے۔ جس طرح کرامت ولی اللہ سے
ظاہر ہوتی ہے۔ ویسے ہی استدراج سادھو یا جوگی سے
صادر ہوتا ہے۔ کرامت صرف نبیوں کے متبعین سے صادر
ہوتی ہے۔ اور استدراج غیر متبعین سے۔ اور جو ان میں
فرق ہے۔ وہ اہل علم ہی سمجھتے ہیں۔ دوسرے لوگ بغیر
مشاہدہ کے فرق معلوم نہیں کر سکتے۔ اگر ولی اللہ اور کسی

سادھو جوگی کا مقابلہ شروع ہو جاوے۔ تو دین حق کا غلبہ ہوتا ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا ساحروں سے مقابلہ ہوا۔ یا حضرت محمدؐ کی امت سے کئی نیک لوگوں کا غیر مذہب والوں سے مقابلہ ہوا۔ خداوند کریم نے دین حق کو ہی غلبہ دیا استدراج اور کرامت کا فرق سمجھانے کے لئے ذیل میں ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے:۔

علی ہجویریؒ صاحب المعروف گنج بخش صاحب کو جن کا مزار لاہور میں ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان کو لاہور میں مقیم ہونے کا حکم ہوا۔ آپ لاہور تشریف لے آئے اور جہاں آپ کا مزار ہے مقیم ہو گئے۔ کیونکہ آپ کو یہی جگہ بذریعہ کشف دکھائی گئی تھی۔ آپ کے قرب و جوار میں ایک جوگی رہتا تھا۔ جو استدراج کی بدولت بہت مشہور تھا۔ اور بہت سے لوگ اس کو مقتدا سمجھتے تھے۔ پنجشنبہ کے روز شہر اور دور دور کے گاؤں سے اس جوگی کے پاس دودھ آیا کرتا تھا۔ جو شخص اس روز جوگی کے پاس دودھ نہ لاتا تھا۔ یا اس کی نیت دودھ نہ لانے کی ہو جاتی تھی۔ اس کی گائے یا بھینس کے پستانوں میں بجائے دودھ کے خون آجاتا تھا بہت سے لوگ اس جوگی کے سبب سے شرک میں گرفتار تھے۔ اللہ تعالےٰ نے علی ہجویری صاحب کو اس فتنہ و فساد کو رفع کرنے کے لئے بھیجدیا۔ انہوں نے بھی اس کے راستہ میں جھونپڑی ڈال لی۔

ایک روز ایک بڑھیا دودھ لے کر جوگی مذکور کے پاس جا رہی تھی۔ راستہ میں دم لینے کے لئے علی ہجویری صاحب

کے پاس بیٹھ گئی - آپ نے پوچھا - "مائی جی - کہاں سے آئی ہو اور کہاں جانا ہے" بڑھیا نے اپنا مفصل حال ذکر کیا - آپ نے فرمایا - کہ ابھی کچھ رستہ باقی ہے - آپ کو وہاں پہنچنے میں تکلیف ہوگی - یہ دودھ مجھ کو دیدو - بڑھیا بولی - میں نے تو دینا ہی ہے - تمہیں دے تو دوں - مگر خطرہ یہ ہے - کہ دودھ دینے والی نہ مرجائے - کیونکہ ایسے واقعات کئی لوگوں سے گذر چکے ہیں - آپ نے فرمایا - خدا پر بھروسہ کرو - اور دودھ مجھ کو دے جاؤ - اللہ تعالیٰ دودھ دینے والی کا دودھ دوگنا کردیگا - آپ کا فرمان بڑھیا کے دل پر اثر کر گیا - اور آپکو دودھ دے کر واپس چلی گئی - خدا کے فضل سے اس کی گائے نے علی ہجویری صاحب کے فرمان کے مطابق دوسرے روز دوگنا دودھ اور گھی دیا - اس بڑھیا نے اپنے گاؤں کے لوگوں کو جو جوگی کے پاس جایا کرتے تھے - اپنا واقع سنایا - اس کا اثر یہ ہوا - کہ آئندہ جمعرات کو اس گاؤں کی تمام عورتیں سارا دودھ علی ہجویری صاحب کی نذر کر گئیں - رفتہ رفتہ گردو نواح میں یہ خبر مشہور ہو گئی - تھوڑے ہی عرصہ میں جوگی کی طرف لوگوں کی آمدورفت کم ہو گئی - اور آپ کی طرف زیادہ - قال اللہ تعالےٰ! وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا - الحق یعلو ولا یعلیٰ - جوگی نے اپنے چیلوں سے تنزل کا سبب دریافت کیا - انہوں نے علی ہجویری صاحب مرحوم کا نام لیا اور ساتھ ہی کچھ بُرے الفاظ بھی کہے - جوگی سنتے ہی آگ

Marfat.com

بگولہ ہوگیا۔ ان کے میلہ کا دن قریب تھا۔ جب میلہ کا
دن آیا۔ تو جوگی علی ہجویری صاحب کے مقابلہ کے لئے
آیا۔ اور کہا۔ کہ "آپ کچھ دیکھیں یا دکھائیں"۔ آپ نے
فرمایا "میں مداری نہیں ہوں"۔ جوگی نے کہا "پہلے آپ
اُڑیں یا میں اُڑتا ہوں"۔ آپ نے فرمایا۔ اُڑنا مکھیوں کا
کام ہے۔ جوگی غصّہ میں آیا۔ اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر
اُڑ گیا۔ جب نظر سے غائب ہونے کے قریب ہوا۔ تو
آپ نے ایک ٹوٹی ہوئی جوتی پکڑی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
بقدرۃ اللہ تعالےٰ وانا علی ملت رسول اللہؐ پڑھا۔ اور کہا۔
"جا۔ اور اس شیطان رجیم کو میرے پاس لے آ"۔ جوتی اللہ
کے حکم سے اوپر کی طرف اُڑی۔ اور جوگی مرجوم کے سر پر
پڑنی شروع ہو گئی۔ جوگی کو واپس زمین پر لے آئی۔ ہزارہا
لوگ دیکھ رہے تھے۔ جوگی بمع اپنے چیلوں کے اور اور ہزارہا
لوگ بھی مشرف باسلام ہوئے +

یہ قصہ بطور تمثیل لکھا گیا ہے۔ تاکہ پڑھنے والوں کو کرامت
اور استدراج کا فرق معلوم ہو جائے۔ اب انشا اللہ العزیز
بالترتیب مولوی صاحب کا سن ولادت۔ حالت طفولیت
تعلیم و تدریس اور اسباب حصول مراتب۔ زہد۔ کشف۔ کرامات
معاملات۔ وعظ اور تلقین۔ ملاقات درویشاں اور تقویٰ
وغیرہ وغیرہ بیان کرونگا +

Marfat.com

باب اوّل

نسب نامہ

قبل ازیں کہ والد صاحب کے حالاتِ زندگی لکھنے شروع کروں - یہ بہتر خیال کرتا ہوں - کہ آپ صاحبان کی آگاہی کے لئے اپنا نسب نامہ تحریر کر دوں - خاکسار کا نسب نامہ حسب ذیل ہے :-

عبد القادر بن الفاضل الکامل العالم المحدث الفقیہ المفسر الجامع المعقول و المنقول حامی دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زبدہ اہل اللہ مولوی عبد اللہ المعروف بہ مولوی غلام رسول[۱] صاحب بن فاضل اہل اللہ مولوی رحیم بخش صاحب بن فاضل

۱؎ بعض حضرات عوام کے پاس جاکر دھوکہ دے کر مولوی صاحب کی اولاد بنتے ہیں - کوئی آپ کا لڑکا بن جاتا ہے اور کوئی پوتا - اور پھر وہیں خلاف شریعت کام کر کے آپ کی اولاد کو بدنام کرتے ہیں - اس لئے عوام کی آگاہی کے لئے آپکی موجودہ اولاد کے نام درج کر دئے جاتے ہیں - اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں - کہ اللہ تعالے کے فضل سے اب تک ورثاء میں سے کوئی بھی بے دین نہیں نکلا ۱۲

- زبدہ اہل اللہ مولوی غلام رسول صاحب
  - مولوی عبد القادر صاحب
    - عبد المالک
      - عبد القیوم
      - عبد الحی
    - عبد الرشید
      - محمد یوسف
      - محمد افضل
      - محمد اکرام
    - مولوی محمد صادق صاحب
    - عبد الوکیل
      - عبد الرحیم
      - عبد الحلیم
      - محمد انور
  - مولوی عبد العزیز صاحب
    - عبد الواحد
      - عبد الرؤف
      - عبد الغفور
    - محمد شفیع
    - محمد اشرف
    - عبد الرحمن

مولوی صاحب اور مولوی محمد صادق صاحب تبلیغ کے کام میں مشغول ہیں - اور باقی سب بھائی اپنا اپنا کاروبار کرتے ہیں - اور ہماری سب کی اولاد بالکل چھوٹی ہے - لہذا عوام دھوکہ نہ کھائیں اور آگاہ رہیں ۱۲ عبد المالک عفی عنہ

Marfat.com

الکامل زبدہ اہل اللہ حافظ المتقی نظام الدین صاحب المتخلص خادمؔ
بن الحافظ المتقی الکامل زبدہ اہل اللہ افضل الاولیاءاللہ بہاؤ الدین
صاحب بن الفاضل الکامل العامل الحافظ ولی اللہ مولانا
محمد اکرم صاحب بن الفاضل العالم التحریر مولوی حافظ عصمۃ اللہ
صاحب بن الفاضل الکامل العالم فی التحریر والتقریر الحافظ المفسر
المحدث مولوی عبد اللہ صاحب بن شیخ سکندر بن نور محمد
بن پیر محمد صاحب رحمہم اللہ اجمعین +

یہ نسب نامہ میں نے اپنے بزرگان کی قلمی کتب سے نقل کیا ہے۔ سلسلۂ نسب قطب شاہ صاحب تک پہنچتا ہے ہمارے جدِّ اعلےٰ جن کا نام سکندر تھا۔ وہ موضع سکندر پور ضلع گجرات پنجاب میں رہتے تھے۔ موضع سکندر پور کے داخد مالک تھے۔ انہی کے نام سے گاؤں کا نام مشہور ہو گیا تھا۔ پیشہ زمینداری کرتے تھے۔ اور ذات کے اعوان تھے +

ابتدائی بندوبست میں افسران مجاز نے والد صاحب مرحوم کو طلب کیا۔ اور کہا۔ کہ اپنا نام موضع سکندر پور کے خانہ ملکیت میں درج کرا لو۔ نسبی بھائیوں اور دیگر معزز آدمیوں سنے بھی سمجھایا۔ چونکہ مولوی صاحب زاہد متقی۔ تارک الدنیا اور متوکل علے اللہ تھے۔ اس لئے آپ نے اپنا نام خانہ ملکیت میں درج کرانے سے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا۔ کہ اگر خداوند کریم نے ہماری قسمت میں سکندر پور کا آب و دانہ لکھا ہوتا۔ تو ہم وہاں ہی رہتے۔ اللہ تعالےٰ کو منظور نہیں تھا۔ اس لئے ہم اپنا گاؤں چھوڑ

کر ادھر نکل آئے۔ مجھے دُنیا کی ضرورت نہیں۔ اور دنیاوی ورثہ نہیں چاہتا۔ میں تو اصلی ورثہ (جنت) حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ میری اس خواہش کو پورا کرے۔ اور مجھے حقیقی ورثہ کا حقدار بنا دے۔ میں یہ سب کچھ آپ کے حق میں چھوڑتا ہوں۔ خداوند کریم آپ کو نصیب کرے +

اس سلسلہ میں جتنے بزرگ گذرے ہیں۔ کلھم اپنے اپنے وقت میں بے مثل گذرے ہیں۔ کمالات علمیہ میں یکتا۔ مصنف اور شاعر بے بدل تھے۔ ملک پنجاب نے آپ کے خرمنِ علم سے خوشہ چینی کی۔ آپ کی شاگردی مایۂ صد ناز و فخر تھی۔ آپ کے شاگردوں کی استاد اِن زمانہ کے نزدیک قدر کی جاتی تھی۔ عربی اور فارسی کی بہترین مستند کتابیں اُنہوں نے تصنیف کر کے علم کے ایسے باغ کھلائے۔ کہ جن سے مشام جان معطر ہو گئی۔ کوئی فن نہ تھا۔ جس میں میرے بزرگوں نے علمی پھول نہ بکھیرے ہوں۔ صرف و نحو۔ عربی۔ فارسی و علم فقہ و تصوّف و تفسیر و علم بدیع معانی فلسفہ و معقول و عروض میں وہ وہ موتی بکھیرے۔ کہ جن کی چمک سے اب تک آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔ چنانچہ اب تک یہ مقولہ مشہور ہے کہ

"کوٹ بھوندا اس دا۔ بغداد ہے پنجاب دا"

مسلمان بادشاہوں کے وقت میں قاضی اور مفتی کا عہدہ رکھتے تھے۔ بادشاہی درباروں کی مشکلات آپ ہی کے ناخنِ تدبیر یعنی نوک قلم سے حل ہوتی تھیں۔ چنانچہ انشائے خادمی جو اس وقت کی ایک درسی کتاب تھی۔ میرے بزرگوں کی تصنیفات

ہیں سے تھی - باوجود اس قدر اشتغال کے میرے بزرگوں سے ایسی باتیں ظاہر ہوئیں - جن کو کرامات کہا جاسکتا ہے - اگر ان سب باتوں کو مفصل درج کیا جاوے - تو ڈر ہے - کہ بڑا دفتر ہو جاوے - اور پھر بھی مطلب پورا نہ ہو - چونکہ میرا اصلی مطلب جناب والد صاحب کی سوانح عمری لکھنے کا ہے - اس لئے قطع نظر کرکے اصل مقصد کی طرف رجوع کرتا ہوں - صرف چند نصیحت آموز غزلیات بطور نمونہ یہاں نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جاوے - کہ علاوہ علم و فضل کے فن شاعری میں بھی کم نہ تھے +

غزلیات حضرت حافظ نظام الدین صاحب خادمؔ

(۱)

مولوی جامیؒ نے قصۂ یوسف زلیخا میں ہر شعر میں جو صنعت رکھی ہے اس کو آپ ایک غزل میں ظاہر فرماتے ہیں - جو ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج ذیل ہے :-

عزیزا ان طرز نو آموختا استاد ازل من — کہ ہرگز این گہر نکشاد عقل از نارسائیہا

کہ نام عاشق و معشوق فہمیدم ز ہر بیتے — کتاب مولوی جامیؒ بروح رحمت حق بادا

ز مصرعۂ اوّل برآید نام آں حضرت — ز ثانی مصرعہ اش نام زلیخا شدین پیدا

بدیں ترتیب اعداد حروف مصرعۂ اوّل — بکن ترمیج پس تضعیف کن وضع یکے زانہا

بہشتش طرح دہ آنگہ ہم اندر ہشت زن باقی — بزن عشرات ادر سہ گذار آحاد را برجا

برآید نام آں سلطان ملک حسن و ین زوے — خطا گر در حساب افتد از ان پاک است فی مہما

بدینساں مصرعۂ ثانی بابجد در شمار او را — بزن در ہفت کن تضعیف منہا کن یکے منہا

ہمہ با ہفت ہم طرحش بماند آنچہ زد باقی — ز لفظ و عدد برگیرد بہ زن در ہشت معنے را

عیاں گردد از و نامِ زلیخا بر تو بے شبہت　　فراخ آمد تو میدان تنا زوباز اے دانا

دگر اعداد ہر مصرعِ زنی در پنج دو چنداں　　کنی آنجملہ از آں پس براندازی ازاں یک را

بدہ با عشر طرح اور ابزن افزو در ادر ششش

بہ آید نام جامی نیز دار ایں یادگار از ما

(۲)

اگر اے صبا ز کوئے دلدار خواہی آمد　　بریاضِ سینہ چاکاں چو بہار خواہی آمد

پئے چشم در منّدم کہ ز گریہ خوں فشانند　　بخدا قسم کہ یارے بغبار خواہی آمد

بہنگار بے نیازم برساں ز من نیازے　　کہ بخاک خاکساراں بگذار خواہی آمد

اے عشق گل ببستم برہ دامن وفا گیر　　کہ بپائے نازنیناں بہ نثار خواہی آمد

خورسند باش خادم بخیال لب فرو بند

بحساب ہرزہ نالاں بشمار خواہی آمد

(۳) غزل در فراق پیر صاحب سیّد عبدالقادر جیلانیؒ

ایدل کنوں تنگ آمدم از غم خود شتابی مدام　　یارب زناں با صد الم خوں تا بہ نوشاں میروم

بے اختیارم بعد ازیں با خاطر اندوہگیں　　در پیش چوگاں ہیچ گو غلطاں و پیچاں میروم

دردم در دو پہلوئے جاں آتش زند در استخواں　　بیدم مے بخشد اماں لبوئے درماں میروم

گرویدہ ام در چار سو نشگفت غنچہ آرزو　　افتاں و خیزاں تا درِ سلطانِ گیلاں میروم

اے چشم خوں پالائے من شور برشہ والائے من　　درو ادئے ایمن ہمی آلودہ داماں میروم

دولت مراد او ابن نشاں بخت خمیشتم خوں فشاں　　اینک چو موری ناتواں پیش سلیماں میروم

اے بادشاہ بحر و بر بہرِ خدا اے کن نظر　　عمرم گذشت و از جہاں با فراغ حرماں میروم

ہر رہروے باخویشتن بر داشت زادے از حسن　　من کیسہ پاک از کمر زنی بے ساز و ساماں میروم

اے غولِ نفس ذو فنوں بنمود رہ چہ واژگوں　　یوسف عزیزم مصر من در راہ کنعاں میروم

بانگ حدی اے ساربان بہرِ خدا نغز کارواں　　می خواندہ ام سوئے ارم من و ز بستاں میروم

وقتیکه بردارم قدم بر جانب بیت الحرم
مانند طفل بجبری سوئے دبستاں میروم

در خار زار پا فگر یاد و ادہائے جاں شکر
گلچین وشی اندر تختہٴ گلشن خراماں میروم

ہر چند دل پر خوں کنم چارہ ندانم چوں کنم
آخر زیادِ ماضی زار و پریشاں میروم

ہمچوں چراغِ صبحدم بے شمارم دم بدم
دل بستہ و درماندہ ام بگسستہ پیماں میروم

بر خادمِ بے دسترس بہرِ خدا فریادرس
کز غائتِ شرمندگی سر در گریباں میروم

(۴) غزل در فراق پیر صاحب مذکور

بے تاب شد از شوق دل از من گریزاں میرود
مانند ابر آذری سیلابہ ریزاں میرود

ہر چند بانگش میزنم آہستہ راں آہستہ راں
از دست چوں بادِ صبا بیدل شتاباں میرود

حق جانبے چارہ کز غائت لب تشنگی
جاں میدہد در آرزو بر آبِ حیواں میرود

آں شاہِ ملکِ قرب حق کاندر جہاں و رہبراں
ہمچوں سلیماں حکمِ او بر انس و بر جاں میرود

یک نکتہ رانم در خورِ مدحش نیائد حاصلم
فکرم از ہندوستاں تا ملکِ ایراں میرود

آں کہ اندازد قلم پیرِ خرد با ایں عصا
تا منزلِ سلطے کجا راہ بیاباں میرود

در عرض پردازم کزیں پیش و پس نتواں داشتن
در آرزوئے روئے گل بلبل ز بستاں میرود

مے سوزم اندر آتشِ ہجرِ حضورِ پاک تو
در ہر بنِ مو شعلہ ام چوں شمع سوزاں میرود

ہر دو رباشی کز جگر از سوز ہجر آرم بروں
بوئے کبابِ قیے بمن و دش بکیواں میرود

از گریہائے دائمی آبے بچشم من نماند
صبر و شکیبم چوں خسی و ریش طوفاں میرود

در انتظار کامِ دل بگذشت آبِ غم زسر
بگریخت آرام از من و خوابم پریشاں میرود

گردم زنم از ماجرا بر گردد از آبِ دہاں
در بر بخوانم در زباں از کالبد جاں میرود

ایں من ندانم تا بکے باشم بہجراں مبتلا
یا بر رفیقِ مہرباں از وے بجولاں میرود

خادم چو بسمل مے طپد در خاک و خوں از ہجر تو
اے ناے بر روئے بگذری حالش بدینساں میرود

رفیقا این دمے بار لیست تدبیرے ضرور آمد | دلم دیوانہ از شوق زنجیرے ضرور آمد

نتابد نامہ حال من زبانِ خامہ میسوزد | اجل در کارِ من یک چند تاخیرے ضرور آمد

بیا اے کیمیا سازے مسِ ما فلس سارا کن | کہ در چرخم زدورِ چرخ توقیرے ضرور آمد

وصالش دیدہ ام در خواب یاراں حیرتے دارند | دریغ خواب مرا امروز تعبیرے ضرور آمد

شد از سیل خرابیہا خرابم خانہ ہستی | کنوں اے خضرِ فرخ پے کہ تعمیرے ضرور آمد

مبادا خادمِ بے چارہ کاآخر خود بخود میرد

ترا اے قاتلِ خونریز تکبیرے ضرور آمد

(۶) مناجات از خادمؔ

خیز دلا چہ خفتۂ آہ بزن تو از دروں | حلت غائی تو چیست نالہ چوں ساز ارغنوں

دیدہ کشا بکن نظر وقت عزیز تو گذشت | روزِ دراز بگذرد شب بفسانہ و فسوں

بہر چہ آمدی دریں از تجارت اے دغل | آنچہ خریدۂ ببیں باش ز کردہ سرنگوں

کوس رحیل میزنند بر درِ کارواں سرائے | بانگ روار دست ہم غلغلۂ برونِ ول

ہمسفرانِ تو شدند خیمہ فراترک زوند | تو کہ بخواب غفلتی گو بکجا رسی کنوں

بدرقۂ طلب نما از درِ بادشاہِ دیں | تا بروی بہرہی تا بسرِ منزل سکوں

بادشہیکہ خاک پاش تاج سر ملائک است | سرمۂ چشم روشناں غازہ چرخ نیلگوں

آنکہ فراشت چوں علم پنجۂ آہنیں قضاء | زو بفگند بر زمیں تختۂ دیو واژگوں

ورز من سلف اگر گشت ز غیرتِ کلیم | از پئے قوم طاغیاں آب زلال نیل خوں

نیم نے ز عارضی سخط وے ار بجنتی | آب بجا سر بسر تا بحشر شدی جنوں

علمِ نہاں گلہ از او سرزنش عدو نخواستست | بلکہ نخواست از کرم باد خداش رہنموں

ورنہ شد ی مرتعِ ہر مگسے چہ عنقائے | پشۂ عقاب پرشکن صرف زاغہائے دوں
بخل زنام پاک او بر وچہ دستماییٔ | از کرم لعل جاں فزااش رشک فرات شد عیوں
اے ز دۂ پنجۂ اہل جملہ جہاں بدامنت | خود ملیک مقتدر باد کرامتت فزوں
شکر کرم چساں کنم کرد بجچوں منی عطاء | آنچہ مسیح نقد خویش داده بہ تیغ آں زبوں
واہی کہ من گر ہے از راہ راست بر کراں | تاختہ ام لجام زیر در پس آرزو ہیوں
شب بگذشت روز شد سلسلہ طرب گسیخت | کم نشد است عفعفائیں سگ نفس فرقوں
من نہ شکستہ باگناہ عہد دلی شکستہ اند | جملہ قوائے تن بمن شدہم خود بخود زبوں
کردعسا کرہوا گشتہ من چو پائمال | نیم چوار تفاع آں حاصل من نہ جز جنوں
از خجلت فغان من کم نبود زکو بکن | خبر کہ منم بگوشہ ونالۂ او بے ستوں
داد رساچو در ازل باز مرا خریدۂ | رد نکنم منم ہماں لطف عمیم تو ہموں

خادم خاکسار را نیست نظر بگر بریں
روز کہ واقعہ شود انا الیہ راجعون

(۷)

ایکہ عالم خستہ گلبرگ گلستان شما | پا فشاندہ ذرہ گردی ز دامان شما
قدسیاں اہل نشد با وصف معانِ نظر | معنئے یک مصرعۂ از بیت دیوان شما
در چمن زار نبوت غنچۂ خنداں نشد | تا صبا ناورد بوئے از گل فشان شما
طائر قدسی زاوج لامکاں آمد فرود | تا بچینید ریزۂ از خوان ایوان شما
نقشبند تختۂ تکویں چو رنگ آمیز شد | ساخت ہر نقش حسن را زیب ایوان شما
بارقۂ کز پرتو او خر موسی صعقا | بعد ازیں عین عطا شمع شبستان شما
بسکہ اوستاد ازل از علم تو آموختہ است | عقل کل طفل نو آموز دبستان شما
شد جہاں چوں گوش پر گہرہائے ثمیں | تا بیارش آشنا شد ابر نیسان شما

چونکہ سیلانِ نعم از بہرِ تو گسترده اند | نیست خالی پشت کس از بارِ احسانِ شما
چون علم افراختی دستِ قضا زد دورباش | تا نتازد صفدرے گلگوں بمیدانِ شما
خامہ پردازِ قدر کردست با یکدست راست | مہرِ منشورِ حق توقیعِ فرمانِ شما
بر زمین افتد کلہ از فرق سر بے اختیار | وہم را وقتِ قیاسِ رفعتِ شانِ شما
چون کشادا زکرم مزرعہ صدرِ تو کاشت | دانۂ غمخواریٔ امیدوارانِ شما
چون سحاب آخر فروشوئید بدست خویشتن | داغہائے معصیت از داغدارانِ شما
دارد امید آنکہ اندر دار و گیرِ رستخیز | * جا دہندش در نعالِ خاکسارانِ شما
جان او پروانۂ شمعِ جہاں افروز تست | ور بظاہر در شمارِ دُوردستانِ شما
اے عزیزِ مصرِ رحمت وے خدیو کامران | تا ابد آباد بادا مصر و کنعانِ شما
چون زلیخا یوسفم زندانیٔ چاہِ غم است | گریۂ یعقوبؑ ہم دارد ز ہجرانِ شما

دہ خدا را جلوۂ دیدار کن بخشائشے
ہست خادم بندۂ بے ساز و سامانِ شما

(۸)

یہ غزل بعد رحلت کے جناب کی دستار مبارک سے نکلی بعینہ درج کیجاتی ہے

یاران وداعِ ماست سلامی و خیر باد | پا در رکاب ہمچو صبا ایستادہ ایم
پرواز میکنیم چو بلبل ازین چمن | اینک بکوچ بالِ عزیمت کشادہ ایم
یاد آورید حلقہ چو سازید انجمن | از ما کہ ہمچو حلقہ برون اوفتادہ ایم
نوبت ز ما گذشت کنون نوبتِ شماست | ما الفراق خواندہ برفتن آمادہ ایم
برداشتیم خاطر ازین کاروان سرا | سوئے وطن گہی کہ ازاں بوم زادہ ایم
دارید ہوش دم بتغافل میاورید | ما عمر خویش بیہودہ بر باد دادہ ایم
عمر عزیز بر سر سود و زیان گذشت . | فارغ کنون ز فکر کم و ہم زیادہ ایم
بگذاشتیم این غزل آخرین نشان | ما خود قدم بوادئ اقدس نہادہ ایم
شاہد شوید جملہ باقرار و صدق من | من بعد تن زنیم مطیع ارادہ ایم

باب دوم

(۱) پیدائش

حالات ولادت ۔ آپ کی ولادت ۱۲۲۸ھ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مولد کوٹ بھوانیداس ضلع گوجرانوالہ ہے ۔ میرے جد شریف وہاں ہی رہتے تھے ۔ آپ کی ولادت میں بھی ایک بزرگ کا عجیب قصہ ہے ۔ اور کرامت کا اعلیٰ نمونہ ہے ۔ میاں محمد یوسف صاحب سکنہ پیرو کوٹ ضلع گوجرانوالہ اپنے وقت میں مشہور بزرگ گذرے ہیں ۔ اس وقت کے صوفی اُن کو ابدال کہتے تھے ۔ ان سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں ان میں سے ایک یہ کرامت بھی ہے ۔ جو میں مولوی صاحب کے متعلق لکھتا ہوں +

میاں محمد یوسف صاحب نجاری پیشہ کرتے تھے ۔ یہ صاحب میرے دادا مولوی رحیم بخش صاحب کے بموجب رسم کے بھائی بنے ہوئے تھے یا اس آیت کے مطابق انما المومنون اخوۃ ۔ یا یوں کہا جائے ۔ تو بھی بجا ہے ع

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

یا یوں کہ ؎

کند ہمجنس با ہمجنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

غرض ان صاحبان کی آپس میں بہت ہی محبت تھی ۔ کوٹ بھوانیداس اور پیرو کوٹ کا آپس میں تین کوس کا فاصلہ ہے ۔ میاں محمد یوسف صاحب مرحوم دوسرے روز بلاناغہ تاحیات کوٹ بھونیداس میں آتے

رہے - میرے والد صاحب کے دو اور بھائی بھی تھے - آپ سے بڑے حکیم غلام محمدؐ صاحب مرحوم - یہ بھی بڑے صاحب علم اور دنیاوی محاملات میں ہوشیار تھے - چھوٹے بھائی حکیم شیر محمدؐ صاحب تھے - یہ بھی صوفی باکمال تھے - آپ کے بڑے بھائی حکیم غلام محمدؐ صاحب کی پیدائش کے بعد میاں محمدؐ یوسف صاحب نے ایک روز مولوی رحیم بخش صاحب کی پُشت پر ہاتھ پھیر کر فرمایا "بھائی رحیم بخش - میں نے آپ کو اپنا تمام فیض عطا کیا - اور میرے فیض کا نمونہ آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا - اس کا نام **غلام رسولؐ** رکھنا - سرچشمۂ ہدایت ہوگا - اس سے لوگوں کو بہت فیض ہوگا - عالم باعمل - صوفی باکمال ہوگا - متبع سید الانام ہوگا - مقتدائے خلقت ہوگا - اور خلق خدا تا قیامت ثناگو رہے گی" +

جناب والد صاحب مرحوم کی والدہ صاحبہ نے آپ کی پیدائش سے پیشتر خواب دیکھا - کہ ان کی گود میں چودھویں رات کا چاند ہے اور اس کی روشنی مشرق سے مغرب تک ہے - اور وہ چاند گود میں ہی بڑھتا جاتا ہے - معبروں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی - کہ لڑکا باکمال اور بہمہ صفت موصوف ہوگا +

یہ خاندان کچھ حد سے زیادہ مقبول انام تھا - اور اس محترم خاندان کا ہر ممبر اپنی معاشرت اس طرز کی رکھتا تھا - کہ کٹ ملانوں کا دست تظلم دراز نہ ہونے پاتا تھا - آخر اسلام کا نصیبہ جاگا - اور مولوی صاحب جیسا شیر اسلام خواب کے پورے دو ماہ بعد پیدا ہوا +

فطرت نے پہلے ہی سے مولوی صاحب کے لئے قاطع بدعت

کی کنیت موزوں کر رکھی تھی۔ ایسے جلیل القدر خاندان علماء میں یہ شرف آپ ہی کی قسمت میں لکھا تھا۔ کہ آپ کھلم کھلا بدعتیوں اور مشرکوں کی مخالفت کریں۔ اور صاف طور پر احادیث نبوی کی تلقین کریں +

جب حد سے زیادہ مسلمانانِ پنجاب کی حالت خراب ہو گئی۔ تو اس وقت اللہ تعالےٰ نے مولوی رحیم بخش صاحب کے ہاں آپ کو پیدا کیا۔ آپ کی طفلانہ نظریں اس آئندہ اصلاح کی جو مسلمانوں میں ہونے والی تھی۔ پیشینگوئی کرتی تھیں +

(۲) طفولیت

آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی گود میں پیشاب کبھی نہ کیا۔ نماز کے وقتوں میں چارپائی پر لٹا دینے سے روتے نہ تھے۔ اس وجہ سے آپ کی والدہ ہر نماز اور تہجد بافراغت پڑھ لیتیں۔ اور آپ چپکے لیٹے رہتے۔ مولوی رحیم بخش صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرے ہاں جو بچہ پیدا ہوا ہے۔ ایسا چپ اور غریب طبع ہے۔ کہ رونا مطلق نہیں جانتا۔ ماہ رمضان میں صبح سے شام تک دُودھ پانی نہ پیتے تھے۔ اس وقت یہ مشہور تھا۔ کہ میاں صاحب کا شیر خوار بچہ روزہ رکھتا ہے یہ خبر سُن کر لوگ جوق جوق آپ کی زیارت کے لئے آتے تھے +

آپ کی فطرت میں بچپن ہی سے بُردباری و حلم بھرا ہوا تھا جوں جوں آپ بڑے ہوتے گئے۔ مزاج میں انکساری آتی گئی چھ برس کی عمر میں ہی آپ کا خلق ایسا تھا۔ کہ کل بچے آپ کے ساتھ کھیلنے میں خوش رہتے تھے۔ جب کوئی بچہ شرارت کرتا یا دوسرے ہم عمروں کو

Marfat.com

ستاتا - تو آپ فرمایا کرتے تھے - کہ دیکھو قرآن شریف میں یوں لکھا ہے اور تم اس طرح کرتے ہو +

ظاہری کتابی تعلیم جو ہر بچہ کو دی جاتی ہے - یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ہر بچہ اس تعلیم سے مصلح قوم بن جائے - مگر جسے فطرت اپنی بانگی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے - اس کے ضمیر کو پہلے ہی سے زبانی قابلیتوں اور ضمیری جوہروں سے آراستہ کر دیتی ہے - ایسی حالت میں اگر اسے ظاہری تعلیم نہ بھی دی جاوے - تو بھی کچھ ہرج واقعہ نہیں ہوتا - اس کے ضمیری جوہر ایک نہ ایک دن اپنی اصلی تابانی اور درخشانی دکھا کر رہتے ہیں +

جب آپ چلنے پھرنے لگے - تو لوگوں نے آپ کا نام متقی رکھدیا مولوی صاحب کی زبان مبارک کا بیان ہے - کہ ایک روز میں استنجا کر رہا تھا - اور وہ جگہ ہنود کے گذرگاہ کے قریب تھی - ہنود لوگ گذرتے گذرتے یہ کہتے جاتے تھے - کہ مولوی رحیم بخش صاحب کا یہ لڑکا بڑا ولی اللہ ہوگا - ہر جگہ ذکر ہی کرتا رہتا ہے - میں سُن کر ہنستا تھا - لڑکپن میں ہی لوگوں کا آپ پر حسن ظن تھا - کوئی زیادہ بیمار ہو جاتا تو حسن عقیدت کی وجہ سے متقی صاحب سے پانی دم کراتے یا بیمار پر ہاتھ لگواتے - خدا کے فضل سے صحت ہو جاتی - ایک دفعہ ایک کمہار کا گدھا گم ہو گیا - بہت تلاش کی نہ ملا - مولوی صاحب کو دیکھ کر کہنے لگا - میاں متقی میرا گدھا گم ہو گیا ہے - آپ نے فرمایا - آپ کا گدھا آپ کے گھر میں ہے - اس نے کہا - نہیں - مولوی صاحب کو پکڑ کر اپنے گھر لے گیا - دیکھا تو گدھا گھر میں کھڑا تھا +

بابِ سوم

(۱) تعلیم و تربیت

جب آپ پانچ سال کے ہوئے۔ تو مسجد میں قرآن مجید پڑھنے کے لئے بٹھائے گئے۔ بڑی مشکل سے آپ نے قرآن مجید تمام کیا۔ حافظہ اور ذکاوت بالکل ندارد۔ آپ کے والد صاحب مرحوم بڑے متفکر رہتے تھے۔ کہ اس کی تعلیم کیسے ہوگی۔ امید کچھ اور تھی۔ اور ظہور میں کچھ اور ہی آرہا ہے۔ چند سال آپ حالت ابتری میں ہی تعلیم پاتے رہے۔ اسی حالت میں ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا۔ کہ آپ راجہ رنجیت سنگھ کے طویلہ میں اذان دے رہے ہیں۔ میری اذان لوگ دور دور سے سُن سُنکر جوق جوق آرہے ہیں +

علی الصبح آپ نے اپنے دادا صاحب (حضرت نظام الدین صاحب المتخلص بہ خادم) کے پاس خواب بیان کیا۔ اُنہوں نے تعبیر کی۔ کہ لوگ تیرے ہاتھ پر بہت مسلمان ہونگے۔ اس واقعہ سے کچھ دن بعد جد امجد حضرت نظام الدین صاحب المتخلص خادم اسہال کی بیماری سے بیمار ہوگئے۔ والد صاحب مرحوم ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ مولوی صاحب مرحوم ان کا پاخانہ اپنے ہاتھ سے صاف کرتے تھے۔ ایک دن آپ کو سحری کے وقت حاجت پاخانہ ہوئی۔ جناب والد صاحب مرحوم بھی جاگتے تھے۔ جد امجد صاحب نے دیکھا۔ کہ میرا پاخانہ اپنے ہاتھوں سے صاف کر رہے ہیں۔ آپ نے حیرت سے دیکھ کر فرمایا۔ "غلام رسول! تم میرا پاخانہ ہاتھوں سے صاف کرتے ہو۔ اس کے صلے

ہیں لوگ تمہارا پاخانہ دانتوں سے صاف کرنے سے دریغ نہ کرینگے"۔
مولوی صاحب ہمیشہ اپنے معتقدین کو یہ قصہ سناتے اور فرماتے تھے کہ مجھے دادا صاحب سے ہی فیض حاصل ہوا ہے ۔ اور ان ہی کی دعا ہے ۔ اگلے روز ہی حضرت جناب کا کا شاہ صاحب کوٹ بھوانیداس میں تشریف فرما ہوئے ۔ ان کا تعلق بھی حافظ نظام الدین صاحب خادم مرحوم سے روحانی تھا ۔ یہ کسی کو معلوم نہیں ۔ کہ ان دونوں میں سے کون پیر اور کون مرید تھا ۔ جب شاہ صاحب حافظ صاحب (جو خاکسار کے پڑدادا ہیں) سے ملاقی ہوئے ۔ تو آپ نے فرمایا "شاہ صاحب! غلام رسول کو جو کچھ میں نے عطا کرنا تھا ۔ وہ کر دیا میرا وقت قریب ہے ۔ میں رحلت کرنے والا ہوں ۔ جو کچھ اس کے دل میں بیج بویا گیا ہے ۔ اس کی پرورش اور حفاظت ظاہری صورت میں بشرط زندگی و مشیت ایزدی آپ کے ذمہ ہے ۔ یہ خیال رکھنا ۔ کہ یہ لڑکا ضائع نہ ہو جائے" ۔

دوسرے روز شاہ صاحب الوداع اور فی امان اللہ کہہ کر رخصت ہوئے ۔ ان کے جانے کے دوسرے روز حافظ صاحب فوت ہو گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

جناب شاہ صاحب چند روز کے بعد کوٹ بھوانیداس تشریف فرما ہوئے ۔ آتے ہی والد صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی ۔ گلے لگا کر فرمایا "اگر تیرا دل حافظ نظام الدین صاحب کے ملنے کو چاہے ۔ تو یہ دو تین حرف پڑھ کر ملاقات کر لیا کرو ۔ اور جو دل چاہے ۔ ان سے تعلیم حاصل کر لیا کرو ۔ یہ کام میری موجودگی میں کر لو ۔ شاید

میری غیر حاضری میں تم نہ کر سکو۔ رات گذرنے کے بعد مولوی صاحب سے شاہ صاحب نے دریافت فرمایا۔ "کیوں بھائی تم قبر پر گئے۔ اور میرے کہنے پر عمل کیا"؟ مولوی صاحب نے عرض کی "جناب مجھے وہ حروف ہی بھول گئے ہیں۔ شاہ صاحب نے ہنسکر فرمایا۔" حافظہ ندارد۔ میرے پاس آؤ۔ میرے دوست کے پوتے ہو۔ اور تمہاری نسبت مجھے ان کی خاص وصیت ہے" جب مولوی صاحب قریب ہوئے۔ تو شاہ صاحب نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ "برخوردار کہو۔ اللھمّ بارک لی فی علمی و عملی۔ رب زدنی علماً"+

ذہانت اور حافظہ یہ فطرت کی خاص بخششیں ہیں۔ جو لطیفن بعض نفوس کو عطا ہوتی ہیں۔ مولوی صاحب کو یہ صفات تخمیناً بارہ برس کی عمر میں عطا ہوگئیں۔ اور ایسا قابل بنا دیا۔ کہ اس پر تجلیاتِ ربانی کا پرتو بخوبی پڑ سکتا تھا۔ اور ہمیشہ وہ قوت جو ربانی نکات کے سمجھنے میں ید طولیٰ رکھتی ہے۔ وقتاً فوقتاً اس کا جوش اس روشن ضمیر میں پیدا ہوتا رہتا تھا۔ ایسی صورت میں نہ کسی کی تعلیم کی اتنی ضرورت تھی۔ نہ مطالعہ کرنے کی حاجت تھی۔ جو لوگ ضمیری جوہروں سے کسی قدر بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ میرے قول کی خود بخود تصدیق کرینگے۔ اور جو قلب کے اُتار چڑھاؤ۔ اس کی لیاقتوں اور صفتوں سے بھی نابلد محض ہیں۔ نہ ان سے میرا کلام ہے۔ اور نہ وہ اس باریکی کو سمجھ سکتے ہیں+

اگر ہم چشم بصیرت کھولیں اور غور کریں۔ تو ہمیں معلوم ہوگا۔ کہ روزمرہ ہماری آنکھوں کے سامنے ایک جماعت میں بہت بڑی تعداد

طلباء کو ایک ہی قسم کی تعلیم ہوتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ایک ہی قسم کی تعلیم پانے والوں میں سے کوئی تو علامہ دہر بن جاتا ہے۔ اور بیسوں قیمتی تصانیف کر ڈالتا ہے۔ اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ نہ ان کو کچھ حاصل ہوتا ہے۔ نہ قابلیت بڑھتی ہے۔ حتیٰ کہ بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا +

یہ صحیح ہے۔ کہ محنت عجب چیز ہے۔ اور کیسا ہی غبی شخص کیوں نہ ہو۔ محنت سے کچھ نہ کچھ حاصل کر ہی لیتا ہے۔ مگر پھر بھی فطرتی ضمیری جوہروں کی وہ تابانی جو لاکھوں میں کسی ایک قلب پر چمکتی ہے نہ محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ نہ عرق ریزی کچھ کام دیتی ہے۔ وہ تو ضمیر اور دماغ پہلے ہی سے ان جوہروں سے آراستہ ہوتا ہے۔ جو فطرت کی عین بخشش سمجھنا چاہیئے +

ہر زمانہ اور ہر ملک اور تقریباً ہر شہر میں بڑے بڑے مصلح ملک و قوم گذر چکے ہیں۔ کیا اُنہوں نے ابجد خوانوں کی طرح اپنا سبق جپا تھا۔ یا فعل فعل کی گردان رٹی تھی۔ نہیں کچھ بھی نہیں۔ ان کے لئے معمولی تعلیم ایسی کافی تھی۔ جیسے صدیوں تک کسی ذہین شخص کو تعلیم دئے جاؤ۔ اور بعد ازاں اس کی واقفیت کا اندازہ کرو۔ ان کی آوازیں اثر اور درد خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ان کی نگاہ میں وہ قدرت ہوتی ہے۔ کہ جس کی طرف نگاہ بھر کر دیکھا۔ اپنا رام بنا لیا۔ یہی کیفیت مولانا مولوی غلام رسول صاحب کی تھی۔ آپ کے ضمیری جوہر عجیب و غریب قابلیت کا جامہ رکھتے تھے۔ اور خدا کی طرف سے آپکو ایک ایسی خاص بخشش عطا ہوئی تھی۔ جس کی ایک زمانہ تک خود مولوی صاحب کو بھی خبر نہ تھی۔ پھر دوسرے اس جوہر کی کیونکر شناخت کر سکتے +

مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے - کہ اس روز سے (جس دن سے شاہ صاحب نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے دعا پڑھائی تھی)، اگرچہ میں نے نحو اصغر کی کتاب مطالعہ کی لفظ بتمامہ یاد نہیں رہے لیکن مضمون از سرتاپا یاد ہو گیا - اس کے بعد مضمون کتاب جو میری نظر سے گذرا ہے - میرے تصور میں ہی رہتا ہے - شاہ صاحب رخصت ہوئے - اور آپ دور دراز تک وداع کرنے کے واسطے تشریف لے گئے - وقت رخصت شاہ صاحب نے فرمایا - لڑکے! جب تمہیں بلاؤں - ضرور ملنا ہوگا - کتابوں کو جس طرح ہو سکے - ایک بار عبور کر لو - محنت کی کوئی ضرورت نہیں - خداوند کریم خود حافظ ہے - وہ حفظ کرائیگا - محنت اور مشقت جس قدر ہو سکے یاد خدا میں کرو - پھر دعا کی اور چل دیئے ◆

آپ چند روز گاؤں میں ٹھیر کر لاہور پڑھنے کے واسطے تشریف لے گئے - وہاں لال مسجد بازار حکیماں میں مولوی غلام محی الدین صاحب بگوی کے پاس پڑھنا شروع کیا - دو ماہ بعد شاہ صاحب کو خواب میں دیکھا - فرمایا - تم مجھے ضرور ملو - آپ علی الصباح ہی مولویصاحب سے رخصت لے کر گڈگور پہنچے - (یہ موضع ضلع سیالکوٹ میں خاص مسکن شاہ صاحب موصوف کا ہے) شاہ صاحب نے آپ کو فرمایا - ۳۶ بار سورہ یٰسین تہجد میں پڑھا کرو - اور ساتھ ہی درود کبریت احمر کی اجازت دی - اور زکوٰۃ نکالنے کا حکم فرمایا - اور فرمایا - اجرائے لطائف یا ذکر وجود یا سلطان الاذکار یا حضور مطلق یا حضور ذاتی یا مراقبات - ان سے صوفیائے کرام - متبعان سید الانام نے یہ غرض محمود فی الذہن رکھی ہے - کہ انسان کا تزکیہ نفس ہو کر افعال و اعمال و اقوال محمدی قبول کرنے کے قابل ہو جائے - یہ سب وسائل اتباع

کے ہیں۔ مقصود بالذات پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ بغیر اتباع کے نجات اور قرب آلہی نصیب نہیں ہوتا۔ خواہ کتنا ہی زاہد عابد ہو۔ یاد رکھنا۔ کہ حضرت صلعم کی شان کے مقابلہ میں کسی کی وقعت نہیں۔ اور نہ ہی غیر کی اتباع کے ہم مکلف ہیں۔ یہ بھی فرمایا۔ کہ ذی صحبت اور متبع کامل کو ظاہر مرشد کی ضرورت نہیں۔ اصحابیوں کے اتباع کا نمونہ صحبت کے واسطے اور اتباع کامل کے واسطے کافی ہے۔ یعنی جس طرح صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کیا۔ وہ ہمارے لئے بطور نمونہ ہے۔ اصحابوں کا ایمان امت کے ایمان کے واسطے معیار ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اس آیت میں یہی حکم فرمایا ہے فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا وان تولوا فانما هم فی شقاق الخ مسلمان ہی وہ ہوتا ہے۔ جو یہ سمجھ لے۔ کہ میں حضرت صلعم کے اتباع کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ جو استدراج وغیرہ غیر متبع سے دیکھے جاتے ہیں۔ وہ بمنزلہ شعبدہ اور ان کے زہد کا ثمرہ ہے۔ جو ان کو دنیا میں مل جاتا ہے۔ اولٰئک لا خلاق لهم فی الاخرة۔ دوسری آپ نے یہ آیت پڑھی هم الکفرون حقاً۔ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے بوستاں میں اسی طرف اشارہ کیا ہے ۔

دریں بحر جز مرد داعی نہ رفت	گم آں شد کہ دنبال راعی نرفت
کسانیکہ زیں راہ برگشتہ اند	برفتند و بسیار سرگشتہ اند
خلافِ پیمبر کسے راہ گزید	کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
مپندار سعدی کہ راہِ صفا	تواں رفت جز برپئے مصطفےٰ

جو نور اور قرب آلہی حضرت صلعم کی اتباع میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ پیر

Marfat.com

کی مجلس اور صحبت مشائخ میں حاصل نہیں ہوتا۔ جو پیر متبع شریعت ہو۔ اس کی تلقین روح کو صاف اور منور کر دیتی ہے۔ غیر شرع صحبت انسان کے لئے سم قاتل ہے۔ ان سے پرہیز لازم بلکہ فرض ہے۔ اگر سرمو مخالف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھو۔ لوگوں میں اس کی کرامتیں مشہور ہوں۔ دُنیا بھی اس کے پیچھے ہو۔ اس سے اس طرح بھاگو۔ جس طرح انسان شیر سے بھاگتا ہے۔ صوفی اور شیخ کامل لائق بیعت وہ ہوتا ہے۔ جس کے افعال و اعمال واقوال مطابق رسول اللہ کے ہوں۔ پیرو کو عشق الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ اور فنا فی اللہ اور حضور دائمی اس کے ہی نصیب ہوتا ہے +

آپ فرماتے تھے۔ کہ شاہ صاحب کے وعظ نے میرے دل میں گھر کر لیا۔ جتنے مدارج حب کے تھے۔ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منتقل ہو گئے۔ آپ کی وعظ نے میری کایا پلٹ دی مجھے سچا عاشق رسول اللہؐ کا بنا دیا۔ دل میں ایسا صدق ہوا کہ اتباع میں اگر میرے پُرزے پُرزے کئے جائیں۔ یا مارا جاؤں۔ یا جلایا جاؤں مگر یہ نعمت عظمٰی ہاتھ سے نہ دونگا۔ اس روز سے مجھے اس طرح معلوم ہونے لگا۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے روبرو دیکھتا ہوں۔ اگر مجھ سے خلاف سنت کوئی کام ہونے لگتا۔ تو مجھے اسطرح معلوم ہوتا۔ کہ خود رسول اللہؐ منع فرما رہے ہیں۔ میں ہر وقت نشۂ محبت میں سرشار رہتا تھا +

شاہ صاحبؒ نے آپ کو رخصت کیا۔ اور فرمایا۔ کہ "میری حیات تک مجھے ملتا رہنا۔ میں بھی تمہیں ایک وسیلہ نجات سمجھتا ہوں شاید

تم ہی میرے لئے باقیات صالحات سے ہو۔ علم حاصل کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کرنا"۔ آپ پھر لاہور تشریف لے آئے۔ استاد صاحب موضع بگّہ کو تشریف لے گئے تھے۔ وہاں ایک اور مولوی صاحب تھے۔ جو علم میں پورے مگر اعمال میں ناقص تھے۔ ان کی خدمت میں چند روز ٹھیرے اور ان سے کافیہ اور ہدایت النحو ختم کی (مولویصاحب کا نام مجھے بھول گیا ہے۔ دریافت کرنے سے بھی معلوم نہیں ہوا)

ایک روز شاہ صاحب نے خواب میں ملنے کا اشارہ کیا۔ لیکن استاد نے اجازت نہ دی۔ دوسرے روز پھر خواب میں وہی اشارہ ہوا۔ پھر بھی استاد صاحب نے اجازت نہ دی۔ تیسرے روز شاہ صاحب نے خواب میں مل کر فرمایا "یہ میری آخری ملاقات ہے تم مولوی صاحب بگہ والہ سے پڑھنا شروع کرو۔ کیونکہ تمہارا موجودہ استاد دیندار نہیں۔ اس ارشاد کے ہوتے ہی مولوی صاحب بلااجازت کتابیں لے کر وہاں سے چل دیئے۔ اور سیدھے شاہ صاحب کے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن آپ کے پہنچنے سے پیشتر ہی شاہ صاحب رحلت فرما چکے تھے۔ مولوی صاحب نے ان کے مزار شریف پر پھر نماز جنازہ ادا کی۔ اور اپنے گاؤں میں واپس چلے آئے۔ آپ کے والد صاحب نے فرمایا "برخوردار تم نے بہت اچھا کیا۔ آ گئے۔ اور مجھ سے بھی ملاقات ہو گئی۔ دوسرے دن مولوی رحیم بخش صاحب (آپ کے والد صاحب) جماعت کے ساتھ نماز عصر میں مصروف تھے کہ رکعت چہارم کے سجدہ میں ہی جان دیدی۔ بجز انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اور کیا چارہ ہو سکتا تھا۔ کفن و دفن سے فارغ ہو کر بعد چند روز کے مولوی صاحب موضع بگہ کو تشریف لے گئے۔ اور مولوی احمد الدین صاحب برادر خورد مولوی غلام محی الدین صاحب

سے پڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ تمام کتابیں آپ نے ان ہی سے ختم کیں +

ایک مرتبہ مؤلف سوانحعمری کا گذر ننگہ شریف سے ہُوا۔ اس وقت میری عمر بیس۲ سال کی تھی۔ جب لوگوں نے سُنا۔ کہ مولوی غلام رسول صاحب کا بڑا بیٹا آیا ہوا ہے۔ تو سب لوگ میرے دیکھنے کے لئے آئے۔ میرے ساتھ میرے تایازاد بھائی مولوی احمدؐ علی صاحب مرحوم ساکن کوٹ بھوانیداس بھی تھے۔ لوگوں نے مولوی صاحب کا ذکر شروع کیا۔ ایک سفید ریش آدمی نے بیان کیا۔ کہ "ایک دفعہ آپ کی طالب علمی کے زمانہ میں ہم اکٹھے دریا پر جو قریب ہی تھا، نہانے کے لئے گئے۔ ہم سب نے معہ مولوی صاحب کے غوطہ لگایا۔ جب ہم نے نکل کر دیکھا۔ تو مولوی صاحب نہ نکلے تھے۔ ہمیں بڑی تشویش ہوئی۔ بہت تلاش کی۔ مگر کچھ پتہ نہ لگا۔ آخر جب ۳ گھنٹہ کی تلاش کے بعد ہم مایوس ہو چکے تھے۔ تو اچانک مولوی صاحب نے پانی سے سر نکالا۔ اور ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ اور حیرت بھی ہوئی۔ کہ اتنی مدّت آپ کہاں رہے۔ جب آپ سے اس دیر کا سبب پوچھا گیا۔ تو خاموش رہے۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ اور گاؤں کو چلے آئے۔ اس معاملہ کے بعد آپ نے ہمارے ساتھ جانا چھوڑ دیا۔ لیکن ہم یہ حیرت انگیز معاملہ دیکھنے کے لئے نظر بچا کر پیچھے پیچھے جایا کرتے۔ اور ویسے ہی کئی دفعہ دیکھکر حیران ہوتے +

مولانا صاحب کو خداوند کریم نے اپنے فضل اور ایک بزرگ کی دُعا سے ایسا عمدہ حافظہ اور ذہن عطا کیا تھا۔ کہ وہ صرف ایک ہی دفعہ سبق کی عبارت رواں ہی استاد سے پڑھ لیا کرتے۔ اور مضمون کلّہم ذہن میں رکھتے تھے۔ اور پھر کبھی نہ بھولتے۔ آپ کے استادوں کو

یہ ہرگز علم نہ تھا۔ کہ آپ کا ایسا حافظہ ہے۔ اس لئے آپ کے ہر دو استاد یہ کہا کرتے تھے۔ کہ مولوی غلام رسولؒ پڑھتا تو کچھ نہیں رشب و روز مراقبات میں ہی مشغول رہتا ہے۔ نہ مطالعہ کرتا ہے۔ نہ پڑھ کر دوبارہ سہ بارہ کہتا ہے۔ خاندانی آدمی تھا۔ ہمیں خیال تھا۔ کہ کچھ پڑھ جاوے۔ مگر یہ پڑھنے کی طرف تو آتا ہی نہیں۔ خداوند کریم اس کے حق میں کوئی بہتری کی صورت کرے۔ غرض اسی حال میں آپ نے درسی کتابیں تمام کیں +

(۲) مولوی صاحب کا علم و فضل

یوں تو اس خاندان کا ہر ممبر یکتائے روزگار اور فرید العصر تھا۔ لیکن مولٰنا صاحب کی تعلیم کا ڈھنگ سب سے نرالا اور جدا تھا۔ گو بیس برس کی عمر میں آپ فارغ التصیل ہو گئے تھے۔ پھر بھی یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے۔ کہ اتنی سی عمر میں فارغ التحصیل ہونا اور پھر ہر کتاب کو عمدگی سے یاد رکھنا اور صدہا نکات اور باریکیاں نکالنا یہ خاص صفت خدا کی طرف سے مولانا صاحب کو ہی عطا ہوئی تھی +

خداوند تعالےٰ نے آپ سے چونکہ ایک عظیم الشان کام لینا تھا۔ اس لئے جتنی صفتیں کہ ایسے پاک نفس کے لئے لازم ہوتی ہیں۔ وہ سب آپ میں موجود تھیں +

تمام دینیات اور فروع و اصول کی کتابیں ایسی چھوٹی سی عمر میں پانی کر کے پی جانا گو بادی النظر میں مولانا کی ذہانت اور حافظہ پر دال ہے۔ لیکن عمیق اور عمیق نظر میں خوب سمجھ سکتی ہیں کہ ایک ایسے پاک نفس کا پیدا ہونا خداوند تعالےٰ کا بہت بڑا بھید تھا۔ جس کی تہ کو کسی قدر وہی پاک نفوس پہنچ سکتے ہیں۔ جنہیں کلام ربانی سے دلچسپی

ہے - اور جنہوں نے وہی تعلیم روحانی ذریعہ سے پائی ہے حقیقت میں یہ پیشت ٹھیک ہے۔

جس نے اس کا زخم کھایا ہے اسے معلوم ہے
تیغِ ابرو کی صفت گھائل سے پوچھا چاہیئے

جب آپ باقی علوم سے فارغ ہو چکے - تو جو اتباع رسول اللہ صلعم کی لگن لگی ہوئی تھی - وہ آرام نہ لینے دیتی تھی - یہ شوق دن بدن ترقی پر تھا - کہ کسی اُستاد کامل سے حدیث پڑھی جاوے - تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا پورا اتباع ہو سکے - اس لئے باشارہ جنگلی شاہ صاحب مجذوب دہلی سید نذیر حسین صاحب کی خدمت میں معہ عبید اللہ صاحب غزنوی حدیث پڑھنے کے لئے گئے - یہاں چونکہ صرف علم وفضل کا ذکر ہے - اس لئے صرف اُس سند کو نقل کر دینا کافی ہے - جو آپ نے سید صاحب سے حدیث پڑھ کر حاصل کی - مفصّل بیان آگے آئیگا - اور سند حسب ذیل ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین - امّا بعد فیقول العبد العاجز محمد نذیر حسین عافاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین ان المولوی عبد اللہ المعروف غلام رسول الساکن فی موضع کوجرانوالہ لقیبنی سنہ ۱۲۸۲ھ الھجریۃ وسمع منّی طرفاً من صحیح البخاری ومقدمۃ صحیح مسلم فوجدتہ صاحب القریحۃ الوقادۃ والطبیعۃ النقادۃ وحائز المکارم بالوہم والطہم فعلیہ ان یشتغل بتدریس الاحادیث واقراء کتب الصحاح الستۃ البخاری ومسلم وابی داؤد وجامع الترمذی والنسائی وابن ماجہ وغیرھا من ملحقات الصحاح

کالمشکوٰۃ والشمائل وحصن الحصین والجامع الصغیر وجمع الجوامع وکنز العمال وکتب البیہقی وغیرہا من کتب الاحادیث لانہ لاہل الشروط المعتبرۃ عند اہل الحدیث وتفضل بذالک الھال اللّٰہ لنا بقائہٗ ویسر لنا لقائہٗ وانی حصلت القرءۃ والسماعۃ والاجازۃ لھذا الکتب المذکورۃ من الشیخ الاورع البارع المختص بالمآثر الجلیہ والمفاخر العلیۃ علی الاطلاق مولانا محمد اسحٰق رحمہ اللّٰہ تعالی وھو حصل القرءۃ والاجازۃ لھذا الکتب عن الشیخ الاجل اکرم الشیخ عبد العزیز المحدث الدھلوی وھو حصل القرءۃ والاجازۃ لھذا الکتب عن الشیخ مسند الوقت بقیۃ السلف وحجۃ الخلف ولی اللّٰہ المحدث الدھلوی رحمہم اللّٰہ تعالی وباقی سندہ مکتوب عندہٗ حررہ سنہ ۱۲۷۹ الھجریۃ المقدسۃ فی التاریخ العشرین والربیع الثانی

الراقم العاجز

نشان مہر

سید محمد نذیر حسین

قریباً دس سال میں سند حاصل کرنے کے بعد ۱۲۸۸ھ میں آپ حج کو تشریف لے گئے۔ یہاں چونکہ صرف آپ کے علم وفضل کا بیان ہے۔ اس لئے حج کا مفصل بیان حج کے بیان میں آئیگا۔ مدینہ منورہ میں آپ نے مولوی عبد الغنی صاحب جو کہ بڑے محدث تھے۔ ان کو حدیث سنا کر جو سند حاصل کی وہ بھی بعینہ ہدیہ ناظرین ہے۔ ایسی مدینہ منورہ سے حاصل شدہ حدیث کی سند شائد علماء ہند میں سے کسی کے پاس ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ اولاً واخراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ دائماً وسرمداً۔ اما بعد۔ فقد ورد علی فی المدینۃ المنورۃ الفاضل الفحول مولانا غلام رسول والتمس منی اجازۃ الحدیث والتفسیر وبغیرھما من الکتب المعتمدۃ المذکورۃ اسانیدھا فی حصر الشارد والیانع فاجزت لہ واسال اللہ ولہ التوفیق باتباع السلف الصالحین من الائمۃ والمجتہدین والصوفیہ الصافیۃ المنادبین بالشریعۃ الطاھرۃ رضوان اللہ علیھم اجمعین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

قال بفمہ وکتبہ بقلمہ الملتجی احرم النبی
عبد الغنی بن ابی سعید المجددی الدھلوی

نشان مہر حضرت مسند صاحب

عبد الغنی عفا اللہ

باب چہارم

اصلاح نفس کے لئے سفر کرنا

جب آپ ٹگہ سے صرف و نحو و فقہ تفسیر وغیرہ کی تعلیم ختم کر چکے۔ تو اُستاد صاحب سے رخصت لے کر اپنے گھر تشریف لے آئے۔ دادا صاحب سے سردار میاں سنگھ پڑھتا تھا۔ وہ تایا صاحب کو قلعہ میں لایا۔ مولوی صاحب بھی ساتھ ہی قلعہ میں آ گئے۔ اور یہاں کی بود و

باش اختیار کی۔ مولوی صاحب کے دل میں جو عشق الٰہی کی لگن تھی۔ وہ
چین نہ لینے دیتی تھی۔ چاہتے تھے۔ کہ کوئی اس راستہ کا واقف ملے۔
ہر طرف جویاں تھے۔ آپ نے سنا۔ کہ سوات بنیر میں ایک بزرگ کامل
رہتا ہے۔ ان کے ملنے کے واسطے سفر اختیار کیا۔ بصد مشکل آپ
سوات بنیر پہنچے۔ اخوند صاحب سے ملاقی ہوئے۔ آپ فرماتے تھے
کہ اخوند صاحب بڑے زاہد۔ عابد۔ متقی ہیں۔ لیکن سفت سے ناجواقف
کاکا شاہ صاحب مرحوم کا فیض اور وہ بیج توحید جو دل میں بویا گیا
تھا۔ وہ مخالف پانی سے کب سیراب ہوتا تھا۔ وہ دماغ جو عطر اور
مشک و عنبر کی خوشبو سے معطر تھا۔ اس کو بُوئے سیر کب بھاتی تھی۔
آپ دو روز ٹھہر کر واپس آئے۔ راستہ میں تربیلہ علاقہ ہزارہ میں
ایک گاؤں آتا ہے۔ جب واپسی کے وقت وہاں پہنچے۔ تو آپ
اس جگہ کے ارباب یعنی نمبردار کے مہمان ہوئے۔ نمبردار مذکور حضرت
سید میر صاحب مرحوم کوٹھہ والہ کا مرید تھا۔ اس شخص نے آپ سے
سفر اختیار کرنے کا حال دریافت فرمایا۔ آپ نے کل حال کہہ سنایا
نمبردار نے حضرت میر صاحب کی بہت تعریف کی۔ مولوی جامیؒ نے
سچ فرمایا ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد

سنتے ہی زمام اختیار ہاتھ سے جاتی رہی۔ دل کو قلق اور اضطراب
شروع ہو گیا۔ فرماتے تھے۔ کہ رات مشکل سے کاٹی۔ کس کو نیند
اور کس کو آرام۔ میری عجب حالت تھی۔ جس کو میں بیان نہیں
کر سکتا۔ علی الصبح بعد فراغت نماز روانہ ہوا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ
نے کیا خوب کہا ہے ؎

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست می برد آنجا کہ خاطر خواہ اوست

جس طرح بن سکا بصد دقت وہاں پہنچا - دیکھتے ہی قدرے تسکین ہوگئی
میں نے حضرت صاحب سے سلسلۂ بیعت دریافت کیا - فرمایا "میں
بیعت شدہ سید احمد صاحب بریلوی مرشد مولوی اسماعیل صاحب
شہید کا ہوں - مجھ کو ان سے ہی فیض حاصل ہے" - سنتے ہی دل
باغ باغ ہو گیا - تکان سفر و کوفت راہ بھول گیا - بے ساختہ یہ
اشعار منہ سے نکلے ؎

بہ بیداری ست یا رب یا بخواب ست | کہ جانم زجاناں کامیاب است
بشبہائے سیہ کے بود امیدم | کہ گردد روز زینگونہ سفیدم
شبم را صبح فیروزی برآمد | غم و رنج شبا روزی برآمد
شدم یا نازنین خویش ہمراز | سزد اکنوں کہ بر گردوں کنم ناز
درین محنت سرائی غم چو من کیست | پس از پژمردگی خرم چو من کیست
چہ بودم ماہی در ماتم آب | طپاں بر ریگ فقداں ز زغم آب
در آمد سیلے از ابر کرامت | بدریا برو از ریگم سلامت
کہ بودم گرہے از ظلمت شب | رسیدہ جان زگمراہیم برلب
بر آمد از افق تابندہ ماہے | بگوئے دوستم بنمود راہے
کہ بودم خفتہ بر بستر مرگ | خلیدہ در رگ جاں نشتر مرگ
در آمد ناگہاں خضر اندر من | بآب زندگی شد یاور من

بحمد اللہ کہ دولت یار ہم کرد
زمانہ ترک جاں آزار ہم کرد

مجھے دوبارہ زندگی حاصل ہوئی - پژمردگی جاتی رہی - اتنا مسرور ہوا -
کہ دنیا و مافیہا بھول گیا - کاکا شاہ صاحب والا فیض دوبارہ عود
کر آیا - خشک نہر جاری ہوگئی - حضرت صاحب میری طرف دیکھ
دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہتے تھے کہ یہ عجیب استعداد کا آدمی ہے -

میرے چراغ میں رمق باقی تھی - روغن ڈالا گیا - جو مراد تھی - وہ بر آئی - حضرت سید میر صاحب نے مجھے اُٹھ کر سینہ سے لگالیا۔ (کاکا شاہ صاحب کی نسبت سید صاحب بریلوی سے مل گئی) - اور فرمایا - کہ تیری خوشی کا بھی کوئی حساب نہیں - اور میری خوشی کا بھی کوئی حساب نہیں - مجھے آج تک تیرے جیسا مشتاق سنت کوئی نہیں ملا - الحمدللہ خداوند کریم نے تمہیں بدعتیوں اور بے راہوں سے بچایا" +

حضرت کا فیض مثل موج دریا تھا - کوئی بھی خالی نہیں جاتا تھا - جو حلقہ میں بیٹھ جاتا - یکبارگی اس کے تمام لطائف جاری ہوجاتے - متبع سید الانام بن جاتا - ان کے کشف و کرامات حساب سے باہر تھے - جو شخص بیعت کے لئے جاتا - اوّل اس کے عیوب سے اس کو مطلع کر کے پھر بیعت کرتے - آپ کے وظائف مطابق سنت تھے - اکثر اپنے معتقدین کو وہی فرماتے جو حدیث شریف میں آئے ہیں - چند روز وہاں ٹھیر کر واپس قلعہ میہاں سنگھ تشریف لے آئے - گھر میں کب آرام تھا - خواب و خورش کم ہوگئی - تنہائی اختیار کر لی - اکثر جنگل میں ہی رہتے - اہل و عیال زبردستی روٹی کھلانے کو گھر بلاتے - ہوا و ہوس دُنیا کی جاتی رہی - دُنیاوی بات دل کو نہ بھاتی - طالب علموں کو جواب دیدیا - دل اور زبان پہ ہر وقت ذکر جاری رہنے لگا +

اس زمانہ میں خواجہ سلیمان صاحب تونسوی بڑے مشہور بزرگ تھے - ان کی زیارت کے واسطے تونسہ کو روانہ ہوئے (آپ کی عادت شریف میں تھا - کہ جب گھر میں آتے تو مجھے اور میرے دیگر بھین بھائیوں کو بلاتے اور فرماتے - کہانی سنو - آپ کی شیریں کلامی دل

میں گھر کر جاتی تھی۔ ہم سب کے سب بھاگے بھاگے آتے۔ ہمیں فرماتے "کیوں بھائی ہڈورتی سناؤں یا جگ ورتی"۔ ہم عرض کرتے۔ "ہڈورتی"۔ بس پھر آپ ایسے قصہ جات سناتے، فرماتے تھے۔ جب تونسہ دو منزل رہ گیا۔ ایک گاؤں میں مجھے رات آ گئی۔ وہاں کا امام مسجد بڑا فقیہہ۔ مُحدث تھا۔ روٹی کھلا کر میرا حال دریافت کیا۔ جب اس نے مجھے ذی علم سمجھا۔ مجھ سے چند مشکل مسائل دریافت کئے۔ بعد تسکین خاطر بڑا خوش ہوا۔ اور مجھے کہنے لگا "تونسہ تو ایک بدعت خانہ ہے۔ کفر اور شرک سے بھرا ہوا ہے۔ آپ کا جانا وہاں اچھا نہیں۔ بہتر ہے۔ کہ آپ وہاں نہ جاؤ"۔ ہر ممکن طریقہ سے مجھے وہاں جانے سے روکنے کی کوشش کی۔ میں ہر بات کا جواب دیتا گیا۔ جب مولوی صاحب جوابات سے عاجز آ گئے۔ تو دونوں ہاتھ دعا کے لئے اُٹھائے۔ اور کہا "یا اللہ اگر میں اپنے عقیدے میں سچا ہوں۔ اور وہ شخص ایسا ہے۔ جیسا میں جانتا ہوں۔ تو مولوی غلام رسولؐ کو اس کی ملاقات کا موقعہ نہ دے"۔ حاصل کلام جب میں تونسہ گیا۔ تو خواجہ سلیمان صاحب تونسوی دورہ پر کہیں دور دراز گئے ہوئے تھے۔ میں واپس اس عالم کے پاس آ گیا۔ سرگذشت سنائی۔ وہ بڑا خوش ہوا۔ دوبارہ چند ماہ کے بعد پھر میں تونسہ گیا۔ اور اس گاؤں سے جس میں وہ مولوی صاحب رہتے تھے، تونسہ پہنچا۔ خواجہ صاحب کی ملاقات ہوئی۔ اور میں نے یہ خط لکھ کر پیش کیا:۔

نقل خط جناب والد صاحب جو آپ نے بوقت ملاقات خواجہ سلیمان صاحب تونسوی پیش کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دریغا زندگانی رفت برباد   ز جور نفس کیں امارہ فریاد

منادی میزند کوسِ رواره — که زین دارِ سپنجی راهگرا شو
نباشد دائما این سنبل وگل — نه شورِ قمری و نے سوزِ بلبل
خزاں افتد دریں باغ وبہاری — کند ابر فنائش آب داری
نماند نرگس و نے لاله زاراں — نه این حسن وجمالِ گلعذاراں
کنوں وقت است شو از خواب بیدار — دل اندر یار بند و دست درکار
رہے دور است سامانِ سفر کن — ز پابندیِ این دنیا گذر کن
که چوں برہم زنند این کاروبارت — بزیرِ خاکِ گور افتد گذارت
نباشد پیش رفتی اندر آندم — بجز آهِ فغان وحسرت و غم
بکن کارے که اکنوں وقت کار است — که گلزارِ جوانی نو بہار است
ز جامِ درد دُرد آشامی کن — ز ننگِ نام خود بد نامی کن
اگر با خود روی گردِ زمانه — نیابی از مرادِ دل نشانه
بیا در خدمتِ روشن ضمیرے — ز پا افتادگاں را دستگیرے
مگر نظرے فتد بر حالِ زارت — بہ بخشد از پریشانی قرارت
ولیکن گشته ہر چند آفاق — که از تابِ تواں گردیده طاق
کجا دیدی چناں صاحب کمالے — که فرمائد کرم بر خسته حالے
درِ جذبات بر جانش کشاید — رہِ عشاق ربانی نماید
مگر سر کن رہ تو سه شریفه — که ہست او کان اسرارِ لطیفه
شنیدستم سلیمان جاه شاہے — بملکِ عشق و الا بارگاہے
بیا چوں مقصدت دردِ آلہی است — چو بلبل شور سوزِ صبحگاہی است
دریں آفاق ہر سو غلغل اوست — بدیں گلزار ہر جا بلبل اوست
با فواه عرب افسانه اوست — عجم زآشفتگی دیوانهٔ اوست
عجب نور است از نورِ محمد — قدم راسخ بدستورِ محمد
ز سلطان المشائخ یادگارے — ز فخر الدین رسیده افتخارے

خلیفہ خاص از حضرات چشت است | مبارک پیکر از برکات چشت است
بعالم رفت اوصاف کمالش | باکناف جہاں صیت نوالش
زنار عاشقی آتش برافروخت | زشعلۂ لا علاقہ ماسوا سوخت
غلامانش بچشم تیز بینیاں | زخرو ار ارادت خوشہ چیناں
زاندازہ بروں گردیدہ ظاہر | کمالش راست بسیارے مظاہر
گہ اندر کسوت اتفاق اموال | گہ اندر تسویہ زیں جاہ پامال
گہ اندر دلدہی و دلربائی | بہ تلقین سلوک پارسائی
گہ اندر جذبۂ عشق الہی | گہ اندر بحر عرفاں ہمچو ماہی
مگر قبطی صفت کوران و گمراہ | کہ از بخت نگوں افتادہ در چاہ
کہ آب نیل شاں را ہمچو خون است | مذاق شاں چو صفراوی بون است
شکر شیریں نماید تلخ شاں را | چہ دریا بند ایں حلوائے جاں را
بدست آوردہ ام نقد ارادت | پئے تبدیل انوار سعادت
ندارم جز ارادت ہیچ زادے | بجز درد خدا دیگر مرادے
نہ اوراد و وظائف را خریدار | نہ شیخی و مشیخت را طلبگار
سوال جرعۂ دردا ز تو دارم | کہ از جا در رباید عشق یارم
زملک دور دست اینجا رسیدم | کہ اخلاق و کرامت را شنیدم
اگر باشد نصیبہ من عطا کن | تو ایں درد مرا بارے دوا کن
اگر جائے گر باشد بفرما | بحال خستہ رحمت کن خدا را
بخلوت از ارادت من شنیدہ | تأمل من بچشم کشف دیدہ
بکن رحمے کہ سائل آمدم من
قدم را از ارادت ورزدم من

آپ نے خط سُنکر خوشی ظاہر کی - لیکن میری اور ان کی نسبت نہ ملی - کیونکہ خواجہ صاحب کی حالت موافق سنت نہ تھی - اِن میں بدعات

بہت تھیں - اپنے مریدوں کو تصورِ شیخ سکھاتے تھے - اس کے علاوہ
اکثر وظائف ایسے تھے - جن میں سنت کی بُو نہ آتی تھی - میں ایسی باتوں
کا سخت مخالف تھا - حافظ شیرازی علیہ الرحمتہ نے کیا خوب فرمایا ہے

چہ نسبت است بر ندی صلاح و تقوٰی را   سماعِ وعظ کجا نغمۂ رباب کجا

مجھ پر آپ نے بڑی مہربانی کی - اپنے مجربہ تعویذ اور وظائف سکھائے
اور بلا بیعت ہونے کے مجھے اپنا خلیفہ ہونے کا لقب عطا فرمایا -
چند روز مجھے وہاں ٹھیرایا - مجھ پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اب
تم کو مرید ہونے کی ضرورت نہیں - تم خود لوگوں کو اپنا مرید بنایا کرو -
بعد رخصت میں گھر آیا +

چند روز رہ کر پھر آپ نے ارادہ فتحگڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور
کا کیا - یہاں آپ کے سسرال تھے - اس علاقہ کے لوگوں سے
آپ نے سُنا - کہ موضع بچھے علاقہ تخت ہزارہ میں ایک گاؤں ہے -
وہاں ایک بزرگ ہیں - یہ سب لوگ اُن کے مرید تھے - ولی باکمال سُنے
جاتے تھے - فتحگڑھ سے ہی آپ بُچھے کو روانہ ہوئے - اس وقت سواری
کا کوئی انتظام نہ تھا - نہ ریل نہ موٹر اور نہ یکہ - صرف شوق کی ریل
پر سوار آپ چند یوم میں حافظ صاحب کی خدمت میں موضع مذکور میں
پہنچ گئے - ملاقات کے بعد حافظ صاحب نے فرمایا - کہ میرے پاس
براہ راست آپ کا کوئی حصہ نہیں - مگر ایک مجذوب کی طفیل میرے فیض
کا کچھ حصہ آپ کو ملیگا - حافظ صاحب نے ایک خط لکھکر آپ کو دیا -
اور فرمایا - کہ نام اس کا نامدار قوم کا مارتھ موضع گڑھی اعواناں میں
ملک رحمت خاں کے گھر میں رہتا ہے - برا بھلا کہیگا - آپ نے بُرا
نہ منانا - اور یہ میرا خط اُس کو دیدینا - اور میری طرف سے السلام علیکم
کہدینا - مولوی صاحب رخصت ہو کر اس موضع میں آئے - آپ کے

ساتھ ایک طالب علم کشمیری مطوّل پڑھنے والا تھا۔ آپ کے مناسب حال کیا کسی شاعر نے کہا ہے ؎

مجنوں صفتم در بدر و خانہ بخانہ ٭ شاید کہ بہ بینم رُخِ لیلیٰ بہ بہانہ

اُس گاؤں میں آکر دریافت کیا۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ وہ کہیں باہر بیمار[1] گدھے لیکر چراتا پھرتا ہے۔ جب اس کے قریب پہنچے۔ تو وہ دیکھ کر کہنے لگا۔ یہ تیرے ساتھ والا شخص حرامزادہ ہے۔ اس کو میرے پاس نہ لاؤ۔ دُور چھوڑ کر میرے پاس آجاؤ۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ اس کے والد نے ایک عورت کشمیر سے اغوا کی۔ یہ نطفہ قبل از نکاح ہے۔ کچھ اور بھی کہا جو اس کے لائق تھا۔ غرض جب مولوی صاحب مجذوب کے قریب ہوئے۔ حافظ صاحب کا خط اور سلام دیا۔ اپنی گودڑی بچھا کر مولوی صاحب کو اس پر بٹھایا۔ اور بڑی عزت سے پیش آیا۔ بعدہٗ اُس نے زمین پر ہاتھ مارا۔ اور کہا۔ چلا جا گوشت روٹی اور پلاؤ بہت ہے۔ خود کھاؤ اور لوگوں کو کھلاؤ (جو آپ کے پاس آویں) پھر ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ کہ نہیں نہیں۔ اتنی فراخی سے نفس سرکش ہوجاتا ہے۔ پھر زمین پر زور سے ہاتھ مارا اور کہا۔ کہ ایک وقت گوشت روٹی اور پلاؤ۔ اور دوسرے وقت دال روٹی۔ خود بھی کھاؤ اور لوگوں کو بھی کھلاؤ۔ ایک بڑا شخص نکال کہ کہا کہ کون ہے۔ جو

[1] اس بزرگ کی عادت تھی۔ کہ جب لوگ اپنے گدھوں سے خوب محنت کا کام لے کر بے کار اور دُبلے کر کے چھوڑ دیتے تھے۔ تو آپ از راہِ عنایت سب کو اکٹھا کر کے جنگل میں محض لوجہ اللہ چرایا کرتے تھے۔ جب گدھے پھر کام کے لائق اور تندرست ہوجاتے تھے۔ تو مالک ان کو لے جایا کرتے تھے۔ اور دوسرے بیکار شدہ چھوڑ جاتے۔ یہی سارا دن آپ کا کام ہوتا تھا +

میری مہر لگائی ہوئی کو مٹا دے۔ مولوی رومی نے کیا خوب کہا ہے

گفتہ او گفتۂ اللہ بود ۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

آپ فرماتے تھے۔ کہ اس روز سے میرا شوق ترقی کرتا گیا میری شہرت بھی شروع ہو گئی۔ کثرت سے لوگ میرے پاس آنے لگ گئے۔ لیکن مجھے حضرت صاحب کو ٹھہ والا کا شوق ملاقات آرام نہیں لینے دیتا تھا۔ آپ کے حسب حال کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

پھروں میں یار کے غم سے مثال قیس دیوانہ ۔ لگن میں یار کے اپنے دیا ہے چھوڑ کاشانہ

گھر آکر پھر ارادہ مصمم اس طرف کا کیا۔ اور سفر کی تیاری کرنے لگے میرے بھائی بند کہتے تھے۔ کہ یہ مجنون ہو گیا ہے۔ یا اس کے پاؤں کو چکر آ گیا ہے یا آسیب زدہ ہے۔ یہ سکندر کی طرح آبحیات کی تلاش میں ہے۔ بھلا بلا قسمت کہاں ملتا ہے۔ یہ طعن اور ملامت میرے شوق کو زیادہ کرتے۔ اور میری آتش شوق پر تیل کا کام کرتے۔ مولوی جامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے

ملامت شحنۂ بازار عشق است ۔ ملامت صیقل بازار عشق است

آپ نے اپنی حالت سسی پنوں میں خود مختصراً تحریر کی ہے۔ وہ بعینہٖ ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں:۔

نظام الدین خادم جد مغفور ۔ فضیلت موں ہویا ہر طرف مشہور
ریاضت تے سخاوت موں یگانہ ۔ بکسر نفس بے مثل زمانہ
خزانہ فیض دی کنجی زباں سی ۔ نظامی گنجوی ثانی بیاں سی
کیا مجھ پر کرم سے اک نظارہ ۔ ہویا غفلت دا پردہ پارہ پارہ
کیتی ہیں پر کرم سینی عنایت ۔ ہوئی تحصیل کرنیدی ہدایت
انہاندے بعد حضرت قبلہ گاہی ۔ رحیم بخش میرے تکیہ گاہی
عجیبہ حسن صورت لباس مٹھے ۔ تعالی اللہ چہ دور اندیش دانا

کیتی اشفاق تے وافر عنایات — بھیجا لاہور ہیں دے خرچ حاجات
بخدمت مولوی صاحب یگانہ — جو سن ممتاز فضلائے زمانہ
جو ساکن موضع بگہ شریف است — غلام محی الدین اسم لطیف است
دوجے حضرت میرے ہین احمد الدین — دونوں بھائی مبارک فیض آئین
کیتو نے علم دینی دی ہدایت — میرے پر لطف و شفقت بے نہایت
جو کس سنہ نال اتھا نوں صلاحیں — نگہ بیٹھا کراں ہر دم دعائیں
ہویا پھر صوفیانہ شوق غالب — پھراں اس درد دا ہر طرف طالب
محرم ماہ موں سراندے آثار — گیا سو تیرھویں تھیں سٹھ پر چار
غلام ایہہ پر گناہ بے چارہ گمنام — طلب دے درد نے چھوڑا نہ آرام
ہوا آخر موں آوارہ وطن سے — نہ خویشاں سے خبر نہ خویشتن سے
چلا جذبہ الٰہی موں گرفتار — بحضرت صاحب کوٹھہ کے دیدار
انہاں روزاں ہیں آیا شوق غالب — پھراں اس درد دا ہر طرف طالب
حکایت عاشقانہ بہت بھاوے — کہانی عشق دی دلنوں سکھاوے
خصوصاً بات سسی دی زیادہ — کرے سوزاند دروازہ کشادہ
اسے کارن وچھوڑیدی حکایت — تھلاندا ایہہ چہ رلیندی روایت
لکھی اول ہیں درداندی کہانی — ہوئی باقی موں سسی بارثانی

لکھا ہیں درد اپنے دا فسانہ
سسی پنوں دا قصہ کر بہانہ

دو روز ہی ٹھہرے ہوں گے ۔ کہ صاحبزادہ محمد اعظم کابلی المعروف بہ عبد اللہ الغزنوی کوٹھہ ہیں تشریف آور ہوئے ۔ جب آپ کی حضرت سید میر صاحب سے آنکھیں چار ہوئیں ۔ تو محبت نے ایسا جوش کیا ۔ اور ایسا بے خود ہو کر ان پر گرے ۔ جیسے پانی پر پیاسا یا معشوق پر عاشق یا بھورا یا شمع پر پروانہ ۔ حضرت صاحب کوٹھہ والا نے بھی آپ کی بڑی عزت کی ۔

دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ عبد اللہ صاحب نے بھی حضرت صاحب کوٹھہ والا
سے بیعت کی۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ عبد اللہ صاحب نے محض اس سلسلہ میں
داخل ہونے کے واسطے بیعت کی ہے۔ ورنہ ان کو ضرورت بیعت کی نہ تھی
آپ نے عبد اللہ صاحب سے رشتہ اخوت باندھا۔ ایک روز دونوں صاحب
حضرت صاحب کوٹھہ والا کے پاس بیٹھے تھے۔ کہ حضرت صاحب نے مولوی
صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ تیرے اور عبد اللہ کے درمیان اخوت
کا نور عجیب طرح کا آتا جاتا ہے۔ تم دونوں کو دیکھ کر مجھے بڑا حظ حاصل ہوتا
ہے۔ خداوند کریم تم دونوں کی محبت میں ترقی دے ۔

چند روز دونوں صاحب کوٹھہ شریف ٹھیر کر قلعہ میہاں سنگھ (یعنی اپنے
مسکن) کو روانہ ہوئے۔ جب گجرات (پنجاب) کے قریب پہنچے۔ تو مولوی
عبد اللہ صاحب نے فرمایا۔ کہ مجھے یہاں ایک مجذوب کی خوشبو آتی ہے
وہ ملنے کے قابل ہے
رستہ میں ہی ارادہ حدیث پڑھنے کا کر لیا تھا۔ اور یہ قصد بھی تھا۔ کہ دہلی
جا کر حدیث پڑھی جاوے۔ سو اسی خیال کو دل میں لئے ہوئے مجذوب کی
طرف روانہ ہوئے۔ تاکہ اس سے دریافت کریں کہ حدیث کہاں سے پڑھیں
اس مجذوب بزرگ کا نام جنگو شاہ تھا۔ جب آپ اس طرف روانہ ہوئے۔
تو وہ اپنے حاشیہ نشینوں کو کہنے لگا۔ کہ دیکھو دو شخص محمدی نمونہ صحابہ کرام
چلے آتے ہیں۔ مجھے کوئی کپڑا پہنا دو۔ اور ان دونوں کے لئے فرش
کر دو۔ جب آپ اس بزرگ کے قریب پہنچے۔ تو سائیں جنگو شاہ نے اٹھ
کر استقبال کیا اور بٹھا لیا۔ دہلی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ حدیث اس طرف
ہے۔ یہ سنکر اس کے پاس کے لوگ حیران تھے۔ کہ یہ کبھی کسی سے مخاطب
نہیں ہوا۔ آج ہوش و حواس کی باتیں کرتا ہے۔ جب مولوی عبد اللہ صاحب
و مولوی صاحب واپس آنے لگے۔ تو کہنے لگا۔ کہ لباس دیکھ کر نہ بھول جانا

وہ شخص مسکین صورت ہے۔ اور اس کا نام سید نذیر حسین ہے۔ اس سے پڑھنا۔ یہ سُن کر ان کی پوری تسلی ہو گئی۔ پھر وہاں سے چل کر قلعہ میہاں سنگھ پہنچے۔ اور آتے ہی مولوی عبداللہ صاحب نے فرمایا۔ کہ مجھ کو اللہ کی طرف سے معلوم ہوا ہے۔ کہ چند ماہ ٹھیر کر پٹنے کو جاؤں +

چونکہ مولوی عبداللہ صاحب تھوڑے ہی عرصہ سے اپنے وطن سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ اور ان کا بھی کسی جگہ قیام کرنے کا ارادہ تھا۔ اور مولوی صاحب کو حضرت صاحب کوٹھ والا نے فرمایا تھا۔ کہ تم لاہور جا کر ٹھیرو۔ اور وہاں وعظ کیا کرو۔ اس لئے مطابق فرمان کے دونوں صاحب ہی لاہور چلے گئے۔ چند روز لاہور ٹھیر کر امرتسر چلے گئے۔ باغوالی مسجد میں حافظ محمود صاحب کے پاس اقامت کی۔ حافظ صاحب بھی ان کی بیعت سے مشرف ہوئے +

باب پنجم

تاثیر وعظ اور حق گوئی

امرتسر چند روز رہ کر مولوی صاحب واپس لاہور آ گئے۔ اور ایک مسجد میں جو نکیہ سادھواں میں ہے۔ اقامت کی۔ وہاں رہ کر آپ نے وعظ کہنا شروع کیا۔ لاہور میں آپ کے وعظ کی بہت شہرت ہوئی۔ کیونکہ آپ کی تقریر نہایت شستہ ہوتی تھی۔ اور آپ ہر مطلب کو اس عمدگی سے بیان فرماتے تھے۔ کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے مولنا صاحب کی تقریر اور بیان مشہور انام تھا۔ اور یہ بات تمام لوگوں

ہیں مشہور تھی۔ کہ "مولوی صاحب نے وہ طرز بیان اختیار کیا ہے۔ کہ ان کے وعظ سے ہر مذہب و ملت کا شخص خوش ہو کر اُٹھتا ہے" مولانا صاحب کی تقریر نہایت ہی پُر اثر تھی۔ وعظ میں مجمع عام ہوتا تھا۔ چونکہ لاہور ایک دار العلوم ہے۔ اس لئے ہر قسم کا آدمی وہاں پایا جاتا ہے علماء گھروں سے ارادہ کر کے جاتے تھے۔ کہ مولوی صاحب کی وعظ میں مخالفت کرینگے۔ لیکن وہاں سوائے خاموشی کے کسی کو یارا نہ ہوتا تھا سامعین میں سکوت سلطنت کرتا تھا۔ کیا مجال تھی۔ کہ وعظ میں کوئی کسی کی طرف اشارہ بھی کرے۔ علماء نے اپنے اپنے طالب علم مولوی صاحب کا علم معلوم کرنے کے لئے مختلف اوقات میں آپ کے پاس بھیجے۔ آخر کار علمیت کے قائل ہو گئے۔

جب وعظ مؤثر ہونے کا بہت چرچا ہوا۔ تو وہ لوگ جو کبھی کسی کا وعظ سننا پسند نہ کرتے تھے۔ وعظ میں آنے لگے۔ اس زمانہ میں ایک مولوی مسمّٰی غلام محمد صاحب وہاں رہتے تھے۔ ہاتھ میں سونے کے کنگن رکھنے کے علاوہ مونچھیں بھی خلاف شرع لمبی لمبی سکھوں کی طرح رکھتے تھے۔ بہت علماء ان کے پاس جا کر ان کی لبوں کے خلاف شرع رکھنے اور سونے کے کنگن پہننے کے بارے میں بحث کر چکے تھے۔ اور زک اُٹھا چکے تھے۔ مولوی غلام محمد صاحب کا دعوےٰ تھا۔ کہ مجھے کوئی عالم ان ہر دو چیزوں کی حرمت کا قائل کر دے۔ تو میں اسی وقت کنگن بھی اُتار دوں۔ اور لبیں بھی کٹوا دونگا۔ اتفاقاً ایک دن وہ بھی مولوی صاحب کی وعظ میں آ گئے۔ یہ بھی اُن کی حالت سے واقف تھے۔ مولوی صاحب نے آیات اور احادیث ان دونوں قباحتوں کی مذمت کے بارے میں بیان کرنی شروع کیں۔ عین وعظ میں مولوی غلام محمد صاحب نے کنگن تو خود اتار لئے۔ اور مجلس میں ہی اُٹھ کر آواز بلند کہہ دیا۔ کہ کوئی حجام

اس مجمع میں ہو تو میری لبیں مولوی صاحب کے فرمان کے مطابق بنا دیوے - یہ سُنکر مولوی صاحب نے اپنے ہاتھ سے ان کی لبیں درست کیں +

جب یہ قصہ مشہور ہُوا - تو غیر مذاہب کے لوگ بھی وعظ میں آنے لگے - کوئی وعظ خالی نہ جاتا تھا - جس میں غیر مذاہب کے متعدد آدمی مسلمان نہ ہوتے +

لاہور میں ایک بڑا معزز اور نامی عالم تھا - ہر فرد و بشر اس کا لحاظ کرتا اور ادب سے پیش آتا تھا - مولوی صاحب مرحوم (مولوی غلام رسول صاحب) کے جدّ امجد مولوی حافظ نظام الدین صاحب خادم کا شاگرد تھا - اس کے بیٹے سے کوئی گناہ کبیرہ ہو گیا - محلہ والوں نے مشورہ کیا - کہ علماء لاہور میں سے اس کے حق میں کوئی حق ظاہر نہ کریگا - بہتر ہے کہ یہ مسئلہ مولوی غلام رسول صاحب قلعوی سے دریافت کیا جاوے - کیونکہ آپ بڑے حق گو ہیں - چند آدمی جمع ہو کر خدمت میں حاضر ہوئے - اور صورت مسئلہ پیش کی - مولوی صاحب نے حکم شرعی سُنا دیا - اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا - کہ جب تک وہ عام مجلس میں تائب نہ ہو - اس کے ساتھ برتاؤ منع ہے - ساتھ ہی یہ رباعی پڑھی

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ ناامیدی نیست
صد بار گر توبہ شکستی باز آ

دریافت کرنے والوں نے کہا کہ حضرت وہ آپ کے شاگرد کا بیٹا ہے - آپ نے فرمایا - کہ شریعت میں کسی کی رعایت نہیں - امیر و غریب شاگرد اور اُستاد دائرہ اسلام میں سب یکساں ہیں - اس کے باپ رات کو مولوی صاحب کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ آپ کے فتویٰ میں میری بڑی ہتک ہے - آپ مہربانی فرما کر اپنا فتویٰ واپس لے لیں - مجھے آپ کا بڑا

لحاظ ہے۔ کیونکہ آپ میرے اُستاد زادہ ہیں +

مولوی صاحب نے فرمایا کہ بڑا افسوس ہے کہ ایک عالم اور مسئلہ کے واقف شخص سے دین کے مقابلہ میں دنیا کی ترجیح کا لفظ نکلے۔ اور یہ کہے کہ میری خاطر یا میری عزّت کی خاطر اس مسئلہ دین کو بدل دو۔ اگر کوئی دنیا دار ہوس دنیا میں مبتلا ہو۔ تو اس قدر قابل نفرین نہیں ہے۔ لیکن وہ شخص یا وہ گروہ جو تارک الدنیا مشہور ہو۔ اور پھر جائز و ناجائز کی شناخت نہ کرکے یا حلال وحرام کی تمیز نہ کرکے دُنیا کے کاموں کو چلانے میں محو ہو جائے۔ وہ کس قدر قابل نفرین ہے۔ بڑا غضب یہ ہے کہ ایسے لوگ جنہوں نے جاہلوں کی نگاہ میں اپنا ظاہر درست بنایا ہے۔ اور زیادہ پوجے جاتے ہیں۔ ان کے ضعف اسلام کی ایک یہی بڑی نشانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے ایک چھٹا ہُوا رند ہزار درجہ بہتر ہے۔ جیسا کہ حافظ صاحب نے فرمایا ہے ؎

حافظا مے خور و رندی کن و خوشباش و لے

دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

کیونکہ خواہ وہ برملا بازار میں کھڑے ہو کر شراب پیئے اور خواہ زنانِ بازاری کے پاس ظاہر طور پر جاوے۔ اس کو خرابی میں دیکھ کر کوئی بھی ان کی طرف رجوع نہیں کریگا۔ نہ اس کی تقلید کسی فعل میں کریگا۔ بلکہ اسے سخت حقارت کی نظر سے دیکھیگا۔ رند آدمی جو گناہ کرتا ہے۔ اس میں صرف اس کی ذات کو مضرت پہنچتی ہے۔ مگر ایسا شخص جو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اپنا ظاہر درست کرے۔ پانچ وقت کی نماز اس کی ناغہ نہ ہو۔ وظیفہ وظائف کا ہر دم چرچا رکھے۔ اور اللّٰہ ھو کے سوا دوسرا لفظ نہ کہے۔ خوب سمجھ لو کہ ایسا شخص بھولے بھالے مسلمانوں کے لئے کالا ناگ ہے جس کا کاٹا کبھی نہیں بچ سکتا +

Marfat.com

مولانا نے لاہوری مولوی کو اس قدر وعظ تو کیا۔ مگر ان کے کان پر جوں نہ رینگی مولانا روم فرماتے ہیں ؎

لیک استغفار ہم در دست نیست ۔ نقل توبہ ذوق ہر سرمست نیست

مولوی صاحب نے پھر بھی کہا۔ کہ بہتر یہی ہے۔ کہ مجلس عام میں توبہ کر دیوے۔ دین اور دنیا دونوں کی عزت افزائی ہوگی۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

زاری بیارگاہ خدا کن نہ پیش خلق ۔ قانع بیاس باش ہمیں است عز و ناز

جب لاہوری مولوی نے مسئلہ واپس لینے پر اصرار کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرے گھر کا حکم نہیں۔ یہ حکم رسولی ہے۔ اس میں لحاظ کی صورت نہیں ہو سکتی۔ مولوی لاہوری نے کہا۔ کہ حضرت میں تو ضرورت کے واسطے ایسا کر ہی لونگا۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ میں بدلہ لئے بغیر نہیں رہونگا یہ کہا اور چلدیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ دیکھو۔ ایک تو آپ سے غلطی ہوئی۔ دوسرا آپ تائب نہیں ہوتے۔ خدا کی شان۔ ہٹ و اصرار کرنے کے علاوہ اگر میرے کہنے پر عمل کریں۔ تو سب سے بہتر ہوگا۔ مولانا روم نے کیا حسب حال فرمایا ہے ؎

گر بنا لید و مستغفر شدے ۔ او ز رفتہ از کرم ظاہر شدے

لاہوری مولوی صاحب بدلہ لینے کی ٹھان کر چلے گئے۔ اور اسدن سے میل جول بند کر دیا۔ اور مولوی صاحب کے برخلاف پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں کے سامنے مولوی صاحب کو وہابی کا خطاب دیکر پکارتا۔ اور مولوی صاحب سے بدظن کرتا۔ لیکن آپ کو کوئی پرواہ نہ تھی اور کبھی خیال تک نہ کرتے کہ کیا کر رہا ہے۔ بعض معزز اشخاص کے سامنے لاہوری مولوی صاحب یہ بھی کہتے۔ کہ اگر مولوی غلام رسول میرے پاس آکر صلح کر جائے۔ تو میں ویسا ہی غلام ہوں ؟ مگر یہاں سو اسے

خداوندکریم کی رضامندگی کے کسی کی ضرورت نہ تھی - یہ صحیح ہے - کہ حق کو زوال نہیں - حق ہمیشہ غالب ہوتا ہے - کبھی مغلوب نہیں ہوتا - گو چند روز کے لئے کذب اپنی چمک دکھاتا ہے - اور کوتاہ بینوں کو یہ دکھائی دیتا ہے - کہ اس کی چمک میں صدق کی جھلک ہے - لیکن نہیں لبعد ازاں اس کی چند روزہ زندگی خود بخود شہادت دیتی ہے کہ ناحق کو فنا ہے اور حق کو بقا - اگر صداقت کو سات پردوں میں بند کر دیا جاوے تب بھی اس کا جلوہ ضرور دکھائی دیگا - چاند پر خاک ڈالو - اور اس کو گردآلود کرلنے کی کوشش کرو - سوائے ندامت کے کچھ حاصل نہیں ہوگا - خاک منہ پر پڑے گی - لوگ پاگل اور دیوانہ کا خطاب دینگے - ہزاروں ریفارمر دنیا میں ہر ملک اور ہر قوم میں پیدا ہوئے - ان کے ساتھ ان کی قوم نے زیادتیاں کیں - یہی حال مولوی صاحب مرحوم کے ساتھ ہوا - بڑی بڑی زیادتیاں کی گئیں - چونکہ آپ ارادے کے پکے تھے اس لئے اپنے کام میں مستعد رہے - لوگوں کو حق سنانے میں ذرا بھی قدم پیچھے نہ ہٹایا - توحید کا بیج بو دیا - بو دا اپنا - پھلا پھولا - اور اس کا پھل آج تک ہم کھا رہے ہیں - نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو مظالم بت پرستوں نے توڑے تھے - اس کی نظیر تمام دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی طائف میں آپ پر کمینے آدمیوں کا سنگ باری کرنا - آپ کا زخمی ہو کر واپس چلے آنا پھر بھی ان لوگوں کے لئے ہدایت کی دعا کرنا اور مخالفوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کوشش کرنا - مخالفین کی ظالمانہ روش کا بالکل دل میں خیال نہ لانا - مخالف اور موافق سے نہایت خلق اور انصاف سے پیش آنا آپ کی کامیابی کا ممد ہوا - ابن اسحاق کا قول ہے "اگر کوئی شخص ناکامی میں کوشش کئے جائے - اور دل نہ ہارے - تو آخر وہ ناکامی بھی کامیابی سے بدل جاتی ہے" - خداوندکریم نے خود قرآن شریف

ہیں شہادت دی ہے "کہ میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں"۔ بردباری
عاجزی اور انکساری خلیق ہونا اور اپنے فرض کی انجام دہی میں سرگرم رہنا۔
ایک زبردست مقناطیسی کشش رکھتا ہے۔ جو مخالفین کو ایک نہ ایک
دن جبراً اپنی طرف کھینچ لاتا ہے +

اس میں شک نہیں۔ کہ بہت عرصہ تک لاہور میں مولوی صاحب
کے معتقدین اتنے کم رہے۔ کہ جن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا تھا۔ مگر
اس ناکامی سے مولوی صاحب کی بالکل دلشکنی نہ ہوئی۔ ایک دن آپ
مسجد چینیانوالی میں وعظ فرمانے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک
بوڑھا شخص راستہ میں ملا۔ اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگا۔ "اے ہمارے نوجوان
ہادی تو اس طرح راہ حق دکھانے میں کوشاں ہو۔ اور تیری کوشش
رائیگاں جاوے۔ افسوس کیسے سنگدل لوگ ہیں۔ جو تیری بات نہیں
سنتے۔ اگر سنتے بھی ہیں تو اس پر عمل نہیں کرتے"۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا
"ہر کام بتدریج ہوتا ہے۔ صدیوں کی خرابی دُور ہونے کے لئے کچھ عرصہ
درکار ہوتا ہے۔ یکایک سنگلاخ زمین میں بیج ڈال کر بار آور ہونے کی امید
رکھنی اس طرح ہے جس طرح ہوا پر نقش کرنا"۔ بوڑھے بزرگ نے کہا۔
"تو قطعی کامیاب ہوگا"۔ اور آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر یہ دعا دی۔ "اے
نوجوان۔ خداوند کریم تیری عمر میں برکت دے۔ اور تجھے تیرے ارادوں
میں کامیاب کرے۔ دوسرے راہ گیر نے زور کے ساتھ آمین کہا۔ یہ دعا
فوراً قبول ہوئی۔ اور اس کا اثر دو گھنٹہ کے بعد ظاہر ہو گیا۔ آپ وحدانیت
پر ایک پُر اثر اور پُرجوش لہجہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ اور ربانی مطالب کو
حل فرما رہے تھے۔ کہ دوران وعظ میں ہی سامعین میں سے تقریباً
دو سو آدمیوں نے بآواز بلند کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ شرک اور بدعت سے
تائب ہوئے۔ اور آئندہ کے لئے عہد کیا۔ کہ ہم اپنی حاجتوں کے لئے

سوائے خداوند تعالےٰ کے کسی کو نہ پکارینگے۔ تائب شدہ گروہ میں مختلف مذاہب کے آدمی تھے۔ زیادہ سکھ تھے۔ کچھ انگریز۔ کچھ ہندو۔ اور کچھ ہلاک خور تھے +

مطالب قرآنی میں بے شک زبردست اثر ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے اثر کا دوسروں پر پر تو ڈالنے کے لئے زبان کی خصوصیت بھی درکار ہے۔ جیسا سانچہ ہوگا۔ ویسے ہی پرزے ڈھلیں گے۔ جب خدا کی لازوال قوتوں پر دل میں یقین ہو۔ اور جو کچھ زبان سے نکلے۔ اس پر عمل ہو۔ پھر تاثیر خود بخود سامعین پر ہوگی۔ چونکہ مولوی صاحب میں یہ دونو صفتیں موجود تھیں۔ اور عالم با عمل تھے۔ اس لئے ان کی زبان سے کلمات نکلے ہوئے سامعین پر اپنا اثر دکھائے بغیر نہ رہ سکتے تھے +

آپ کے وعظ میں ہمیشہ مشہور علما اور بڑے بڑے فارغ التحصیل طلبار اس خیال سے آتے۔ کہ ہم فلاں مسئلہ پر بحث کرینگے۔ لیکن وعظ سُننے کے بعد کسی کو یہ یارا نہ ہوتا۔ کہ بجز تسلیم اور کوئی کلام کرے۔ سب کے سوالوں کے جواب وعظ میں ہی آپ بیان فرما دیتے۔ بارہا تجربہ کے بعد لوگوں کا اتفاق ہوگیا۔ کہ مولوی صاحب ولی اللہ ہیں۔ جو سائل جاتے ہیں سب کے مطالب وعظ میں حل ہو جاتے ہیں۔ چون وچرا کی گنجائش نہیں رہتی۔ آپ کا کوئی وعظ خالی نہ جاتا۔ جس میں متعدد آدمی غیر مذاہب کے اسلام نہ لاتے +

لاہوری مولوی صاحب کی بدزبانی اور مخاصمت کا الٹا اثر ان کے گروہ پر پڑا۔ وہ محمدی دائرہ کی طرف رجوع ہونے شروع ہوگئے۔ انہوں نے قبروں پر سجدہ کرنا چھوڑ دیا۔ نذر و نیاز لغیر اللہ دینی ترک کر دی۔ بدعات سے توبہ کی۔ جو لوگ شرک اور بدعت میں زیادہ پختہ تھے۔ وہ آپ کے وعظ میں ارادۃً آنے سے پرہیز کرتے۔ مبادا کہ ہم پر مولوی صاحب کے

وعظ کا اثر پڑجائے۔ اس قدر ترقی ہوتے دیکھ کر مولوی صاحب لاہوری کی آگ حسد زیادہ بھڑکتی۔ مولٰنا روم نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

آنکہ صبّاغِ نکو خمِّ قضا | کرد صباغی بجسب جا بجا
پس حسد بر مرد نبود بر قضا است | با قضا استیزہ ور زیدن خطا است
بو ہریرہ گفت کایں نار حسد | چوں حطب اعمالِ حسنہ را خورد
الاماں یا رب من نارِ الحسد | اِنَّہٗ اَلْحَرُّ شَدِیْدٌ فِی الْکَبِد

یوں ہی مولوی لاہوری ہر وقت اپنا جگر و جان حسد کی آگ سے جلاتے رہتے اور برائی کی تدبیریں سوچتے۔ لیکن کوئی کارگر نہ ہوتی۔ ادھر مولوی صاحب مرحوم کے معتقدین میں روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ حافظ شیرازیؒ نے فرمایا ہے ؎

حافظ مباش در پئے آزار و ہر چہ خواہی کن | کہ در شریعتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ موضع گلوالہ کو جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک گاؤں بجہ مل آتا ہے۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ ایک جگہ بہت سی خلقت جمع ہے۔ اور ڈھول بج رہا ہے۔ مولوی صاحب نے کھڑے ہوکر ایک شخص سے اجتماع کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا۔ کہ نمبردار کا بیٹا چیچک سے لاچار ہے۔ اس وجہ سے وہ ماتارانی کی پوجا کر رہے ہیں آپ مجمع کے قریب پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ اور وعظ کہنا شروع کیا۔ وعظ کا سننا تھا۔ کہ لوگوں نے ماتارانی کو گرادیا۔ اور آئندہ کے لئے اس امر شنیع سے تائب ہوئے +

مولوی صاحب کا کوئی وعظ ایسا نہ ہوتا۔ کہ آپ کے وعظ میں دس پانچ ہندو رسکھ مسلمان نہ ہوتے

مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المرزا قادیانی جب وہ زاہ راست پر تھے۔ اور جموں میں تھے ہیں بھی (مؤلف سوانح عمری) ان کے پاس

قانونچہ ۔قطبی اور میر قطبی پڑھتا تھا ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ۔ کہ انہوں نے کہا کہ اگر قرآن مجید بیان کیا ہے تو مولوی غلام رسول صاحب قلعہ والوں نے ہی کیا ہے ۔ جیسے اصحابؓ کہتے تھے ۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرماتے ۔ دوزخ ۔ بہشت اور قیامت کا ذکر کرتے ۔ تو ہماری ایسی حالت ہوتی ۔ کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہے ہیں ۔ واللہ باللہ میں نے بھی مولوی صاحب کا وعظ کئی دفعہ سُنا ۔ میری اور دیگر سمجھدار لوگوں کی بھی یہی حالت ہوتی ۔ جیسی اصحابؓ کی ہُوا کرتی ۔ عرب ۔ عجم ۔ پنجاب ۔ ہندوستان وغیرہ ممالک کا میں نے سیر کیا ہے ۔ مگر ایسا مؤثر بیان میں نے کبھی نہیں سُنا ۔

باب ششم

مولوی صاحب کا دہلی کی طرف سفر کرنا اور ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی

مولوی صاحب یکہ میں سوار ہو کر ہفتہ کے دن لاہور پہنچے ۔ اور لوگوں کو فائدہ پہنچایا ۔ آپ کی صحبت لوگوں کے دلوں کو کھینچ لیتی تھی ۔ اور انکسار اور عاجزی کے دروازے دلوں میں کھولتی تھی ۔ پھر اس جگہ سے امرتسر پہنچ کر مسجد باغوالی میں حافظ محمود صاحب سے مشرف ہوئے ۔ اور غافلوں کے دلوں کے زنگ کو توجہات سے اُتار کر ۔ پھر امرتسر سے یکہ میں سوار ہو کر آٹھ روز میں دہلی پہنچے (مولوی صاحب سید نذیر حسین صاحب محدث مولوی اسحاق صاحب کے شاگرد ہیں)

ان کے مدرسہ میں آئے - اور بخاری شریف پڑھنی شروع کی -
مولوی عبد اللہ صاحب نے آپ کے ساتھ بخاری کا سننا شروع کیا
مولوی نذیر حسین صاحب چونکہ بے تکلّف آدمی تھے - اور اپنے
کام خود بخود کر لیتے تھے - اور کسی خاص وضع کے پابند نہ تھے - اس
لئے آپ ان کو پسند فرماتے +

لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا - کہ مولوی صاحب لاہوری جن کا شہرہ
ہم سنتے تھے اور جن کے ہاتھ پر لوگ اکثر مسلمان ہوتے تھے - وہ یہاں
حدیث پڑھنے کے واسطے آئے ہیں - بہت لوگوں نے آکر وعظ کے
لئے کہا - حتٰی کہ شہزادہ صاحب نے بھی سید صاحب سے سفارش کی -
کہ مولوی صاحب سے وعظ کرایا جاوے - مولوی صاحب نے مان
کیا - لال قلعہ میں وعظ ہُوا - آپ کے استاد صاحب بھی ہمراہ گئے -
اہل علم کلہم مخالف و موافق شریک وعظ تھے +

۱۶ - رمضان المبارک ۱۲۷۲؁ ہجری کو آزادی کی جدوجہد جسے
غدر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے - شروع ہو گئی - اور رفتہ رفتہ
یہ لہر تمام ہندوستان میں پھیل گئی - مولوی عبد اللہ صاحب واپس
لاہور آ رہے تھے - اور لاہوری دروازہ کے باہر شاہدرہ تک
مولوی صاحب کو رخصت کرنے کے لئے ہمراہ تھے - الوداعی باتیں ہو
رہی تھیں کہ سامنے ایک انگریز عورت نیم جان مجروح پیاسی بلکتی نظر آئی - دونوں
صاحبوں کو خیال آیا - کہ انسانی ہمدردی اسی کا نام ہے - کہ اس
بیچاری کی جان بچائیں - آپ نے یہ فرمایا - کہ خبر نہیں -
کب تک یہ ہندوستان غلامی میں رہے - کیونکہ لوگ بچوں اور
عورتوں پر ظلم کرنے لگ گئے ہیں - جو اسلامی قانون کے خلاف ہے +

لوگ چونکہ زیادہ جوش میں تھے - اس لئے آپ کو یہ خیال پیدا

ہُوا۔ کہ میم کی جان بچاتے بچاتے ہم کو کسی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ بس یہ تجویز کی۔ کہ اس کو مردانہ لباس میں یہاں سے لے جانا چاہیئے۔ اسی تجویز پر متفق ہو کر مردانہ لباس میں میم کو حجرۂ مسجد میں لاکر علاج کرنا شروع کیا۔ اور خوب تیمارداری شروع کی۔ بستر کرکے زخموں کو دھو کر مرہم پٹی کی۔ پانی پلایا۔ بصد مشکل میم کو ہوش آیا۔ دریافت سے معلوم ہُوا۔ کہ وہ کرنیل کی بیوی ہے۔ رات کو چند آدمی مسجد میں تلاشی کرنے کی خاطر داخل ہوئے۔ اور پوچھا۔ کہ یہ کون ہے۔ مولوی صاحب نے کہدیا۔ کہ کوئی مسافر مریض ہے۔ وہ لوگ یہ جواب سُن کر چلے گئے۔ میم چند دنوں میں صحت یاب ہو گئی اور چپکے سے اپنے گھر پہنچا دی گئی۔ میم نے بہت اصرار کیا۔ کہ بطور یادداشت چٹھی لے جاؤ۔ تاکہ بعد امن و امان آپ کی خدمت کا بدلہ آپ کو مل سکے۔ لیکن مولوی صاحب نے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ کہ ہم نے تمہاری خدمت کسی طمع یا لالچ پر نہیں کی۔ محض انسانی فرض سمجھ کر اور اللہ تعالیٰ کی رضامندگی حاصل کرنے کی خاطر کی ہے۔ اس کا صلہ اللہ تعالےٰ سے لینگے۔ میم نے پھر کہا۔ کہ یہ فساد کا نمونہ ہے۔ مبادا آپ پر آپ کا کوئی دشمن گورنمنٹ سے شکایت کردے۔ اس وقت بطور ثبوت میری چٹھی آپ کے کام آئیگی۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ہم پر کوئی شکایت کر کے کیا لیگا۔ غرضیکہ مولوی صاحب نے باوجود میم کے اصرار کے چٹھی نہ لی +

مولوی صاحب مرحوم فرماتے تھے۔ کہ جس مسجد میں مَیں اور مولوی عبداللہ صاحب غزنوی بیٹھے تھے۔ وہاں گولیاں آکر پڑتی تھیں۔ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی دریافت فرماتے تھے۔ کہ عبداللہ رحمانیم رسول، یہ کیا ہو رہا ہے +

مولوی صاحب کی گرفتاری اور بریّت

مولوی صاحب کو مولوی عبداللہ صاحب غزنوی نے ایک دن فرمایا کہ "میں خواب میں تم پر بلائے آسمانی نازل ہوتی دیکھتا ہوں۔ آپ کا گھر کو چلے جانا یہاں کے رہنے سے بہتر اور انسب ہے۔ مجھے اس خواب کے دیکھنے سے بڑا اضطراب ہو رہا ہے"۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ مجھ کو مولوی عبداللہ صاحب بار بار فرماتے۔ کہ تم یہاں سے گھر چلے جاؤ۔ ہر چند میں نے کہا۔ کہ جب میں مصیبت میں مبتلا ہونے والا ہوں۔ تو آپ مجھ کو تسکین اور اطمینان دیویں۔ نہ یہ کہ مجھے گھبرادیں آخر مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے اصرار پر آپ گھر کی طرف روانہ ہو گئے +

کسی شخص نے گورنمنٹ سے شکایت کی۔ کہ انقلاب کی کوشش مولوی غلام رسول کی وعظ کی طفیل ہوئی ہے۔ انگریز چونکہ مبتلا ئے بلا تھے۔ آپ پر اور نیز اور ہندوستانی مولوی صاحبان پر بدظن ہو گئے تھے۔ بہت سے عالم گرفتار ہو گئے۔ مولوی صاحب دہلی سے رخصت ہو کر بہزار وقت امرتسر پہنچے۔ دو روز حافظ محمود صاحب کی مسجد میں رہے۔ امرتسر میں ہی مولوی صاحب نے سُن لیا تھا۔ کہ میری گرفتاری کے لئے اشتہار جاری ہو گیا ہے۔ دو روز کے بعد آپ فتحگڑھ چلے گئے۔ ہمارے نانا صاحب مولوی عبدالحق صاحب زندہ تھے۔ گرفتاری کے اشتہار کا واقعہ سُن چکے تھے۔ مولوی صاحب کے رشتہ داروں اور واقفوں کی طرف جاسوس اور ملازم سرکاری پھر رہے تھے۔ اس زمانہ میں امرتسر کا ڈپٹی کمشنر انگریز تھا۔ فساد کے جب سے اس کے دماغ میں کچھ جنوں سا ہو گیا تھا۔ وہ لوگوں کو صرف اتہام پر جا تحقیق

ہی پھانسی دلوا دیتا تھا۔ نانا صاحب مولوی عبد الحق صاحب تمام دن گھر کے دروازہ پر بیٹھے رہتے تھے۔ تاکہ کہیں مولوی صاحب کے آنے کا پتہ نہ لگ جائے +

قصبہ فتحگڈھ میں دیوان نرنجن داس بڑا معزز اور مشہور شخص تھا دیوان صاحب مولوی عبد الحق صاحب کے شاگرد تھے۔ ایک دن ملازمین سرکاری دیوان نرنجنداس کے پاس پہنچے۔ اور مولوی صاحب کے وارنٹ گرفتاری دکھا کر مدد کے طالب ہوئے۔ دیوان صاحب نے درپردہ مولوی عبد الحق صاحب کو کہلا بھیجا۔ کہ اگر مولوی صاحب یہاں ہیں۔ تو علی الصبح وطن کو روانہ ہو جاویں۔ کیونکہ انکا اپنے ضلع میں چلا جانا بہتر ہے۔ وہاں ان کی عادت اور خصلت سے ہر شخص واقف ہے۔ اور شاید کوئی حاکم بھی ایسا مل جاوے۔ جو محض اتہام کو چھوڑ کر شہادات اور آپ کے بیانات پر غور کرے اور فیصلہ کرے لہٰذا مولوی صاحب قلعہ میہاں سنگھ چلے گئے +

حکیم غلام محمدؐ صاحب جو آپ کے بڑے بھائی تھے۔ انہوں نے مولوی صاحب کو پوشیدہ طور پر رہنے کے واسطے کہا۔ آپ نے فرمایا "پوشیدگی میں عمر گذاری مشکل ہے۔ قضا آلٰہی پر میں راضی ہوں۔ حاکم وقت میرے بیان بھی تو سنینگے۔ اور تحقیقات بھی کرینگے یونہی شکایت پر مجھے پھانسی نہیں دیدینگے۔ آپ مجھے باہر نکلنے سے منع نہ فرماویں"۔ دونوں بھائیوں نے آپس میں اتنی بات چیت کی۔ اور حکیم صاحب مسجد کی طرف چلے گئے۔ دیکھا تو مسجد میں ایک نووارد مسافر ہے۔ حکیم صاحب نے روٹی وغیرہ کے متعلق پوچھا۔ لیکن مسافر نے کھانے سے انکار کیا۔ اس کی شکل اور قیافہ سے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی انگریز ہے۔ حکیم صاحب فوراً مولوی صاحب کے

Marfat.com

پاس گھر پہنچے - اور مولوی صاحب کو نووارد مسافر کا تبدیلی لباس میں آنا جتادیا - ظہر کا وقت تھا - مولوی صاحب بلا دھڑک مسجد میں آ گئے وہ مسافر مولوی صاحب کو دیکھتے ہی باہر نکل گیا - تھوڑے ہی وقفہ کے بعد پولیس کے سپاہی اور کپتان پولیس مع اس نووارد مسافر کے مسجد میں پہنچ گئے - اور مولوی صاحب کو گرفتار کر لیا - اور لاہور کی طرف روانہ ہو لئے +

عبد السلام کشمیری قلعہ میہاں سنگھ میں ایک بڑا دلیر شخص تھا - اس نے تمام گاؤں میں منادی کردی - کہ مولوی صاحب پکڑے گئے - اب ہماری زندگی کس کام کی ہے - بغیر جاناں جہان میں رہنا مزا نہیں دیتا - زن و مرد سوٹا لکڑی لے کر جمع ہو گئے - سپاہیوں کو گھیر لیا - مولوی صاحب نے باآواز بلند کہا - میرے محبّو مت گھبراؤ اور فساد نہ کرو - اس طرح ہم سب کے سب مارے جائینگے - میری زندگی اگر چاہتے ہو - تو تم سب کے سب گھر چلے جاؤ - میں بھی انشاءاللہ بخیریت جلدی گھر واپس آجاؤنگا - غرض لوگ ہٹ گئے - آپ کے بڑے بھائی اور مولوی صاحب بدر الدین (یہ مولوی صاحب کے پھپھی زاد بھائی تھے) اور مولوی علاؤ الدین صاحب (گوجرانوالیہ) یہ تینوں صاحب آپ کے ساتھ تھے - چالان لاہور ہوا - کیونکہ مخبر لاہور ہی کا تھا +

سکھنی جو سردار میہاں سنگھ کی بہو تھی - اُس نے دیوان جوالا سہا صاحب امین آبادی کو کہلا بھیجا - کہ مولوی صاحب گرفتار ہو گئے ہیں میں عورت ہوں - کچھ کر نہیں سکتی - آپ میری مدد کریں - اور میرے پیر اور اُستاد کی رہائی کے لئے کوشش کریں - دیوان صاحب مذکور اتفاقاً اسی وقت جموں سے آئے تھے - اور اپنی حفاظت کے لئے ایک سالم پلٹن جموں سے اپنے ہمراہ لائے تھے (کیونکہ وہ وقت ہی اس قت

ایسا ہی تھا) آپ مہاراجہ جموں کے وزیر تھے۔ بڑے مدبر تھے۔ ہر طرف ہل چل مچی ہوئی تھی۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ مولوی صاحب کو معہ گرفتار کنندگان کے میرے پاس لے آؤ۔ فوراً تعمیل ہوئی۔ اور سپاہی مولوی صاحب کو معہ گرفتار کنندگان کے دیوان صاحب کے پاس لائے دیوان صاحب نے فرمایا۔ کہ گرفتار شدہ قانوناً اپنے ضلع کے سوائے کہیں جا نہیں سکتا۔ اس لئے مولوی صاحب کا مقدمہ گوجرانوالہ میں ہونا چاہیئے۔ سپاہی مولوی صاحب کو دیوان صاحب کے پاس چھوڑ کر خود لاہور چلے گئے۔ دیوان صاحب مولوی صاحب کو ہمراہ لیکر گوجرانوالہ چھوڑ آئے۔ بحکم صاحب ضلع چالان لاہور ہوا۔ اور آپ صاحب فنانشل کمشنر کے پیش ہوئے۔ جب آپ کو اس نے دیکھا۔ تو آپ کو کرسی دیکر با آرام بٹھایا۔ اور بعد بیان لینے حوالات بھیجے گئے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے۔ کہ مولوی صاحب کو گو حوالات میں رکھا گیا۔ لیکن صبح کے وقت ہم مولوی صاحب کو آزادانہ طور پر ہی حوالات کی چھت پر پھرتے دیکھتے۔ اور آپ چھت پر ہی وضو کرتے۔ اور نماز ادا فرما لیتے۔

محمد المعروف چھوڑ لاہور میں پٹولی کا کام کرتا تھا۔ یہ آپ کا بڑا معتقد تھا۔ اس نے درخواست دے کر اپنی روٹی کھلانی منظور کرالی۔ بابا چھوڑ بیان کرتے تھے۔ کہ ہم کو کام کاج سب بھول گیا۔ آرام وچین حرام ہوگیا۔ قدرتاً لاہور میں ایسی ہل چل شروع ہو گئی۔ کہ ہر فرد و بشر یہی کہتا تھا۔ کہ اگر مولوی صاحب رہا ہو گئے۔ تو ہماری زندگی بھی ہوگی۔ ورنہ ایسی زندگی سے مرجانا ہزار درجہ بہتر ہے۔ تاریخ فیصلہ سے پیشتر لاہور اور اس کے گرد و نواح دیہات میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔ کہ مولوی صاحب کو پیش ہوتے ہی پھانسی کا حکم دیا جائیگا۔

حیرانگی تھی۔ کہ کسی حاکم وقت کی زبان کا تو یہ کلمہ نہیں ہے۔ یہ منادی خدا جانے کس نے کردی۔ تاریخ پیشی پر معلوم نہیں۔ کہ صرف لاہور کے ہی باشندے تھے۔ یا کس کس جگہ کے تھے۔ اتنا کثیر مجمع ہوگیا۔ کہ میں نے ایسا مجمع آج تک نہیں دیکھا۔ سبحان خاں رسالدار نے معہ پلٹن جنگی سامان سے مسلح کے فنانشل کمشنر صاحب کی کوٹھی پر پہنچکر سلام کیا فنانشل کمشنر صاحب نے رسالدار صاحب سے دریافت کیا۔ کہ تم اس صورت میں میرے پاس کیوں آئے۔ اُس نے کہا کہ حضور تھوڑی سی تکلیف فرماکر اس دریچہ سے باہر تو دیکھیں۔ کس قدر خلقت مارنے مرنے کو تیار ہے۔ مسٹر منٹگمری فنانشل کمشنر نے جب نظر کی۔ تو حیرت کی حد نہ رہی۔ تا حد نظر خلقت ہی خلقت دکھائی دیتی تھی۔ اور چاروں طرف ایسی ہی حالت تھی۔ رسالدار صاحب سے پوچھا گیا۔ کہ اتنے آدمی کیوں جمع ہوگئے ہیں۔ عرض کی کہ لوگوں نے سُنا ہے۔ کہ جناب نے مولوی غلام رسولؒ صاحب کے لئے پھانسی کا حکم نافذ فرمایا ہے۔ مسٹر منٹگمری نے کہا۔ کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ہم نے کوئی حکم نہیں دیا۔ سبحان خاں نے کہا۔ کہ حضور نے حکم تو نہیں دیا۔ مگر یہ شخص جو ناحق گرفتار ہوا ہے یہ تمام پنجاب کا اُستاد اور پیر ہے۔ یہ خلقت صرف انہیں کی خاطر جمع ہوئی ہے۔ اور سب لوگ مارنے مرنے کو تیار ہیں۔ اگر حضور ان لوگوں کو تنبیہ بھی فرماوینگے۔ تو یہاں کی بجائے دور کھڑے ہو جاوینگے۔ اور جب تک ایک بچہ بھی موجود ہوگا۔ فساد برپا رہیگا۔ فنانشل کمشنر نے دریافت کیا کہ پھر کیا کرنا چاہیئے۔ اور کونسی بات بہتر ہے۔ رسالدار صاحب نے کہا کہ آپ کو رہا کر دینا ہی سب سے بہتر ہے ✦

مسٹر منٹگمری نے مولوی صاحب سے دریافت کیا۔ کہ آپ کا کوئی ضامن ہے۔ تاکہ آپ کو ضمانت پر رہا کر دیا جاوے۔ مولوی صاحب

نے فرمایا۔ ہاں ۔ فنانشل کمشنر نے دریافت کیا ۔ کہ وہ کون ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ کہ میرا ضامن خداوند کریم ہے ۔ مسلمان وغیرہ آپ کی اس بات سے مسکرائے ۔ لیکن فنانشل کمشنر کے دل پر اس بات کا ایسا اثر ہوا ۔ کہ یہ کہکر کہ "اچھا ہم آپ کو اُسی کی ضمانت پر رہا کرتے ہیں" ۔ رہا کر دیا ✦

ابھی زمانۂ جد وجہد آزادی قریب ہی تھا ۔ کہ دوبارہ انقلاب ہوجانے کا اندیشہ ہوگیا ۔ اس لئے مولوی صاحب نظر بند کردئے گئے ۔ چنانچہ آپ کئی سال نظر بند رہے اور پھر کچھ عرصہ تک وعظ بلا اجازت گورنمنٹ نہیں کر سکتے ✦

باب ہفتم

آپ کا طرز عمل اور حالت مدریس قلعہ میہاں سنگھ میں

مولوی صاحب کی طبیعت میں شرّ کی بُو تک نہ تھی ۔ بعض لوگوں کا مقصد آپ سے مسائل دریافت کرنے کا اکثر یہ ہوتا تھا ۔ کہ اختلافی مسئلہ پر کوئی بحث چھڑ جاویگی ۔ مگر مولوی صاحب کو خداوند کریم نے ایسا ذہن اور لیاقت عطا فرمائی تھی ۔ کہ شریروں کا مقصد پورا نہیں ہونے پاتا تھا ۔ دوران وعظ میں ایک شخص نے دریافت کیا ۔ کہ حضرت مہربانی فرماکر مقلد اور غیر مقلد کی بابت فیصلہ کن بیان فرمائیے ۔ کہ دوبارہ ضرورت دریافت کی نہ رہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ کہ بھائی یہ سمجھ کی بات ہے ۔ اور ہے بھی بڑی موٹی بات ۔ مثال اس کی یوں ہے ۔ کہ جیسے ایک تالاب سے چار نالیاں پانی کی بہتی ہیں ۔ سو کوئی شخص خواہ کسی نالی کا پانی پیوے ۔ وہ تالاب ہی کا پانی ہوگا ۔ اور اگر کوئی شک والی طبیعت والا براہ راست

تالاب سے ہی جا کر پیئے - تو وہ بھی اُسی تالاب ہی کا پانی ہے - یہی مثال مقلد اور غیر مقلد کی ہے - صرف دل میں یہ خیال ہونا ضروری ہے - کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم (فداہ ابی و امی) کے فعل اور قول کے سامنے کسی کو وقعت نہیں - اور یہی ائمہ مجتہدین کا فرمان بھی ہے - آپ نے فرمایا - کہ لوگوں میں تفریق پیدا کرنی اور ناحق تکفیر کرنی یہ دونوں بہت بڑے گناہ ہیں - اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا بیان اس بات کا شاہد ہے کہ جب آپ تورات لینے کو کوہ طور پر خدا کے حکم سے گئے - تو پیچھے سامری کی شرارت سے بچھڑے کی پوجا شروع ہوگئی جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے - بھائی پر غضبناک ہوگئے - تو ہارونؑ نے جواب دیا - کہ میں تفرقے سے ڈر گیا تھا - (اَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي اِسْرَائِيلَ) پیغمبر بھی تفرقہ کے گناہ کے ارتکاب سے ڈرتے تھے - معلوم نہیں - کہ آج کل کے نام نہاد فقراء کس دلیری اور جسارت سے تفرقہ اندازی اور تکفیر کی مشین سے کام لیتے ہیں - اس گناہ کے ارتکاب سے ہر ایک مسلمان کو ضرور بچنا چاہیئے +

کسی کی دل شکنی مولانا صاحب کرنی جانتے ہی نہ تھے - یہی وجہ تھی - کہ آپ کے وعظ میں ہزارہا لوگ جمع ہوتے تھے - اور سب کے سب اس قدر زیر اثر تھے - کہ غیر مذاہب والے بھی اپنا وہی مذہب لے کر کم ہی واپس جاتے تھے - اکثر توحید کو مان کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر ہی جاتے - آپ کا وجود مبارک قدرت الٰہی کا ایک نشان تھا - لوگوں کے دلوں کے واسطے مقناطیسی کشش رکھتا تھا - آپ کا وجود قرن میں یکتا تھا - اس قدر مقبول - اور اس درجہ کا آدمی لوگوں کی نظروں میں کوئی بھی نہ جچتا تھا - آپ کے فرمان کو لوگ دل و جان سے ماننے کے لئے تیار رہتے تھے - پنجاب اور ہندوستان

کے لوگ آپ کے زیر اثر تھے۔ بڑے بڑے مسلمان سردار ہمارے خاندان کے شاگرد تھے۔ اور آپ کا حکم کماحقہٗ مانتے تھے۔ لوگوں کا آپ پر بہت حسن ظن تھا۔

مولانا مرحوم تفسیر۔ حدیث۔ منطق۔ فلسفہ اور فقہ وغیرہ کے کامل استاد تھے۔ آپ کے پاس ہمیشہ کم از کم بیس تیس درویش بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک وقت میں رہا کرتے تھے۔ اور سب کے خورد و نوش کے آپ متکفل ہوتے اور حتی الوسع کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیتے۔ اور جگہوں کے طالب علم مشکل مقامات حل کرنے کے لئے حاضر ہوتے۔ اور بعد مشکل مقامات حل ہونے کے واپس جانے پر رضامند نہ ہوتے۔ اور عرض کرتے۔ کہ آپ کی خوش خلقی۔ خوش بیانی اور محبت مجبور کرتی ہے۔ کہ ہم تمام عمر حضور ہی کی خدمت میں رہیں۔ آپ سے فیض یافتہ علماء کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ اور یہ فہرست محض ان علماء کی ہے۔ جو مشہور اور منبع فیض ہوئے ہیں:۔

(۱) مولوی علاؤالدین صاحب ساکن گوجرانوالہ

(۲) مولوی محمدؐ عظیم اللہ صاحب موضع بڑہین ضلع میرپور

(۳) مولوی محمدؐ صاحب موضع بکن ضلع گوجرانوالہ

(۴) مولوی محمدؐ عثمان صاحب سکنہ فتحگڈھ چوڑیاں ضلع گورداسپور

(۵) مولوی قطب الدین صاحب ضلع فیروزپور

(۶) مولوی محمدؐ علی صاحب میرواعظ سکنہ بوپڑہ ضلع گوجرانوالہ

(۷) مولوی محمود شاہ صاحب واعظ سکنہ ڈھینڈہ ضلع ہری پور ہزارہ

(۸) مولوی بدرالدین صاحب سکنہ سیالکوٹ

(۹) مولوی بدرالدین صاحب ساکن گلوالہ ضلع گوجرانوالہ

(۱۰) مولوی احمدؐ علی صاحب ساکن کوٹ بھوانیداس ضلع گوجرانوالہ

(۱۱) مولوی شمس الدین صاحب ساکن جموں

(۱۲) حافظ کرم الدین صاحب سکنہ جموں

(۱۳) حافظ ولی اللہ صاحب لاہوری

(۱۴) مولوی عبدالعزیز صاحب ناظم انجمن اہلحدیث لاہور و بانی انجمن حمایت اسلام لاہور

(۱۵) حافظ گوہر سکنہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ

(۱۶) حافظ غلام محمدؐ صاحب سکنہ سدھا کمبوہ ضلع شاہ پور

(۱۷) مولوی برہان الدین جہلمی

(۱۸) مولوی محمدؐ لقمان صاحب سکنہ جہلم

(۱۹) مولوی نور احمدؐ صاحب سکنہ کھائی ضلع جہلم

(۲۰) مولوی نور احمدؐ صاحب سکنہ چنیوٹ

(۲۱) مولوی غلام حسین صاحب سکنہ ساہو والہ چیمہ ضلع سیالکوٹ

(۲۲) مولوی عمرالدین صاحب حال مقیم لقایا بٹالیاں۔ گوجرہ ضلع لائلپور

اور بھی بہت سے لوگوں نے تعلیم حاصل کی ۔ اور فیض پایا۔ مگر مجھ کو صرف ان ہی سے واقفیت ہے ۔ اوّل اوّل آپ ہی نے پنجاب میں وعظ کہنا شروع کیا ۔ بت شکنی اور توحید کا بیج بویا ۔

ہر زمانہ میں بڑے بڑے ذہین اور طباع ہو گذرے ہیں۔ مثلاً شکسپیر جیسا ڈرمٹک ۔ کالیداس جیسا شاعر اور ویاس جیسا جامع وید۔ مگر مقبولیت ایک دوسری چیز ہے ۔ جسے مولا بنا لے وہی مقبول بنتا ہے ۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ ؎

نکوئی گر بروز یں بحر نیکوتر شود پیدا
چو گیرد قطرہ راہِ عدم گوہر شود پیدا

خداوند کریم نے بھی قرآن مجید میں فرمایا ہے ” ہم نے بعض کو بعض

پر فضیلت دی ہے" یہ خدا ہی کی ودلیعت تھی - جو مولانا صاحب کو عطا ہوئی تھی - اور اس بخشش کے لائق بھی وہی بہتر ذات مولانا صاحب مرحوم کی تھی - ورنہ آپ کے دو اور حقیقی بھائی بھی تھے - اور اقربا میں بھی بہت سے آدمی تھے - لیکن جو کچھ آپ کو مقبولیت حاصل ہوئی - وہ کسی کو نصیب نہ ہوئی +

باب ہشتم

آپ کے مکتوبات

آپ کے مکتوبات میں سے جو مجھ کو ملا ہے - وہ بعینہٖ نقل کرتا ہوں اوّل وہ خط جو آپ نے جناب مولٰنا صاحب مولوی محمد اعظم کی طرف تحریر فرمائے نقل کرتا ہوں +

اگرچہ آپ کے خطوط سے کچھ وہی لوگ لطف اور حظ اُٹھا سکتے ہیں - جو زبان فارسی سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں - اُس وقت خطوط نویسی زبان فارسی ہی میں ہوتی تھی - مگر تاہم جو اصحاب بھی پڑھیں گے - انشاءاللہ معلوم کرینگے - کہ اللہ کے بندے وہی نصب العین رکھتے ہیں - جو ان کے پیش نظر ہوتا ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

برخوردار مولوی محمد اعظم

عزیز اوقات عزیزۂ خود را برباد نہ دہند و پاس انفاس نفیسہ بخوبی کنند

وسعی نمائند کہ خود را بخدمت مردے رسانند کہ مصقلہ مرآت قلوب قاسیہ

خدا مرد انند ؎

گر خدا خواہی وہم دنیائے دوں — ایں خیال است و محال است و جنوں

راست راست ئے نگارم و شرطِ تبلیغ بجائے مے آرم ؎

اگر با خویشتن عمرے بسر ایں راہ بپوئی — نہ از مقصد نشاں یابی نہ ایں راہ را کراں بینی

زخاکِ امنِ مردے کش در چشم جاں گردے — کہ تا زیں چشم نورانی جمالِ جانِ جاں بینی

و باعتقادِ ایں حقیر عبد اللہ وارے مردے متبع سنت و زبدۂ اربابِ حقیقت

یافتہ نشود ۔ مجذوبِ آلہی است و محبوب او و صاحب دوام آگاہی است

و رضا اللہ مطلوب ۔ او کاملے مکملے مثلش دریں زماں مفقود و تربیت

طلاب کما ینبغی آنجا موجود ۔ عبد اللہ صاحب نوشتہ بودند کہ صاحبِ استعداد

را بصحبت حقیر دلالت کنند ۔ و ایں بنا بر آں است کہ اشاعتِ سنت را

دستاویز نسبت قوی ۔ و غرضِ شاں بایں امر متابعت جناب مصطفوی ست

اما قوی ہمتے باید ۔ کریمہ والذین لا یخافون لومۃ لائم را نصب العین نمائید

پس بکمالِ اخلاص ؎

کند از فرق پا و ز دیدہ نعلین — شود سوئش رواں بالراس و العین

والآیہ لیست و لعل و کاد و عسی کارے کشائید ۔ چوں وقت گذشت ۔ بجز

حسرت نخواہد بدست ۔ والسلام علیکم

فقیر غلام رسول از قلعہ

---

(۴)

برخوردار محمد اعظم جی

ہموارہ توقع تحصیل کمالاتِ علمیہ و عملیہ از اں عزیز مرکوز خاطر مے بود

کہ بعد فراغِ تحصیلِ علوم ضروریہ بادراک سعادت صحبت اربابِ معنی

متوجہ خواہند شد ؎

کانچہ ضروریست چو حاصل کنی   بہ کہ عمارت گریٔ دل کنی

آنست عمارت گریٔ دل   واکشی از کشمکش آب و گل

امّا ازاں وقت کہ خبر انتصابِ ایشاں بمنصبِ تدریس شنیدہ یقین شد

ع بس غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

حیف کہ آتشِ استعداد را کہ قابل اشتعال بانوارِ کمال بود۔ بخاکستر اشتغال واہیہ مضمحل نمودند۔ واز مساعی جمیلہ کہ دریں ایام کہ اوآں تحصیل ملکات قدسیہ است۔ بکلیت خود آسودند ؎

تروم العز ثم تنام لیلا   ومن طلب العلیٰ سہر اللیالی

وآنچہ عذرہا تسویف آمیز و تکاسل انگیز ہمہ دریں باب نامسموع۔ واگر ہمراہ حافظ محمود بصحبت عبداللہ صاحب میرسیدند چہ کارے بود مطبوع۔ خیر مضٰی مامضٰی۔ حالا ہم وقت است۔ ووقت از دست رفتہ باز بدست نے آید ؎

کنونت کہ چشم است اشکے بہ بار   زباں در دہان ست عذرے بیار

ازیں سخنہائے جنوں آمیز مبادا طبع شاں ملول آید۔ امّا چہ کنم امرے اختیاری نیست۔ خواہ مخواہ بدلم جوش مے آید ؎

اگر با خویشتن عمرے بسر آیں راہ را پوئی   نہ از مقصد نشاں یابی نہ ایں راہ را کراں بینی

زخاکِ درِ امن مردے بکش در چشم جاں گردے   کہ تا زیں چشم نورانی جمالِ بے نشاں بینی

والسلام

فقیر غلام رسول از قلعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امابعد السلام علیکم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ علیٰ رسولہِ الذی لا نبی بعدہٗ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ

وسائر من یبذل فی مرضیات اللہ جہدہ کہ - فیحد السلام سنت سید الانام واضح
رائے سعادت انتمائے - آنکہ - چہ نویسیم و چہ برنگارم - ایام شباب پا
در رکاب و زندگانی چون حباب بر آب و مادر کدام مشغلہ اوقات عزیز را
برباد مے کنیم - و چرا بکلند امور لاطائلہ شجرۂ مثمرہ استعدادِ خداداد را
از بیخ میکنیم - مگر دیوانہ ایم کہ نے دانیم و از عقل بیگانہ ایم کہ در صددِ
استیصال آنیم - افسوس ہزار افسوس ؎

قدرِ وقت ار نشناسد دل و کارے نکند   بس خجالت کہ ازیں حاصل وقات بریم

بہ ہمگی دو چیز ضروری بود - و امر لابدی یکے وستمایۂ علمی در کتاب و
سنت کہ مادۂ علوم دینیہ است و زبدۂ علوم معنویہ ہر دو بمنزلہ شیج اند کہ بہ
یمین و لیسار گرفتہ راہ تواں رفت و دیگرے بسنت حضرات صوفیہ کہ
ملاک الامر و آساس الاسلام و مورث ذوق و وجدآں و جسم شریعت را
بمنزلہ جاں و صورت اسلام را حقیقت و رواں است - و تا حال ازاں
ہر دو بوئے بمشام آں عزیز نرسیدہ و تعلقات و ننگ و نام حجابہا
است ؎

تعلق حجاب است و بے حاصلی   چو پیوندہا بگسلی واصلی

و از ارباب علم ظاہری ہر جا استاذاں موجود اند - محمد حسین بٹالوی چہ
خوب ملکہ از دہلی بہم رسانیدہ و مورد فیوض علمی گردیدہ - سبحان اللہ -
خاندانہا از محبتِ تحصیلِ کمال عاری و غافل - و دیگراں بفضل اللہ
بفضل و علم متصف اند و فاضل ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی   کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

حیف صد حیف کہ دولتِ استعداد برباد مے رود - ہنوز وقت است ؎

تروم العز ثم تنام لیلاً   ومن طلب العلیٰ سہر اللیالی

از حال رقیبہ اند اچہ قدر افسوس مے آید کہ ایں قدر عمر در لہو و لعب ضائع

شد و شما نیز بہ شفقت اخوت و صلہ رحم بدلالت - خیر و تحصیل سرمایۂ علمی نہ پرداختند - و استعدادش باموُر لاطائل بر باد ساختند - این جہل مرکب معلوم نیست کہ بہ چہ تقریب درین خاندان آمدہ - تا کہ علوم دینیہ را بیاموزند والسلام -

در ملتان پسر مولوی عبید اللہ مولوی عبد الرحمٰن خوب عالم است علوم ریاضی و حدیث خوب تعلیم مے کنند و در دہلی مولوی نذیر حسین در علوم دینیہ خوب ماہر و ہمانجا مولوی سدید الدین لکھنوی در علوم عقلیہ بسیار کامل موجود اند و برائے نسبتِ باطنی صاحبزادہ رکن عالم صاحب و جناب عبد اللہ صاحب والسلام -

فقیر غلام رسول از قلعہ

---

(۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ - ازیں فقیر بعد السلام علیکم برخوردار محمد اعظم عظمۃ اللہ تعالیٰ بتوفیق الخیر مطالعہ نمائند - کہ ایامِ شباب پا در رکاب - و بار بار اینجا آمدنی نیست - این نعمت فراغ و صحت ہر روز میسر نیست ؎

قدرِ وقت ار نشناسد دل و کارے نکند ٭ بس خجالت کہ ازیں حاصل اوقات بریم

از دو کار یکہ اہم است یا تحصیلِ علوم دینیہ یا صحبتِ ارباب جمعیت کہ اقصیٰ مقاصد است ؎

با ہر کہ نشینی و نشد جمع دلت	وز تو نرمید زحمتِ آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں مے باش	ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

بلکہ نوشتہ اند کہ ساعتے با خود نشستہ و چشم خیال از ماسوی اللہ بستہ باخود

بفحہد ۔ مضمون این بیت ؎

من ملک بودم و فردوس بریں جایم بود   آدم آورد دریں دیر خراب آبادم

و بہ روح خود خطاب با عتاب نمائید ؎

خیز غافل بالِ ہمت باز کن   سوئے جائے اصلیت پرواز کن

طوطی شیریں مقالی چند چند   باشی اندر حبسِ زاغاں پائے بند

و چوں بمحض عنایت اللہ سبحانہٗ بلا سعی احدے مبشر بہ بشارتے عظمیٰ شدہ بودند و ذوق ایں مائدہ چشیدہ ۔ و حلاوت ورود بکام طلب رسیدہ حیف است کہ باشتغال لایعنی برباد دہند و سر در ہوائے نفسانی نہند امام ربانی فرمودہ ؎

ہمہ اندر زمن بہ تو این است   کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

اگر در اوقات فرصت سورہ فاتحہ معہ تسمیہ و آمین ہر بار بشرط تکرار آیات و لحاظ معانی خواندہ شود ۔ مفتاح جذب الٰہی است و در ایام فراغ درود بلحاظ حلیہ مبارک خواندن باعث ورودِ حال سابق است ۔ صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ و سلم ؎

اگر سہام حوادث ترا نشانہ کنند   پناہ بر بہ درود جناب مصطفوی السلام

فقیر غلام رسول از قلعہ

---

(۵)

حکیم نبی بخش صاحب مرحوم ساکن کھیکی تین روز متواتر آپ کو ملنے کے لئے نہ آسکے ۔ چونکہ حکیم صاحب آپکے شاگرد تھے اور قریب صرف ایک میل کے فاصلہ پر رہتے تھے ۔ اسلئے آپ نے صرف یہ دو شعر لکھکر بھیجے ؎

نبی بخشا عجب با لا دماغی   ز اشتغالِ زمانہ دل فراغی

سہ روز آمد ز حال تو خبر نیست   ز آمد رفت تو اینجا اثر نیست

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الذی لا نبی بعدہٗ و علیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسایرمن بذل فی مرضیات اللہ جہدہٗ۔ اما بعد اخی فی الدین خدا یار و ذیلدار صاحب فیض بخش و سعادت آموز میاں محمود خاں صاحب السلام علیکم۔ عزیز من سعادت الشان در آنست کہ آنچہ فرمان آنحضرت صلعم است بجا آرد۔ و از آنچہ منہی است خود را نگہ دارد قولہ تعالیٰ۔ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ اما حجابِ غفلت بر دلہائے ما بطورے فرو بستہ و پر و بالِ مرغِ روح بقدرِ تکاسل آغشتہ۔ گاہ بیگاہ از خواب غفلت بیدار نے شویم و ہمنیساں نابینا وار براہ مے رویم۔ روزے آید کہ ایں طمطراقِ فانی برباد خواہد رفت و ایں روابطِ بیوفایاں خواہد گذشت۔ رسولِ خدا صلعم فرمودہ ہلک المسوفون یعنی ہلاک شدند تاخیر کنندگان سہ

ایں قدر عمرے کہ ماندست باز تا در آخر بینی روزے عز و ناز

در روز واپسیں از کردار ما خواہند پرسید و ہر کس جزائے اعمالِ خود را خواہد دید۔ فمن یعمل مثقال ذرۃٍ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃٍ شراً یرہ سہ

جوانی بر سر کوچ است دریاب ایں جوانی را + کہ کس ہرگز نمیسائد دوبارہ زندگانی را
بزر بخریدۂ جانرا ازاں قدرش نمیدانی + کہ ناداں قدر نشناسد متاع رائیگانی را

بائید کہ در گورستان گذشتہ بعبرت نگاہ کنند و بحال گذشتگان تامل نمائند و بگویند سہ

افسوس کہ گل رخاں کفن پوش شدند واز صحبتِ ہمدماں فراموش شدند
آنانکہ بصد زبان سخن مے گفتند آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

علاوہ افسوس آنکہ از حق العباد سہ

ہیں گو فردا کہ فردا ہا گذشت تا نہ کلی بگذرد ایام کشت
اینقدر تخمے کہ ماندست است کار تا در آخر در دہد صد برگ و بار
ذرہ ذرہ سوال کنند از آنچہ نمودہ ایم بخوبی حساب نمائند ع
چہ مغروری درین دُنیا مگر مُردن نمیدانی ۵

نکردی ہیچ کارے در جوانی چرا بر باد دادی زندگانی
بزیر خاک خواہی رفت روزے زحسرت باشدت در سینہ سوزے
نہ آنجا ذلیلداری راوفارے نہ ممبرداری یا نہ اعتبارے
بلرزد حاجیاں را ز غشق جاں زہیبت مولوی را سینہ سوزاں
بگوئید اندر آں عرصات قدسی جناب انبیاء یا ربّ نفسی
باخر نیک بختاں کامیاب اند شریراں سر بسر در پیچ و تاب اند
چو باشد با زپرسی مسعداں را کجا باشد نجاتے مریداں را
مخالف مصطفٰے امردود باشد طریق مصطفٰے محمود باشد
اگر جز مصطفٰے باشد نجاتے بجز سنت رسول اللہ براتے
جہنم را چرا پس آفریدند چرا کفار مستوجب وعید ند۔ والسلام
فقیر غلام رسول از قلعہ

(۷)

یہ خط وہ علماء ضرور مہربانی فرما کر غور سے پڑھیں۔ جن کی عادت میں تکفیر المسلمین اور تفرقہ اندازی درجماعت المسلمین داخل ہے (مؤلف)

عزیز من چوہدری فیض بخش و محمود خاں و حاجی الحرمین خدایار سلامت باشد از فقیر غلام رسول بعد السلام علیکم و دعائے جمعیت دارین مطالعہ فرمائید کہ درین اوان زبانی حاجی صاحب معلوم شد کہ از چند روز مابین ما و ذلیلدار گفتگوئے آمدہ کہ از آں بار فیض بخش بمسجد مشرف نمیگردد۔ واین معنی باعث تحریر ایں چند کلمات است بگوش ہوش بائد شنید

که ما ہمہ مسلمانان باہم برادر ہستیم و در امتثال اوامر الٰہی در فرمان برابر
و ما مور یم ازاں حضرت صلعم باتفاق یکدیگر خصوصاً نسبی بعلاقہ خویشی
اسلام باہم جمع شود۔ نفاق باہم حرام است و موجب تفرقہ مابین اخوان
اسلام و صلہ رحم فرض است و موجب برکات و باعث نکوئی نام ؎

زاتفاق مگس شہد میشود پیدا   خدا چہ دولت ولعنت زاتفاق نہاد

ذیلدار ذیلداری بطاق نسیاں واشتہ بمحمود خاں بحسن معاملہ پیش آید
کہ برادران باہم حسن سلوک بنمائند۔ و بمشورہ یکدیگر کار میکنند و
محمود خاں را لازم است کہ غرور ملکیت را یکنار واشتہ بذیلدار بخصال
پسندیدہ چناں کند کہ برادرانِ خورد بہ برادران کلاں بنمائید۔ واز مشورت
کہ مخالف دیں نباشد بیروں نروند۔ و حاجی صاحب خود را اطالعہ نمائند
کہ ما مردم درویش سیرت بحسن خلق و سیرت نیک ماموریم۔ درشت خوئی
راکہ مانع رضائے الٰہی است یکسو واشتہ چناں کنیم کہ دلِ ہیچ مسلمانے
برما آزردہ نشود و در جماعتِ مسلمین تفرقہ و فسادے نیفتد کہ در حدیث
صحیح آمدہ کہ ہر مسلمانے کہ با مسلمانے تا ۳ روز صلح نکند در ایمان او
خلل است۔ اگر خفگی تکند بیت سعدی علیہ الرحمۃ بنویسیم خوش گفت
آنکہ گفت ؎

حاجی تو نیستی شتراست از برائے آنکہ   بے چارہ خار میخورد و بار مے کشد

آہا ازیں ہمہ زیادہ موجب فساد و تفرقہ بے اتفاقی ذیلدار و
محمود خاں است ؎

چرا ایشاں نمے باشند چوں شیر و شکر باہم   عجب ذوقے بکام دیں رسد زیں کامرانی ہا

ہر کہ آغاز کند صلح بخشیدہ شود گناہانِ او۔ امید دارم کہ بر ایں نصیحت
کاربند شوند و باہمہ براہے صلح در آئند و انتظام امور ہر دو بمشورت
کنند ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند + جوانان سعادت مند پند پیر دانا را

حافظ راست ؎

بمجلس نوجواناں را کہن پیرے ضرور آمد + حرارت دار و این معجون و طباشیرے ضرور آمد

و ازیں فقیر دعائے خیر در حق ہر سہ بجناب الٰہی است او سبحانہ جمعیت صوری و معنوی نصیب کناد و بدانند کہ دین ما دو چیز است ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا - یعنی یکے بجا آوردن فرمان دوم باز ماندن از منہیات و عصیان خصوصاً کسیکہ قادر بر حرام شدہ پرہیز نمائید بخشیدہ شود گناہاں او و از بعض فرشتگاں میگذرد و درجات از وبرائے کدام حیات آدم حرامخوری پیشہ نمائید - باید کہ در عافیت خود اندیشہ نمائید فقط والسلام

---

(۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ فی السراء والضراء والشدۃ والرخاء والعسر والیسر والنعمۃ والبلاء والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید الرسل والانبیاء محمد الذی ابتلی ببلاء ما ابتلی مثلہ احد من الاصفیاء وعلی آلہ اصحاب البلاء قدوۃ ارباب الصفاء راضیین بالقضاء واصحابہ عمدۃ الاولیاء

اما بعد للہ ما اخذ وما اعطی وکل شئ عندہ باجل مسمی

عظم اللہ قدرکم - از انجاکہ از قدیم حضرات اہل بیت و جگر گوشہائے رسول الثقلین بمقتضائے شان محبوبیت بانواع بلیہ مبتلا بودہ برضائے بالقضاء کہ اقصی مقامات و لایت است گوئے سبقت از میدان صفوت بردہ اند و زمام اختیار خویش بکمال رضا و تسلیم بمولائے خویش جلت عظمتہ سپردہ و مبشر بہ بشارت وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون بودہ و بفحوائے

عزائے وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ہمیں وصیت اتباع خود را
فرمودہ پس بدونِ شکیبائی و رضا بالقضا چارہ نیست و بمضمون
من لم یرض بقضائی فلیطلب ربّا سوائی از جزع و فزع باز باید ایست
عزیزے گفتہ ؎

مسافرے نرسید از عدم کز و پرسیم　　که پیر چرخ کجا برد نوجوان مرا

دیگرے گفتہ ؎

افسوس گلرخاں کفن پوش شدند　　واز صحبت ہمدماں فراموش شدند
آنانکه بصد زبان سخن مے گفتند　　آیا چہ شنیدند که خاموش شدند

برعمر گذشتہ خود تاسف نمودہ بہاہائے باید گریست وبچشم عبرت بارباب
حشم وجاہ صوریہ باید نگریست کہ چگونہ بودند و کجا رفتند ؎

آں قصر کہ باچرخ ہمی زد پہلو　　بر درگہ او شہاں نہادندے رو
دیدیم کہ برکنگرش فاختہ　　باشوز ہمی گفت کہ کوکو، کوکو

وباوجودیکہ کوس رحلت بگوش ما مے کوبند۔ از خواب تغافل بیدار نے
شویم و روز بروز در وحل غفلت و ہوائے نفسانی فرو میرویم ؎

عید و شگفتہ روصبح و شادی شد و رفت + شادی و غم و ہجوم عالمے شد و رفت
ایں غنچے زلال و صحبتِ سیم تناں + در عالم خواب احتلامے شد و رفت

سعدی گفتہ ؎

دو یتیم جگر کرد روز کباب　　کہ میگفت گوئندہ بارباب
دریغا کہ ما لیسے روزگار　　بروئید گل و لشگفد نوبہار
بسا تیر و دے ماہ اردی بہشت　　بیاید کہ ما خاک باشیم و خشت

والسلام علیکم غفر اللہ تعالیٰ لنا ولکم

فقیر غلام رسول از قلعہ

یہ خط حضرت مولوی صاحب مرحوم نے مولوی علاء الدین صاحب گوجرانوالیہ کو دہلی میں لکھا تھا۔ جبکہ وہ وہاں تعلیم پاتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الذی لا نبیَ بعدہٗ و علیٰ آلہ وصحبہ وعلیٰ سائر من بذل فی مرضیات اللہ جہدہٗ۔

امابعد۔ عزیز رقعہ آں عزیز رسید۔ خورمی گردید۔ پدر شما بسیار بانتظار چنانکہ حدو غایت نیست۔ علم دین آمدہ بود۔ کہ از شہاب الدین شنیدہ بودیم۔ کہ بعد عید مے آید و تا حال نیامدہ۔ باید کہ خطے بایشاں بنویسند۔ کہ بدوں خطِ شما ایشانرا اطمینان نیست۔ عزیز امرز اخوانند یا حمد اللہ مارا چند ال فرحت نیست کہ بعلم حدیث بود۔ و مدار علم بر عمل است و عمر درگذرو۔ و در عمل شمارا تکاسل و تغافل لاحق و معلوم نیست کہ صحبت کدام شمارا مے باشد کہ باب خیر و شر صحبت است۔ اما حیف صد حیف ؎

صحبت نیکاں ز جہاں دور شد خانہ عسل خانۂ زنبور شد

کار بحسن گفتار سخنے کشاید۔ بلکہ بحسن کردار۔ عزیزا اگر ایں وقت پیک اجل برسد چہ جواب در آخرت خواہی داد۔ کہ در کدام مشغلہ بودم ؎

بیام منطق اے شلغم نہادہ ز اوجِ اہتدا و درافتادہ
بجز حُبِّ خداوند تبارک مبارک نیست ایں قاضی مبارک
رحمہ اللہ تغیر یافت حال بحمد اللہ نبودت ہیچ اشغال

عزیزا بار بار اینجا آمدنی نیست آخر روزے ازیں دار فنا رفتنی ست هٰلک المسوفون شنیدہ باشند ؎

هین مگو فردا که فرداها گذشت — تا بکلی نگذرد ایام کشت
اینقدر تخمے که باقیست بکار — تا در آخر درد بد صد برگ و بار
اینقدر عمرے که ماندست بباز — تا در آخر بینی از شے عز و ناز
رو بگورستان دمے خامش نشین — و آن خموشان سخن گو را ببین
گرچہ یکساں ست روئے خاکشاں — نیست یکساں حالت چالاکِ شاں
لحم و شحم زندگان یکساں بود — آں یکے غمگین و ایں شادان بود

همواره در دل مے آید که جمعیت نماند بیدارے شب در تهجد بهم رسانیده بود قدرے حظ که بمونه از خود ارے بود هیبت یا در اشغال لایعنی رفت ؎

خوابم بشد از دیده دریں فکر جگر سوز — کاغوش که خدمت رسائش میتا

اگر دریں امر فتورے افتاد یا قصورے رود داده بیشک مغبون اند۔ و در اشغالِ لاطائل مفتوں ؎

بوقت صبح شود همچو روز معلومت — که باکه باخته عشق در شب دیجور

چند چند از حکمت یونانیاں — حکمت ایمانیاں را هم بخواں

والسلام علیکم و بمولوی صاحب السلام علیکم رسانید

وکتب شاه ولی الله صاحب رسائل شاں هر جا که دستیاب شوند مد نظر دارند۔ اوّلاً اطلاع نویسند با زنوشته شود۔ و مبلغات شش روپیه تا حال نفرستادیم۔ اماعنقریب میفرستیم۔ و امام علی شاه جهتر واله دریں روزها فوت شد ؎

ساقیا عشرت امروز بفردا مفگن — یا ز دیوان قضا خط هر حال بمن

دا ز محمد قاسم السلام علیکم۔ — فقیر غلام رسول از قلعه

مولوی صاحب بیان کرتے تھے کہ جب میں نے اس خط کو پڑھا تو اسقدر رقت طاری ہوئی کہ برابر ہفتہ بھر پڑھنا نہیں سوجھا اور روتا ہی رہا۔ میرے استاد صاحب نے جب بہت تقاضا سے مجھ سے رونیکا سبب دریافت کیا (کیونکہ ان کو شک پیدا ہوگیا تھا۔ کہ اس کے خاص عزیز کے فوت ہوجانیکی خبر اسکو موصول ہوئی ہے۔) تو میں نے روتے ہوئے انکو یہ خط ہی دیدیا۔ وہ بھی پڑھکر رونے لگ گئے۔ اب بھی مولویصاحب کی یہ حالت تھی کہ خط بہت سمبھال کر رکھا ہوا تھا۔ اور کبھی کبھی نکالکر اسکو پڑھ پڑھ کر روتے تھے۔ (مؤلف)

(۱۰)

یہ خط مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی خدمت میں بجواب ان کے خط کے لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

امابعد۔ بخدمت شریف جناب فیضمآب جامع کمالات مورد عنایات حضرت من دامت برکاتہٗ۔

از فقیر غلام رسولؐ بعد السلام علیکم وتقدیم آداب و نیاز معروض آنکہ محمد عثمان رسید و مکتوب شریف کہ نامزد حقیر بود رسانیدے

من کہ باشم کہ برآں خاطرِ عاطر گذرم
لطف ہا میکنی اے خاکِ درت تاجِ سرم

حسب المیعاد منتظر ارشادم۔ خدا کند کہ بروز انتظار بحیات من بیاید۔ کہ حیات فانیہ اعتبارے نیست۔ و بار بار اینجا آمدنی

نیست ۔ ہر چند دریں راہ دویدہ ام ۔ تا ہنوز روئے مطلوب ندیدہ ام ؎

مرا عہدیست باجاناں کہ تاجاں در تنم دارم
ہوا داراں کویش راچو جان خویشتن دارم
الا اے پیر فرزانہ مکن منعم زمے خانہ کہ من
درحق پیمانہ دلِ پیماں شکن دارم ۔

دیگر آنکہ شیخ عبد اللہ قوم برہمن حامل رقیمہ ہذا دوسہ سال است کہ خالص مخلص برائے خدا بلا شائبہ ریا وسمعتہ بلا شوب غرضے از اغراض دینویہ بتوبہ و انابت پرداختہ بخلوت اسلام خود را مخلع ساختہ ۔ چوں از آغاز تا حال شوق دیانت ذوقِ اسلام حقیقی در سر دارند ۔ و بدوں صحبتِ خدا مرداں حصولش متعسر و بے عنایت عزیزان وصولش متعذر خصوصاً دریں زمان کہ مدعیاں کثیر اند و صاحبدلانِ روشن ضمیر اکسیر نظر در اکثرِ صحبتہا تفرقہ ومخل جمعیت اسلام چہ تواں کرد و کجا رفت ؎

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت | واز تو نرمید زحمتِ آب وگلت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش | ورنہ نکند روحِ عزیزاں بحلت

لہذا بارادتِ کامل راہے است بامید آنکہ بہ بیعتِ خود مشرف فرمودہ نظرے فرمائند کہ موجب اطمینان قلبِ او گردد ۔ وبزبانِ حال وقال بہر کس گویاں باشد ؎

اینجا بیا کہ جلوۂ نور محمدیست | اینجا بیا کہ مائدۂ فیض سرمدیست
اینجا بیا کہ نور یقین جلوہ میکند | خوشوقت آنکسیکہ باین نور رہ تدیست
اے ماندہ بظلمتِ شک این طرف بیا | تا بنگری بچشم کہ دین دین احمدیست

ودرحق مؤلفۃ القلوب دفع الوقتی موجب تشتت وخلل جمعیت میگردد۔ امید دارم کہ عرضہ است قبول خواہد شد وآنچہ درمکتوب شریف ازحالِ مشائخ زماں مرقوم بود کہ سابقیں باوجود علو ہمت وسرعت سیر مقامات خودرامنصب مشیخت نمے نہادند ودریں وقت کہ نقصان درنقصان است وازمعنی بصورت قانع اندازکثرت مریدین ہیچ باکے ندارند۔ حضرتِ من درحق بعضے بقیاس فقیر ہمیں است کہ درمثنوی بیت

ہمچو صیاد آورد بانگ صفیر تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر

وازبعضے اکابر پرسیدہ شد۔ گفتند کہ طریق مقربین سابقین کہ اہل اللہ اند۔ در ہر زماں طالبانش کم بودہ اند۔ ودریں زماں بجز نامے نشانے نیست۔ الحق آں مشروط بشرائط است۔ درحقِ مرید ازوثوقِ ارادت وآدابِ صحبت کما فی المکتوب الی الشیخ الحمید النکالی فی الجلد الاول درحق مقتدائے فنائے شعور وفنائے ارادہ ازطے مقامات واجازت شیخ مکمل است وطریق ابرار از اوراد واذکار وصلوٰۃ وتلاوت ونوافل موقوف مراجازت احدے نیست۔ مقربین خود کمیاب اند وملحدین برائے اضلال بہر نوع در شتاب مبادا کہ بزندیقے گرفتار شدہ سرمایۂ ایمانی برباد دہد۔ بایں نیت اگر بگوید مضائقہ نیست۔ لیکن آگاہ کند کہ طریق مقربین دیگراست تا تلبیس شود فقط۔

فقیر غلام رسول ازقلعہ

---

(۱۱)

حضرت مولوی صاحب مرحوم نے مندرجہ ذیل خطبدست

حافظ غلام مرتضیٰ صاحب جو بڑے خوش الحان تھے بخدمت مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی ارسال کیا۔ حافظ صاحب موصوف آپ کے مرید اور بڑے نیک آدمی تھے۔

اے ساربان بیا کہ بغزنی سفر کنیم — بنشیم و یار بوی یار غم از دل بدر کنیم
در لجے کوہ و دشت و بیابانِ آن سوار — کفشے ز چشم منتظر پائے سر کنیم
از حد گذشت درد و غم انتظار یار — اے خوش شد میکہ بر شہ جاناں گذر کنیم
زاں صحبتے کہ طالع بیدار ہم ندید — بے بہرہ گشتہ ایم و شما را خبر کنیم
در د اگذشت موسم فصلِ بہار گل — بلبل صفت ز دوست لغا بن بسر کنیم
بار آ نسیم وصل بیا در حیات ما — بار بے حساب زندگی خود بسر کنیم
خوباں بصد کمال و جمال اند سو بسو — حسنش ز عالمی است گر چوں نظر کنیم

---

(۱۴)

یہ خط بھی مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کی خدمت میں لکھا گیا۔ اور محمد علی صاحب بو پڑوی لیکر گئے۔

نوید اے بلبلِ بیدل بفضل اللہ بہار آمد — خوشا روزِ وصالِ گل کہ بعد از انتظار آمد
بساز اے ساربان بابے دو چشم محمل جاناں — بر آئے جاں باستقبال چوں آں شہسوار آمد
بدر وازہ بر آمد جاں براہِ انتظار تو — چہ فرمائی بر آید یا بگردد چونکہ یار آمد
شنیدہ سنم کہ آں دلبر کہ کردے دلربائی ہا — کنوں از عین دلداری برایں بیقرار آمد
خرابیہا کہ از بادِ خزاں آمد بباغ ما — کنوں انصافِ خود خواہیم چوں فصلِ بہار آمد
بیا دامن فشاں اے گل ببزم شادمانیہا — بروں اے غم ز کوئے ما کہ یارِ غمگسار آمد
سر زد بر مقدم جاناں ز مشتاقاں نثار جاں — براں اے ہا ایں شوم قرباں کہ آں زیبا نگار آمد
غلام ایں نامۂ شوق اندا و دیدہ بنوشتہ — ہزاراں سوز پروانہ بہر حرفش بکار آمد

خدا رحمت کند وے را کہ خواند پیش عبداللہ ز سوز سینہ ایں نامہ مختر حال زار آمد

---

(۱۴)

ایک مذہبی سوال ایک ہندو نے آپ سے دریافت کر بھیجا تھا جو جواب آپ نے لکھا یاوہ درج ذیل ہے۔

سوال:۔ رام دتا ٹانڈو سکنہ حافظ آباد جواب طلب معرفت حافظ غلام احمد صاحب کولووالہ۔

شہپیر نام مکانیست کہ بھگوان مایاں در آنجا مے ماند و آنچہ مسلماناں گویند کہ خدا لامکان است بکدام وجہ میگوئید۔ چراکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را حقتعالی در شب معراج بسوئے عرش بریں خواند و حضرت جبرئیل صحائف از طرف آسمان مے آوردے۔ پس معلوم مے شود مکان خدا تعالی بسوئے بالا است۔ جواب فرمایند۔ انتہیٰ۔

الجواب:۔ از مولوی غلام رسول صاحب کما قال۔ بعد حمدِ خدائے بے ہمتا۔ ہو مولائی ربی الاعلیٰ۔ ہم درود رسولِ عرب و عجم۔ عترت و آل و صحب خیر الامم۔ قولہ شہپیر نام مکانیست کہ بھگوان مایاں آنجا ہی ماند۔

جواب۔ دلیل اول کہ بر مکانِ خدا گزرانیدہ و باسم بھگوان یاد کردہ۔ موافق مدعائش نیست کہ چوں بھگوان معین نیست مکانش چگونہ مشخص باشد۔ وایں کہ نوشتہ مخالف عبارت است کہ مثلش کتابے در مذہب ہنود معتبر نیست۔ بیست وچہار بار بھگوان در اشکال مختلف نزول یعنی اوتار نمودہ۔ از انجملہ رام چندر پسر جسرت شوہر سیتا در شہر اودھ و از انجملہ سری کرشن جی بھگوان کہ مکانش

دوارکا است - ہمیسان مچھ و کچھ اوتاران بارہ و نرسنگہ اوتار وغیرہ
کہ تفصیلش دراز است وحالانکہ این تعیین مکان ہم مخالفِ عقیدہ
معتبرہ ہنود است - چنانکہ نوشتہ مے شود در اول آغاز اوپب
نوشتہ سوت پوران چودانست کہ شونک و دیگران ہمہ از شنیدن
این قصہ دارند بنیادِ این برکت نہادہ اول اوست - سری مہاراج
کہ اول نام سری مہاراج مے برم - کہ ہرچہ ہست اوست - وہمہ کس
نام او را میگویند و ہمہ وصفِ او مے کنند وحق اوست یکتا و بے ہمتا
واز ہمہ بزرگ تر - ظاہر و پنہانست اول و آخر ندارد و او را بنظر نمے
تواں دید - دانایان او را بہ عقلِ کامل شناختہ اند کہ ہرچہ ہست اوست
واز فعل وسبب برلیست وبرہما مہادیو و وشن وکشن واندر وغیرہ
ہم ہمہ پیدا کردہ است و دایم بودہ است - و دائم خواہد بود و فنا
ذات او را لاحق نیست - وبہمہ جا موجود است وکریم وبخشندہ وقوی
گردانندہ ضعیفان است - چوں نام او را مے برند آن ہمہ از گناہاں
پاک مے شوند - وبزرگ ہم اوست - این چنین سری مہاراج سجدہ
وتعظیم وعبادت میکنم - او پرب متعینہ قولہٗ آنچہ مسلمانان گویند
کہ خدا لا مکان است - بکدام وجہ میگویند -

جواب - چوں از عبارت سابق معلوم شد کہ خدا ازلی است
اول ندارد و ابدی است آخر ندارد پس مکان آفریدہ اوست - وفانی
چگونہ اول از و باشد و ذات قدیم محتاج او باشد - ہر کہ مکان ثابت
میکند کہ شہپیر ہم مخالف عبادت سابق است - کہ آنجا نوشتہ کہ
بہمہ جا محیط است - گویا مصداق این مصرعہ است - ع

نہ تو در ہیچ مکانے نہ مکانے از تو خالی

دلیل دوئم - کہ از معراجِ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

گذرانیده - معنی معراج نہ فہمید - لہذا نوشتہ می شود کہ معراجِ انبیا واولیا و مومنین مختلف است حسب مراتبِ خود چنانچہ معراج یونس علیہ السلام در شکم ماہی است و معراج موسیٰ کلیم اللہ تا طور سینا ومعراجِ ہر مومن سجدہ کہ در نماز است الصلوٰۃ معراج المومنین۔ مزاینت ازیں مثنوی شریف است ؎

قرب نے بالا و پستی رفتن ست قربِ حق از قیدِ ہستی رستن است

در بوستاں است ؎

بلندیت باید تواضع گزیں کہ ایں بام را نیست سلّم جزایں

امّا ایں معراج کہ سوئے عرش بریں است۔ برائے نمودن عجائب قدرتہا مراد است۔ آیت کریمہ لنریہ من آیاتنا اشارتے است بدیں۔ پس معنی معراج عروج کردن است از صفات بشریہ بقربِ الٰہی جلشانہ بحسب استعداد خود لہذا در مدارج النبوۃ نوشتہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را معراجہا بود۔ اما متضمن عجائب وغرائب بود۔ بسیار مشہور است۔ و بالسنہ مذکور۔ چراکہ دریں سفر براق معہ جبرائیل فرستادہ از مسجد حرام باقصیٰ بردہ از انجا بآسماں بردند۔ کہ کسے را بایں قسم نہ بردہ بودند و نمودند آنچہ نمودند مدید۔ و آنچہ از حد دیدہ بیروں بود دید۔

دلیل سوئم۔ کہ آوردن صحائف از آسمان است۔ جوابش آنکہ چوں منزل ملائک آسماں است۔ منزل جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ لہذا چوں حکم الٰہی بادمی رسد از آسماں معہ وحی نازل شود و در سابق نوشتہ شد قربِ خدا بالا و پستی موقوف نیست باقی ماند آنکہ در قرآن مجید است۔ الرحمٰن علی العرش استویٰ یعنی خدا بر بالائے عرش قائم شد۔ ترجمہ اردو خدا اوپر تخت کے قائم ہوا۔ ترجمہ عبدالقادر

ازیں آیت مستفاد است کہ استوی خدا بر عرش است اما کیفیت او مجہول است ۔ کریمہ لیس کمثلہ شئی نطق است چنانکہ امام مالک فرمود ۔ الاکیفیتہ مجہول والایمان بہ واجب والانکار بہ کفر والسوال عنہ بدعتہ پس ایں ایمان ما باستوی علی العرش بلامکان گفتن منافی نیست کہ جہت و مکان تا عرش است و بالائی عرش مکانے نہ جہت را ولایت بپایاں رسید ۔ قطعیت بہ پرکار دوراں رسید خلاصہ آنکہ لا مکان گفتن ما وجہے دارد و تعین مکان بھگوان از شما بے وجہ محض و حالانکہ خود بید شمارا تکذیب میکند چنانکہ در آخر بھو بینرو ہم مہابھارت مرقوم است ۔ کہ سری کرشن جیو بھگوان است و آفرینندہ خلق و آں سری کشن بھگوان چنانست کہ اول آخر ندارد و در ہر جا و در ہر کس مکانے دارد و خلق ہمہ تابع اوست و بہ ہمہ بزرگ اوست و دانندۂ جمیع اعمال خیر و شر اوست و ثنا سے سری کشن جیو در چہاردہ طبق زمین آسمان مذکور است و جائے باز گشت عالم آں بھگوان است و خلق ہمہ چیز از دخواہد و پیدا کنندہ خلق و عقل اوست و بنور کسیکہ ایں تمام خلق بوجود آمدہ ہمیں بھگوان شری کشن است و عبادت کہ بہترین عبادت ہا است عبادت ہمیں بھگوان است ۔ انتہےٰ ۱۲

دریں عبارت معلوم چہ قدر کلا مہا متناقض است ۔ در تعریف مہاراج گفتہ بود کہ کشن و بشن آفرینندہ اوست ۔ اینجا آفرینندۂ خلق قرار دادہ ہمیں را بھگوان مقرر کرد ۔ در اول گفتہ بود کہ شہر بیر مکان اوست ۔ و اینجا گفتہ کہ در ہمہ جا و در ہمہ کس جائے دارد ۔ بلکہ تمام صفاتیہ خدا سری کرشن را ثابت کرد و در دیباچہ مہابھارت اینطور معلوم میشود کہ سری کشن بھگوان پسر بو جادو است و

و مولدش از نرس و کنس که و لتش عا و داں بود حکم کشتن او کرد و
و مدت سی و دو سال بعد از بر آمدن از خانہ نند گوپال در متھرا که در پنجاب
است باستقلال گذرانیده آخر الامر راجه جراسند از ملک پہاڑ با لشکر
انبوہ بقصد ہلاک وے متوجه متھرا شد و از جانب مغرب کال جمن راجه
ملیچھان یعنی از طائفه که دین و آئین نداشته باشند با لشکر گراں بر کشتن
جیو قصد بزرگ نموده - بعضے بر آنند که کال جمن راجه عربستان بود که کشتن
چوں تاب مقاومت با ایشاں نیاورده بدوارکه کنار دریائے شور بقصد
کرہو از احمد آباد است رفته متحصن شده هفتاد هشت سال در آں
حدود مختفی شده بود در محلی که ساکن بوده بسر مے برد - بعد ازاں که عمرے
او بصد و بیست و پنج رسید مسافر عالم باقی گشت - سبحان الله مخلوقے
را که در متھرا در خانه بسدیو تولد شده و بخانه گوبیداں تربیت یافته -
و به غنیم تاب مقاومت نداشته مختفی شده بوقت خود مرده بھگوان
قرار داده اند چه قدر بے ادبی خالق است و شرک بآں جناب والا -
سوال مے کنم که اگر سری مهاراج که در اول کتاب وصف او گذشته
بھگوان است - پس ایں بھگوان دہر جا و در هر کس چگونه سرائت کرد
عقل را بکار فرمایند - همسران رام چندر ۱۲

باب نہم

مولوی صاحب مرحوم کی نظمیں

اکثر نظمیں قبل ازیں والد صاحب کی طبع ہو چکی ہیں۔ مثلاً قصہ حضرت بلالؓ۔ علیہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کلاں وخورد۔ قصہ سستی وپنوں۔ سی حرفی وغیرہ۔ ان کتابوں میں علاوہ نفس مضامین کے اور بھی عشقیہ نظمیں ہیں۔ جن سے وہ لگن ظاہر ہوتی ہے۔ جو ایک بندۂ خدا میں ہونی چاہیئے۔ غیر مطبوعہ نظمیں علاوہ ان نظموں کے بھی ہیں۔ جو اب ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں۔

یاراں چہ بودہ اند کہ از ما جدا شدند ۔ یارب چہ روز بودہ کہ از ما جدا شدند
گر نوبہار آید و پرسد ز دوستاں ۔ گو اے صبا کہ آں ہمہ گلہا گیاہ شدند
اے گل چو آمدی ز زمین گو چگونہ اند ۔ آں رویہا کہ در تہ گرد فنا شدند
آں سروراں کہ تاج سر خلق بودہ اند ۔ اکنوں نظارہ کن کہ ہمہ خاکپا شدند
بازیچہ ایست طفل فریب ایں متاع دہر ۔ بے عقل مرداں کہ بدیں راہ فنا شدند

رسید مژدہ کہ امروز یار مے آید ۔ خزاں رسیدہ چمن را بہار مے آید
بخواب مے نگرم یا بعین بیداری ۔ کہ آب رفتہ دریں جوئبار مے آید
بشکر مقدم جاناں بیا کہ گوہر جاں ۔ کنم نثار کہ بے او چہ کار مے آید
بود کہ منزل دل را ز غیر پردازم ۔ شنیدہ ام کہ پگاہے نگار مے آید
بفرش دیدۂ ما کاشکی نہد گامے ۔ کہ چشم منتظر و اشکبار مے آید

Marfat.com

دل برآں شد تا چو مجنوں روئے در صحرا کنم
آنچہ در دل دارم از دیوانگی ہا وا کنم

در طریقِ یثرب اندر شوق ختم المرسلین
چشم نگراں کفش راہ و تارکِ سر پا کنم

پارہ پارہ کردہ بر خود جامۂ صبر و قرار
از غمِ ہجرِ رسول اللہ واویلا کنم

خلقہ القرآن چو آمد مدح آں خلقِ عظیم
قاصرم ہر چند دفترہا ازو املا کنم

اے صبا اے پیک مشتاقاں بدربارش بَرَد
با ہمہ بیتابی جانم کہ در شبہا کنم

بازگو اے شاہ والا جاہ ملکِ دلبری
مدتے شد کز غمت چاک گریبانہا کنم

آنچہ بر من رفت کز ہجر جناب پاک تو
بر نتابد نامہ و خامہ کز و افشا کنم

یا رسول اللہ بحالم یک نگاہِ مرحمت
کز دو عالم دیدہ دوزم در سگانت جا کنم

چوں شوم بیتاب از شوقِ جمالِ روئے تو
بیت جامی خوانم و از سوز زاری ہا کنم

کے بود یا رب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

خیز از خواب خوش اے ابن السبیل
مے زند دستِ اجل کوسِ رحیل

وقتِ سفر است ایں زمانِ خواب نیست
قافلہ شد زود شو بر راہ مایست

بیں کہ در ماضی چہ ساماں کردۂ
بہرِ گورِ خود چہ زادِ آوردۂ

پیش تو افسانہ حالِ پاستاں
روزے آید خود تو گردی داستاں

باش تا چینند ایں بازار را
از تو واگیرند کار و بار را

رخت بر بندی ازیں فانی سرا
باز پس اینجا نیائی دلبرا

منزلے خود را بگورستاں کنی
دست بر دستِ تغابن در زنی

موسم سرما و گرما بار بار
بگذرد اندر لحد لیل و نہار

تو زگورِ خود نیاری سر بروں
تا بہ نفخۂ ثانیہ اندر سر دوں۔

سالہا گذرد کہ نارند از تو یاد
خاکِ گورت را بہر سو بردہ باد

کن نظر ہمساں و ہمراہست شنند
یارِ غار و محرمِ رازت بر ند

زیں وقائع غافلا عبرت پذیر
بالسے از مرگِ عزیزاں پند گیر

روزے ایں جانِ عزیز از تن رواں خواہد شدن
سندوسی رنگ بہ شکلِ زعفراں خواہد شدن

ماجرائے رفتگاں از بہرِ ما افسانہ نیست
روزے آید حالِ ما ہم داستاں خواہد شدن

اندریں جا ہر چہ روزے عمرِ خود را سوختیم
از نظر ایں پیکرِ خاکی نہاں خواہد شدن

بند بند از ہم گسیخد دانہات خوشہ وار
الوداع از خویش و بند و خانماں خواہد شدن

از خرامِ بید ما عیہائے ما گو بمد زمیں
باش زیرِ ما بیا بنگر چساں خواہد شدن

بادِ صبا بالسے گذر بر روضۂ جانانِ من
با دردِ دل نالاں شوی چوں بید ہنگر پامن

بعد از نیاز و عاجزی معروض حالِ من کنی
کز ہجرتِ آں گلبدن بد عندلیبِ جانِ من

جانِ جانانم بیا بنگر چساں از سوزِ دل
بوئے کباب آمد بیدل از سینۂ بریانِ من

دیدہ ام اندر رہے خاکِ عبارت قطرہ زن
کن غیرت افزائے چناں ایں کلبۂ احزانِ من

چند انکہ از مہجوئے سامی کشیدم مدتے
درد و الم داند خدا یا خاطرِ نگرانِ من

بیدلی بر بندۂ مسکین غلامِ خویشتن
از گوشۂ چشمِ نگر اے شاہِ عالی شانِ من

اے کہ بربادت شدہ عمرِ عزیز
یادگیر ایں نکتہ را از اہلِ تمیز

بالضرورت زیرِ جہاں خواہی شدن
بار بار ایں جا نخواہی آمدن

کن نظر در حالِ خود اے ناتمام
اندریں فرصت تو مشغولِ کدام

سلم و قاضی مبارک مے خری
ہیچ در تحصیلِ منطق مے بری

شاید ایں تذکیر گردد کارگر
حسبِ حالِ خود شنو اے بے خبر

چند چند از حکمتِ یونانیاں
حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں

حبذا سفر السعادت حبذا
مرحبا اے طالبِ صادق بیا

بہ احادیثِ صحیحہ مشتمل　　تا بفضل اللہ گردی زندہ دل

لوحِ دل از غصۂ شیطان بشو　　اے مدرس درسِ عشقی ہم بگو

صاحبِ قاموس مجد الدین بنام　　کرد ایں تصنیف زیبا را اتمام

نقدِ ایماں را ازیں جا باز جو　　ز آبِ سنت ظلمتِ دل باز شو

مناجات در استدعاے دادِ عشق از والدم مولوی صاحب مرحوم

الہٰی عشق دا دہ جام میٹوں　　الہٰی عشق کر انجام میٹوں

الہٰی درد سے کر دل شکستہ　　کریں غم نال میری جان خستہ

الہٰی عشق کے جذبات چاہاں　　محبت خاص دی برکات چاہاں

بظاہر شرع ظاہر ہوں موافق　　بباطن شرع باطن ہوں مطابق

براہ احمدی مرسل مصمم　　کرو یارب ز الطاف و ترحم

رسول اللہ کہ ختم الانبیاء ہے　　شفیع المذنبیں روزِ جزا ہے

ہوویں میرا[1] شفیع روزِ محشر　　خداوندا اجابت ایہ دعا کر

مناجات از حضرت صاحب مرحوم

کرم ہر یا حضرت نبی منگاں تیرا دیدار ہیں　　اوڑک ہاں گولی آپ دی توں بچیاں کردا ہیں

یا رحمۃ للعالمین عالے سفرِ دنیا دے ہیں　　کوہ وسیاہ الیسے نہیں ہاں اوگنہار ہیں

ہیں نال کلتن آیاں سب ہکت جسنے وے لیاں　　کرم مہربانی رساں ہاں امتی رہی ہیکار ہیں

ہُن مار آہیں دنیاں ملمن مکا ناں دے چھوہیاں　　کیوں کھو دکھڑیاں نیاں ہو توقف لیہہ ہیں

ہووے جو حکم حضور دا یاوان تجلی نور دا　　اوہ مشتبہ گو چادر لاسی سید الابرار ہیں

بستر و دی ویں جایاں پولی تیرے لٹھ لائیاں　　روضے تے حضور دے آیاں اپنے قافلہ سالار ہیں

[1] اس کی طرف اشارہ ہے یعنی والد نے میرا نام ہی غلام رسول رکھدیا ۱۲

ایہ چھڈ تر بخن بھاونا ں مُڑ مُڑ نہ کتن آوناں ہر گز نہ پھیرا پاونا اس دیس وچ وار میں

اے بے شعور روئے براہے نکردہ ٔ خود را خلاص از غمِ جا ہے نکردہ ٔ

چشمت گہے زخونِ جگر اشک تر نریخت گویا بعمرِ خویش گنا ہے نکردہ ٔ

از بہر نفس صرف نمودی تمام عمر از بہر خوف گورِ تو آ ہے نکردہ ٔ

آتش زدی چونے بہ نیستانِ دیگراں یک نالۂ بجال تبا ہے نکردہ ٔ

برباد رفت عمر با بت رسید رفت خاک بسر کہ ترک گنا ہے نکردہ ٔ

راہ طویل و عمر قلیل است و بس قلیل زادے بقدر برگِ گیا ہے نکردہ ٔ

تو یوسفی فتادہ بصد چاہ از گناہ فکرے بر آمدن از تہِ چا ہے نکردہ ٔ

شستی تو جامۂ بدن از چرکِ ظاہری گہ شست و شوئے قلب سیا ہے نکردہ ٔ

آموختی تو جمع زر از کاسۂ گدا کسبِ سخا ز خدمتِ شا ہے نکردہ ٔ

سر را بسنگ میزنی از حرصِ تاج و زر گا ہے بسر ز ترکِ کلا ہے نکردہ ٔ

گفتی کہ من غلامِ رسولم و لے غلط یک خدمتش بشام و پگا ہے نکردہ ٔ

باب دہم

کشف اور کرامات کا بیان

(۱)

قلعہ میہاں سنگھ میں ایک گلاب نام چوکیدار تھا۔ وہ موضع مرالیوالہ میں چوکیدار مقرر ہو کر چلا گیا۔ وہاں ایک بیوہ دھوبن تھی اسکے دامِ الفت میں گرفتار ہو گیا۔ جب مرالیوالہ کے باشندوں

Marfat.com

کو اس بات کا علم ہوا۔ تو انہوں نے گلاب کو وہاں سے نکال دیا۔ وہ واپس "قلعہ میہاں سنگھ" میں آ گیا۔ اب چوکیدار نے یہ دستور مقرر کر لیا کہ روزانہ مولوی صاحب کے پاس جاتا اور یہ کہتا۔ کہ حضرت میں مر چکا ہوں۔ ایک دن مولوی صاحب قریب کے بالاخانے میں قیلولہ فرما رہے تھے۔ گلاب مولوی صاحب کے ایک خادم بڈھا کشمیری کو سفارشاً ساتھ لے کر مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ اور دستور کے موافق مولوی صاحب کو دابنا شروع کیا۔ اور اپنی سابقہ درخواست پیش کی۔ بڈھا نے بھی مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ حضرت اس بات میں کیا گناہ ہے۔ عورت بیوہ ہے۔ اگر اس کا نکاح ہو جاوے تو کار ثواب ہے۔ آپ نے بڈھا کشمیری کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اس سے قسم لے لو۔ کہ یہ شخص قبل از نکاح اس کو مس نہ کرے۔ گلاب نے قسم اٹھائی کہ قبل از نکاح بالکل عورت مذکورہ کو مس نہ کروں گا۔

مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ بعد از نماز عشا اپنے گھر کے چھت پہ کھڑے ہو کر "مرالی والہ" کی طرف منہ کر کے تین دفعہ یہ لفظ کہنا۔ آ جا۔ آ جا۔ آ جا۔ تین روز ایسا ہی کر کے پھر مجھے بتانا۔ تیسرے روز عصر کے قریب عورت مذکورہ گلاب کے گھر آ گئی۔ اور کہنے لگی کہ پرسوں عشا سے لے کر اب تک میرے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی۔ تمہارے گھر میں داخل ہوتے ہی آرام ہو گیا گلاب اس عورت کو پکڑ کر اندر لے گیا۔ اور متواتر تین روز اندر ہی رہا۔ تیسرے روز قیلولہ کے وقت مولوی صاحب نے بڈھا کشمیری کو بلا کر فرمایا۔ کہ جاؤ۔ اور اس موذی کو پکڑ لاؤ۔ وہ اس وقت زنا کر رہا ہے۔ بڈھا فوراً گیا۔ اور گلاب کو پکڑ لایا۔ مولوی صاحب نے کہا۔ کہ جا میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو جا۔ وہ لوٹ کر گھر گیا۔ وہ عورت جیسے آئی تھی ویسے ہی خفا ہو کر چلی گئی۔

(۲)

جو ایا نامی نمبردار ساکن موضع بھرتھالوتہ۔ ضلع شاہ پور آپ کا مرید تھا۔

ایک مقدمہ خون میں گرفتار ہو گیا۔ شہادات خون اس پر گذر چکی تھیں۔ اس نے
اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اس کو ایک حرف پڑھنے کے لئے
فرمایا۔ اور کہا۔ کہ تم نے تین روز اس کو متواتر پڑھنا۔ انشاء اللہ بری ہو جائے گا
خدا کے فضل سے وہ بالکل بری ہو گیا۔ جرمانہ تک بھی نہ ہوا ٭

(۳)

محمد الگھمار سکنہ ستراہ سندھواں۔ ضلع سیالکوٹ کا باشندہ۔ چوہدری فیض بخش
ذیلدار کا ملازم تھا۔ اہل و عیال کی زیادتی کے باعث گزران بہت تنگ تھی۔
اتفاقاً آپ وہاں تشریف لے گئے۔ محمد نے مولوی صاحب کے پاس تنگی معاش کی شکایت
کی۔ آپ نے اس کو فرمایا۔ کہ یا حی یا قیوم برحمتک استغیث بلا تعداد ہر
وقت باوضو اور بے وضو پڑھا کرو۔ اور معنی کی طرف خیال رکھنا۔ مولا کریم فضل کر دیگا
اس نے آپ کے فرمانے پر عمل کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں متمول ہو گیا۔ اور موضع
ستراہ میں ہی کافی زمین خرید لی ٭

(۴)

سلیمان بنگالی طالب علم آپ کے پاس تا حیات رہا۔ آپ کی وفات کے بعد
بیت اللہ شریف کو چلا گیا۔ اس نے میرے سامنے بیان کیا کہ مولوی غلام محمد صاحب
حکیم (برادر کلاں مولانا صاحب مرحوم) شیخ غلام حسین بھیروی کے مبلغ دو ہزار روپیہ
کے قرض دار تھے۔ اس نے دعوے کر کے ڈگری حاصل کی اور قید کا خرچہ رکھ دیا
مولوی صاحب مرحوم گھر میں موجود نہ تھے جس روز حکیم صاحب گرفتار کئے گئے
اسی روز عصر کے قریب مولوی صاحب تشریف لے آئے۔ مطابق سنت نبوی ؐ
پہلے مسجد میں آ گئے۔ اور پوچھا کہ بھائی صاحب کہاں ہیں۔ میں نے تمام ماجرا کہ سنایا
مولوی صاحب کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ کو یہ امر نہایت ہی شاق گذرا
ہے۔ نماز عصر سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا سلیمان! ایک لوٹا پانی کا بھر لو۔ اور میرے
ساتھ آؤ۔ (ہمارے گاؤں کے نزدیک بجانب جنوب باغ ہے۔ اس کے مشرق کی طرف

کھلا میدان ہے) جب آپ باغ کے قریب پہنچے تو آپ نے اپنے گرد حصار کھینچ لیا اور فرمایا کہ لوٹا مجھے دے دو۔ آپ حصار کے اندر ہی وضو کر کے قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے اور کچھ پڑھنا شروع کیا۔ میں بھی قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔ دیکھا کہ ایک سوار سفید پوش مغرب کی طرف سے آ کر کہنے لگا۔ کہ لو یہ ہزار روپیہ کا بدرہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے دو ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت دینے والے نے کہا ہے کہ باقی روپیہ وہ چھوڑ دے گا۔ آپ اسی وقت گاؤں سے روانہ ہو گئے۔ شیخ غلام حسین کو تلاش کر کے روپیہ دیا۔ اور کہا۔ کہ باقی روپیہ میں آپ کو جلدی ہی ادا کر دوں گا شیخ غلام حسین نے ایک ہزار روپیہ لے لیا۔ اور باقی کا روپیہ چھوڑ دیا۔ مولوی صاحب حکیم صاحب کو رہا کرا کر واپس تشریف لے آئے۔

(۵)

حافظ غلام محمد صاحب ساکن سدہ ضلع شاہ پور۔ ایک دن مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مولوی صاحب کو دیکھ کر بہت روئے۔ مولوی صاحب نے رونے کا سبب دریافت فرمایا۔ حافظ صاحب نے بیان کیا کہ گاؤں کا نمبردار مجھے سخت ایذا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ مجھے گاؤں سے بھی باہر نکال دیا ہے۔ میری اور نمبردار کی عداوت کی وجہ محض شرعی امور ہیں۔ مولوی صاحب سن کر خاموش ہو گئے۔ حافظ صاحب فرماتے تھے کہ میں تین روز آپ کی خدمت میں رہا۔ مولوی صاحب اپنی جوتی صبح کے بعد زمین پر پانچ دفعہ زور سے مارتے۔ تیسرے روز مجھے فرمایا کہ حافظ جاؤ جلدی پہنچنا۔ تاکہ اس نمبردار کا جنازہ تم ہی پڑھاؤ تاکہ دشمن سے بھی کچھ مل ہی جائے حافظ صاحب کا بیان ہے۔ کہ جب میں گاؤں کے قریب پہنچا۔ تو دیکھا۔ کہ لوگ اس نمبردار کا جنازہ لئے جا رہے ہیں۔ حسب فرمان مولوی صاحب اس کا جنازہ میں نے جا کر پڑھایا۔

(۶)

موضع سدہ کے نزدیک ایک گاؤں کوٹلی ہے۔ حافظ غلام محمد صاحب نے

بیان فرمایا۔ کہ وہاں ایک زمیندار لاولد تھا۔ وہ اپنی عورت کو اور مجھے ہمراہ لے کر مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ حضرت میرے لئے آپ دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے اولاد دیوے۔ اگر خداوند کریم نے لڑکا عطا کیا تو یک صد روپیہ آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کروں گا۔ اور اگر لڑکی ہوئی تو پچاس روپیہ۔

مولوی صاحب نے اسی مجلس میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ دعا کے بعد فرمایا کہ شائد اللہ تعالےٰ تم کو لڑکی عطا کرے۔ خدا کی قدرت اس زمیندار کو اللہ تعالےٰ نے لڑکی عطا کی۔ مولوی صاحب تو فوت ہو چکے تھے۔ حافظ صاحب نے اس زمیندار سے پچاس روپے نذرانہ مجھے دلوایا۔

(۷)

موضع بڈھا گورایہ متصل ستراہ سندھواں۔ ضلع سیالکوٹ میں مسمی ہیغم نمبردار تھا۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ جو بڑا جوان اور خوبصورت تھا۔ اور خوش آواز تھا۔ اسکو فالج ہو گیا۔ اور بہت علاج معالجہ کے بعد حکیموں نے اس کو لاعلاج کر دیا۔ مولوی صاحب اتفاقاً ستراہ تشریف لے گئے۔ ہیغم سنتے ہی مع اپنے مریض بیٹے کے حاضر خدمت ہوا۔ آپ مریض کا ملاحظہ فرمانے کے لئے آگے بڑھے۔ اس نے السلام علیکم کہا۔ آپ نے نام پوچھا۔ اس نے نام بتایا۔ ہیغم نے کہا یہ میرے لڑکے کا نام نہیں۔ آپ سمجھ گئے۔ کہ اس میں جن داخل ہے۔ جن سے پکڑنے کا سبب دریافت کیا۔ جن نے کہا۔ کہ حضرت میں اپنے بادشاہ کا مامور ہوں۔ ایک دن ہمارا گذران کے کوئیں پر سے ہوا۔ ہم ان کے کوئیں پر ٹھیر گئے۔ یہ گادھی پر بیٹھا ہوا تھا۔ سحری کے وقت اس نے نہایت خوش الحانی سے چند اشعار پڑھے۔ اس کی خوبصورتی اور خوش آوازی سے ہمارے بادشاہ کی لڑکی اس پر عاشق ہو گئی۔ بادشاہ کو غیرت آئی۔ اس نے مجھے حکم کیا۔ کہ اس کو پکڑ لو اور اس کا بدن سکھا سکھا کر اس کی جان نکالو۔ اسی روز سے میں اس کو پکڑے ہوئے ہوں۔ مولوی صاحب نے

پوچھا۔ کہ بادشاہ اس وقت کہاں ہے۔ جن نے جواب دیا۔ کہ اس وقت کشمیر میں ہے۔ آپ نے فوراً اس کو حاضر کیا۔ اور کہا۔ کہ اس کو چھوڑ دو۔ بالآخر بہت اصرار کے بعد جنوں کا بادشاہ چھوڑنے پر راضی ہو گیا۔ اور اس کو چھوڑ دیا +

(۸)

قلعہ میہاں سنگھ میں ایک حافظ صاحب لڑکوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ ان کے چہرے پر عنبں ہو گیا۔ ہر چند علاج کیا۔ لیکن صحتیاب نہ ہوئے۔ میں بھی (مؤلف سوانح عمری) حافظ صاحب کے پاس پڑھتا تھا۔ آپ میرا سبق سننے کے لئے مسجد کے حجرہ میں تشریف لے آئے۔ بعد فراغت حافظ صاحب نے عرض کیا۔ کہ حضرت میرے چہرے کی طرف خیال فرمائیں۔ آپ نے دیکھ کر پوچھا کہ علاج نہیں کرایا؟ حافظ صاحب نے عرض کی کہ حضرت علاج کراتے کراتے سال کامل گذر چکا ہے۔ مگر بجائے فائدہ کے نقصان ہی ہوا ہے۔ اور دن بدن زیادتی میں ہی ہے۔ اب خدائی علاج چاہتا ہوں۔ آپ نے دم کیا۔ اور فرمایا۔ کہ حافظ صاحب! تین روز متواتر دم کرانا۔ حافظ صاحب نے مطابق فرمان تین دن دم کرایا۔ اور بالکل اچھے ہو گئے +

(۹)

حاجی کرم الٰہی باشندہ قلعہ میہاں سنگھ نے بیان کیا کہ میری شادی سے کے موقع پر میری والدہ کا زیور گم ہو گیا۔ جس جگہ رکھا تھا بہت ہی دفعہ وہاں دیکھا لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ اور جگہ بھی تلاش کیا لیکن بے فائدہ۔ میری والدہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور زیور کے گم ہونے کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ جس جگہ رکھا تھا۔ وہیں پڑا ہوا ہے۔ میری والدہ نے پھر آکر دیکھا۔ تو زیور اسی جگہ پڑا تھا۔

(۱۰)

چوہدری محمود خاں سکنہ ستراہ سندہواں نے بیان کیا کہ ابتدا میں میری حالت بہت شکستہ تھی۔ آپ ایک دفعہ ستراہ تشریف لائے۔ میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنی خراب حالت آپ کو سنائی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اسم

اللّٰہ الصمد ہر روز بلا تعداد معینہ پڑھا کرو۔ اور نماز تہجد بھی ادا کیا کرو۔ میں نے آپ کے فرمان پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اور چند روز میں ہی متمول ہو گیا۔ یہ معلوم ہی نہیں ہوا۔ کہ میرے پاس مال کہاں سے آ گیا۔ جس دن سے مولوی صاحب نے نماز تہجد پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ ایک دن بھی نماز تہجد میں ناغہ نہیں ہوا۔ اگر کسی دن میں عمداً سو بھی جاؤں۔ تو مولوی صاحب خود مجھے جگا دیتے ہیں۔

(۱۱)

سلیمان بنگالی بیان کرتا تھا۔ کہ میں مولوی صاحب مرحوم کی وفات کے بعد دہلی چلا گیا۔ وہاں ایک صاحب کو جن کا دخل تھا۔ بہت عاملوں نے جن نکالنے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہے۔ گھر والے مایوس ہو چکے تھے۔ جب صاحب جن کے گھر والوں نے سنا۔ کہ مولوی صاحب قلعہ والوں کا شاگرد یہاں آیا ہوا ہے۔ تو وہ مجھ کو بلا کر لے گئے۔ جن ہر وقت حاضر ہی رہتا تھا۔ اس لئے مجھے حاضر کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔ مولوی صاحب بہت مشہور عالم و عامل تھے۔ میں نے اس جن کو جاتے ہی کہا۔ کہ میرے استاد مولوی غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ والے تم کو السلام علیکم کہتے تھے۔ جن نے سن کر کہا کہ کہتے تو یہی ہوں گے کہ نکل جا۔ مگر میرا ارادہ نکلنے کا نہ تھا۔ اچھا لو جاتا ہوں۔ پھر نہ آؤں گا۔

(۱۲)

ایک دفعہ ایک عورت نوشادی شدہ کو اس کے وارث قلعہ میہاں سنگھ لائے۔ اور مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر کیا۔ وہ عورت جن کے مس کی وجہ سے بے ہوش تھی۔ جب آپ کے سامنے آئی۔ تو اٹھ کر بیٹھ گئی۔ آپ نے اس جن کو فرمایا کہ۔ اس عورت کو چھوڑ دے۔ وہ بولا۔ کہ حضرت میں اس کا عاشق ہوں۔ آپ نے اسکو زجر و توبیخ کی۔ آخر وہ مان گیا۔ کہ میں نکل جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی نشان دے جاؤ۔ جن نے عرض کی۔ کہ جو آپ فرماویں۔ بجا لانے کو تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ گھڑا جو اپنی جگہ پر پڑا ہوا ہے۔ یہاں چھوڑ جاؤ۔ چنانچہ وہ گھڑا چلتا چلتا سیڑھیاں

پرے ہو کر مولوی صاحب کی چارپائی کے نزدیک ٹھہر گیا۔ یہ دیکھکر حاضرین حیران اور ششدر رہ گئے ؞

(۱۳)

حاجی امام الدین ماسٹر ٹیلر قلعہ میہاں سنگھ اکثر بیان کرتے تھے۔ کہ میں بالکل کند ذہن تھا۔ اور ان پڑھ بھی تھا۔ میرے بڑے بھائی عبداللہ ایک دن مجھے ساتھ لے کر مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ حضرت امام الدین بالکل کورا ہے۔ معمولی حساب تک نہیں کرسکتا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جاؤ لوٹہ میں تھوڑا سا پانی لے آؤ۔ پانی لایا گیا۔ آپ نے اس پر دم کرکے فرمایا۔ امام الدین اس کو پی جاؤ۔ گذارے کے لئے تم حساب کتاب کرلیا کرو گے۔ آپ کی دعا اور اللہ کے فضل سے اس دن سے میں حساب میں بہت ہی کم غلطی کھاتا ہوں۔ اور معمولی خط و کتابت بھی کرسکتا ہوں ؞

(۱۴)

عبداللہ کشمیری۔ المعروف دری جراح ساکن قلعہ میہاں سنگھ بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں نے عرض کی۔ کہ حضرت جن کس طرح ہوتے ہیں۔ آپ نے پوچھا۔ کیا تم دیکھنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپ چپ ہو رہے۔ دوسرے روز میں لاہور جانے کو تیار ہوا۔ اور مولوی صاحب کو ملنے کے واسطے بالاخانہ پر جو کہ مسجد کے قریب تھا گیا۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ عبداللہ! وہ خواہش جو تم نے ظاہر کی تھی۔ آج راستہ میں پوری ہوگی۔ (یعنی آج راستہ میں تجھے جن دکھائی دیں گے۔ میں نے بہت منت سماجت کی۔ اور عرض کیا کہ حضور مجھے جن دیکھے ہی خوف آتا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ جن ضرور ہیں۔ مجھے معافی دی جاوے ؞

۱۵

کرم داد المعروف ملاں جو ملتان میں دوکان کرتا تھا۔ اس نے بیان کیا۔ کہ میرا باپ مولوی صاحب کے پاس گیا۔ اور کہا حضرت ہم مال لانے کیلئے تیار ہیں

راستہ میں بہت نقصان ہوتا ہے۔ آپ کچھ پڑھنے کے لئے فرما دیں۔ تاکہ ہمارا مال محفوظ رہے۔ آپ نے فرمایا۔ جس جگہ تم رات کو ٹھیرو۔ اپنے مال کے گرداگرد اسم یا محیط ایک سو ایک دفعہ پڑھ دیا کرو۔ ہم راستہ میں مطابق فرمان مولوی صاحب عمل کرتے رہے۔ خدا کے فضل سے ہم صحیح سالم مال لے کر پہنچ گئے۔ حالانکہ ہمارے ساتھیوں کا کئی دفعہ نقصان ہوا۔ ہم اب تک یہی پڑھتے ہیں۔ راستہ میں کبھی نقصان نہیں ہوا ؎

(۱۶)

ایک حجام آپ کی حجامت کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ کہ حضرت میرا بیٹا کئی سال سے باہر گیا ہوا ہے۔ معلوم نہیں وہ کس جگہ ہے۔ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ ایک ہی بیٹا ہے۔ ہو جوان ہے۔ دعا فرما دیں۔ یا مجھے کچھ پڑھنے کے واسطے بتا دیں کہ آ جاوے۔ آپ خاموش ہو رہے۔ حجام کہتا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کچھ پڑھتے ہیں۔ جب حجامت کرا چکے تو میں نے پھر عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ وہ تو گھر میں روٹی نمکین نخود کی کھا رہا ہے جا کر دیکھو۔ حجام کہتا ہے میں آپ کا یہ فرمان سن کر حیران رہ گیا۔ چونکہ میں آپ کی کرامات بہت سی سن چکا تھا۔ لہذا میرے دل میں خیال پیدا ہو گیا۔ کہ شاید میرا بیٹا آ گیا ہو۔ جب میں گھر گیا۔ تو میرا بیٹا بیٹھا نخود کی روٹی کھا رہا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ میں سکھر ملک سندھ میں آٹا گوندھ رہا تھا۔ پانی لینے کے واسطے باہر نکلا ہوں۔ معلوم نہیں کیا ہوا مجھے کسی نے اٹھایا۔ طرفۃ العین میں یہاں اپنے گاؤں میں پہنچ گیا ہوں۔ میرا کل سامان اور اوزار وغیرہ سکھر میں پڑے ہوئے ہیں ؎

(۱۷)

موضع کوٹلی سنگھ بھرڑاں متصل گوجرانوالہ کے بلند از میندار نے میرے آگے بیان کیا کہ میرا بھائی علی گوہر بخار سے ایک سال بیمار رہا۔ طبیبوں نے کہا کہ اس کو دق اور سل ہو گیا ہے۔ نا امید ہو کر ہم مولوی صاحب کے پاس قلعہ میہاں سنگھ آئے۔ دکھایا اور عرض کیا کہ یا حضرت اس کو طبیبوں نے مدقوق اور مسلول کہا ہے۔ فرمانے لگے اطباء نے غلطی کھائی ہے۔ اسکو معمولی بخار ہے۔ پانی لیکر دم کر کے

پلادیا۔ اسی روز بخار اتر گیا۔

(۱۸)

ایک شخص بیان کرتا تھا کہ ایک دن میں مولوی صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک اور شخص آگیا۔ اس نے ذکر کیا۔ کہ ایک بزرگ کی میں نے عجیب کرامت دیکھی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس نے چھری لیکر اس پر دم کر کے زمین میں گاڑ دی۔ ایک جانور اڑتا ہوا جا رہا تھا۔ وہ جھٹ اس چھری پر آگرا۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ آپ نے ایک چھری منگوائی اور ہم کو ساتھ لیکر جنگل کی طرف چلے گئے۔ آپ نے کچھ پڑھکر پہلے چھری پر دم کیا۔ اور اسکو زمین میں گاڑ دیا۔ پھر چھری کا وہ حصہ جو زمین کے اوپر تھا اس پر آپ نے بہت سی کپڑے کی دھجیاں لپیٹ دیں۔ اور پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے وہ شخص قسمیہ بیان کرتا تھا۔ کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جانوروں کے جھنڈ کے جھنڈ آتے اور اپنا گلا چھری کے ساتھ رگڑتے گویا ذبح ہونیکے لئے بیقراری ظاہر کر رہے ہیں۔ اس دن ایسے ایسے جانور دیکھنے میں آئے جو نہ کبھی دیکھے اور نہ سنے تھے۔ اور میں حیران تھا کہ یہ جانور اتنی تعداد میں کہاں سے آگئے ہیں۔ کچھ دیر یہ حالت رہی۔ پھر مولوی صاحب نے چھری زمین میں سے نکال لی۔ چھری نکالنا تھا کہ تمام جانور جدھر سے آئے تھے ادھر ہی چلے گئے۔

(۱۹)

مولوی علاؤ الدین صاحب نے مجھ سے بالمشافہ بیان کیا۔ کہ ایک دن آپ موضع ہیرانوالہ کو تشریف لے جا رہے تھے۔ میں حضرت صاحب کے پا برکاب تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے راستہ میں ایک اونچا سا ٹیلہ آتا ہے۔ جب وہاں آپ پہنچے تو گھوڑی سے

اتر پڑے - اور فرمانے لگے - علاؤ الدین یہاں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی خوشبو آتی ہے - تم ذرا گھوڑی پکڑ لو - میں نے حسب الارشاد گھوڑی کو پکڑ لیا - آپ وضو کر کے پا برہنہ تلاش کرتے کرتے ایک جگہ بیٹھ گئے - دوپہر کا وقت اور گرمیوں کا موسم تھا - آپ بیہوشوں کی طرح وہاں بیٹھے رہے - اور یہ حالت ہو گئی کہ آپ کی دستار مبارک بھی سر سے نیچے گر گئی - میں حیران کھڑا تھا - ظہر کے اول وقت آپ وہاں سے اُٹھے اور نماز ادا کی - فرمانے لگے - میرا دل چاہتا ہے کہ میری قبر یہاں ہی ہو -

(۲۰)

موضع دلاور چیمہ میں ایک سکھ بڑا صاحب ثروت تھا - اور تخمیناً سات کوئیں کا مالک تھا - اسکا بیٹا آپ کا وعظ سنکر مسلمان ہو گیا - اسکا نام عبداللہ رکھا گیا - اسکے والد نے دلاور اور علی پور میں منادی کرا دی کہ کوئی پنڈت یا دوان مولوی صاحب قلعہ والہ سے بحث کر کے ان کو مغلوب کر دے اور میرے بیٹے کو اصلی حالت پر کر دے - یعنی اسکو پھر سکھ بنا دیوے تو میں اسکو ایک کنواں اور پانچ صد روپیہ نقد انعام دونگا - علی پور کا ایک پنڈت یہ اعلان سنکر لالچ میں آکر تیار ہو گیا - عبداللہ کے والد نے پانچ صد روپیہ نقد جمع کرا دیا اور کنوئیں کیواسطے دستاویز لکھدی - اور پنڈت صاحب کو ساتھ لیکر قلعہ کیطرف روانہ ہوا - بہت لوگ انجام دیکھنے کے لئے ساتھ روانہ ہو پڑے اور ہزار ہا لوگ تماش بین راستہ میں مل گئے مجمع عام ہو گیا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا بھاری میلہ ہے -

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آں کس تف زند ریشش بسوزد

آپ بالاخانہ پر تشریف فرما تھے اور ایک طالبعلم کو بوستاں کا سبق حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی ابیات سے پڑھا رہے تھے آتے ہی پنڈت صاحب نے سوال کیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ جناب تشریف رکھیئے۔ طالبعلم کا سبق تمام ہونے پر پھر آپ بہ طیب خاطر وحسب منشا سوال کریں۔ میں بھی انشاء اللہ العزیز خوشی سے جواب دونگا۔ میں آپ کی تشریف آوری پر بڑا خوش ہوں۔ اسقدر تقریر کے بعد آپ اس شعر کی تشریح کیطرف متوجہ ہوئے ؎

دریں بحر جز مرد راعی نرفت گم آں شد کہ دنبال راعی نرفت

سامعین اسوقت کی حالت بیان کرتے ہیں۔ کہ پنڈت اور ہنود کا آکر بیٹھنا ہی تھا۔ کہ مجلس کا ڈھنگ بدل گیا۔ مولوی صاحب کا رنگ اور ہو گیا۔ تقریر میں خداوندکریم نے ایسی تاثیر بھردی کہ سامعین کے علاوہ در و دیوار کلمہ شریف پڑھتے معلوم ہو رہے تھے۔ پنڈت صاحب ٹکٹکی باندھے آپ کے چہرہ مبارک کیطرف دیکھ رہے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ کے سامنے ایک بے جان تصویر بٹھائی گئی ہے۔ چند منٹ گذرے کہ پنڈت صاحب نے واویلا کرنا شروع کردیا مجھے لیچلو۔ مجھے لے چلو کے سوا پنڈت صاحب کو کوئی بات یاد نہ تھی۔ ہمراہی لوگوں نے پنڈت صاحب کو دونوں شانوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور ایک مدت العمر مریض کیطرح بڑے سہارے سے بالاخانہ سے نیچے اتارا۔ جب پنڈت صاحب ذرا ہوش میں آئے۔ تو زمیندار مذکور نے دریافت کیا کہ آپ تو بڑے زور شور سے وہاں سے آئے تھے یہاں آکر کیا ہو گیا۔ کہ بغیر بات چیت کے واویلا کرنے لگ گئے۔ پنڈت صاحب بولے میں

نے اکیس سوال اسلام پر سوچے ہوئے تھے۔ جب میں مولوی صاحب کے سامنے آیا۔ اور سوال کیا تو آپ نے مجھے ٹال کر بٹھا لیا۔ اور تقریر شروع کر دی۔ آپ کی تقریر سحر کی تاثیر رکھتی تھی۔ میرے دل میں بحث شروع ہو گئی۔ ہر چند میں نے بھی جواب دئے لیکن ایک نہ بنی۔ اسلام کی سچائی میرے سینہ میں بھر دی گئی دل کہنے لگ گیا کہ اب کلمہ پڑھ لے۔ مولوی صاحب کیطرف سے ایک روشنی اٹھکر میرے اندر آنے لگ گئی۔ اندھیرا کفر جانا شروع ہو گیا اگر میں ایک لمحہ اور مولوی صاحب کے سامنے بیٹھا رہتا۔ تو میں بھی مسلمان ہو جاتا

لوگوں نے ہر چند پنڈت صاحب کو بحث کیواسطے کہا۔ لیکن پنڈت صاحب نہ مانے اور کہنے لگے کہ اگر مجھے تمام موضع دلادر بھی ملے تو بھی میں اس شخص سے ہرگز ہرگز بحث نہیں کرونگا۔

(۲۱)

ایک دفعہ لاہور میں آپ کے وعظ میں ہزارہا مخلوق جمع تھی۔ علماء لاہور آپ سے بحث کرنے کی دل میں ٹھان کر وعظ میں ہی آ گئے۔ آپ اسوقت یہ آیت شریف پڑھ رہے تھے۔ الم۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔ آپ نے ایسی خوش اسلوبی سے اس آئت کی تفسیر منطقی اور فلسفیانہ طریقہ سے صرف و نحو کا ہر پہلو سے خیال رکھتے ہوئے شروع کی کہ بحث کرنیوالوں کے جو سوال تھے وہ اول بیان کر لیتے پھر اسکا جواب دیتے اور پھر اپنے اعتراضات اس پر جاتے۔ جماعت مولویاں حیران اور مانند تصویر بنی بیٹھی تھی۔ اور آپ کے چہرہ مبارک پر ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ حیران تھے کہ اسطرح قران شریف کا بیان کرنا اسی شخص کا کام ہے ہماری کیا جرائت ہے۔ کہ ان سے ہم کلام ہوں سو عظ

ختم ہونے پر تمام صاحبان چپ چاپ چلے گئے ۔ جو مولوی صاحبان کے واقف راز تھے ۔ انہوں نے ان سے کہا کہ آپ تشریف بھی لائے اور چپ چاپ ہی چلے گئے یہ کیا سبب ہے ۔ انہوں نے جواب دیا کہ حق بات تو یہ ہے ۔ کہ بلا سوال ہی ہمارا گھر پورا ہوگیا ہے ۔ اور ایسی تسلی ہوئی ہے ۔ کہ اور کسی شخص سے نہ ہو سکتی تھی ۔ اب تو ہم کو بولنے کی جرأت ہی نہیں رہی ۔ یہ شخص عالم ہی نہیں ولی اللہ بھی ہے ۔

(۴۲)

ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ حضرت آپ کے وعظ میں بعض شخص ایسے بھی آتے ہیں ۔ جن کے دل میں خیال ہوتا ہے ۔ کہ ہم مولوی صاحب سے بحث کرینگے ۔ اور کئی طرح کے سائل بھی بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں ۔ اور بعض غیر مذاہب کے لوگ بھی ہوتے ہیں ۔ جو اسلام پر اعتراض کرنیکے لئے آتے ہیں ۔ لیکن معلوم نہیں ہوتا کہ بعد وعظ وہ سب کے سب کیوں چپ چاپ ہوکر چلے جاتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ جسقدر لوگ میرے وعظ میں حاضر ہوتے ہیں ۔ اللہ تعالے کے فضل و کرم سے ان کے سوالات مع ان کے ناموں کے میرے سامنے ایک فہرست بنا کر حاضر کی جاتی ہے ۔ اگر مجھے مشہوری کا خوف نہ ہو ۔ تو انشاء اللہ بفضل خدا معترضوں اور سائلوں کے نام پکار پکار کر سوال حل کرتا جاؤں ۔

آپ کے وعظ میں ہر ایک سائل کا سوال بلا سوال پورا ہوجاتا تھا ۔ موضع دلاور والے سکھ زمیندار کے بیٹے کا قصہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے ۔ وہ بھی اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے آیا تھا ۔ آپ کی وعظ سنکر اور اپنے سوالوں کا جواب مکمل پاکر مسلمان ہوگیا تھا ۔

(۲۳)

ایک دفعہ مولوی غلام محمدؐ صاحب نے اپنا ایک شاگرد صدرہ پڑھنے والا جوکہ سب شاگردوں سے ہوشیار و چالاک اور ذکی تھا۔ صدرہ کے مشکل مقامات بحث فلکیات سے سمجھا کر آپکی خدمت میں امتحاناً ارسال کیا۔ آپ اتفاقاً سورہ یٰسین سے والقمر قدرناہ منازل حتیٰ عاد کالعرجون القدیم الخ ایک طالبعلم کو پڑھا رہے تھے۔ طالبعلم السلام علیکم کہ کر بیٹھ گیا۔ جو سوال وہ مولوی صاحب سے سیکھ کر آیا تھا۔ مولوی صاحب نے وہی سوال اپنے شاگرد پر کرنے اور جواب دینا شروع کردیا۔ جواب دیکر صدرہ والا کا منشا سمجھایا۔ پھر جو اس پر حواشی لگے تھے طالبعلم کو وہ سمجھائے۔ آپ نے بیان کرکے مولوی غلام محمدؐ صاحب کے شاگرد کو فرمایا۔ صدرہ کے مقام پر میرے دو سوال ہیں۔ جو قبل ازیں کسی نے نہیں کیئے یہ سمجھ لو اور اپنے استاد صاحب سے دریافت کرکے مجھے جواب لا دینا۔ طالبعلم چلا گیا۔ اور استاد کی خدمت میں ماجرا جا سنایا اور آپ کے سوال بھی بلفظ جا سنائے۔ بعد ازاں مولوی غلام محمدؐ صاحب نے بجز بیعت کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔

(۲۴)

ایک شخص مسمی جوایا زمیندار باشندہ موضع پھڑت ضلع شاہ پور بڑا نامی گرامی چور تھا۔ آپ موضع سدہ میں تشریف لے گئے۔ جوایا مولوی صاحب کی تشریف آوری کی خبر سنکر حاضر خدمت ہوا۔ اور مبلغ پچیس[۲۵] روپیہ بطور نذرانہ پیش کئے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ مجھے معاف رکھا جاوے۔ جوایا نے سبب انکار دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ چوری کا مال ہے۔ اس نے کہا حضرت یہ

چوری کے مال میں سے نہیں ہے۔ آپ کو کسی نے شبہ میں ڈال دیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم نے فلاں شخص کی افیم چوری کی اور شاہ پور میں جا کر مبلغ یکصد روپیہ سے فروخت کی۔ یہ روپیہ اس روپیہ میں سے ہے اور باقی مبلغ پچھتر ۷۵ روپیہ فلاں جگہ تم نے رکھے ہوئے ہیں۔ زمیندار نے توبہ کی اور ایسا تائب ہوا کہ تاحیات چوری کا نام تک نہ لیا۔ صوم صلوٰۃ کا ایسا پابند ہوا کہ مرتے دم تک نماز تہجد تک بھی قضا نہ کی۔

(۲۵)

ایک دفعہ صدرالدین و سرفراز مالکان سدہ کمبوہ بمع حافظ غلام محمدؒ صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ ہماری زمین کا بہت سا حصہ دریا نے لے لیا ہے اور قریب ہے کہ ہماری تمام زمین دریا برد ہو جاوے۔ دعا فرماویں اللہ تعالےٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات دلوے۔ تینوں صاحب دو روز قلعہ میہاں سنگھ میں رہے۔ وقت رخصت مولوی صاحب نے فرمایا کہ دریا کے کنارے پر کھڑے ہو کر بآواز بلند کہنا یا ماء نکتہ العدالسلام علیکم من غلام رسول قلعہ والہ اور سورہ یٰسین تین روز پڑھنی۔ تینوں شخصوں کا بیان ہے۔ کہ جب ہم نے دریا کے کنارے پر کھڑے ہو کر حسب فرمان مولانا صاحب کا سلام پہنچایا ہمارے دیکھتے دیکھتے ہی دریا ہٹنا شروع ہو گیا اور طغیانی بالکل جاتی رہی۔ ہم حیرانگی سے دیکھتے رہے۔ دریا کا یک لخت ہٹنا شروع ہونا بڑا التعجب خیز امر تھا۔ سورہ یٰسین پڑھنے سے دریا بالکل ہٹ گیا۔ اور اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

(۲۶)

مولوی صاحب کی وفات کے بعد حافظ صاحب ایک دفعہ تشریف

لائے۔ اور مجھے مذکورہ بالا قصہ سنایا اور کہا کہ اب مولوی صاحب تو فوت ہو چکے ہیں۔ آپ ان کے جانشین ہو۔ آپ کو ان کا قائم مقام سمجھ کر بیان کرتا ہوں۔ ہمارے قریب ایک گاؤں ہے۔ ہمارے گاؤں کی زمین کیطرح اسکی زمین بھی دریا برد ہونی شروع ہو گئی تھی۔ گاؤں والوں نے مجھے کہا۔ میں نے ان کو مولوی صاحب والا طریق سمجھایا۔ اب ان کے گاؤں کیطرف سے ہٹ کر پھر ہمارے گاؤں کا ویسا حال کر رہا ہے میں نے حافظ صاحب کو پھر وہی طرز اور وہی الفاظ دہرا دیئے جو آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے تھے۔ ایسا کرنے سے پھر خداوند کریم نے ان کی خلاصی کر دی۔ یہ سب محض اللہ تعالےٰ کا فضل اور آپکی برکت تھی۔

(۲۷)

ایک دن آپ کو مولوی قطب الدین صاحب نے جو آپ کے شاگرد رشید اور فیض یافتہ مرید تھے سوال کیا کہ حضرت آپ سے ہزارہا کرامات صادر ہونیکا کیا سبب ہے۔ جو موجودہ بزرگ ہیں یا متقدمین۔ کرامات تو ان سے بھی صادر ہوتی رہی ہیں۔ لیکن اتنی کثرت سے نہیں ہوئیں فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ اسوقت سے کرامات صادر ہو رہی ہیں۔ مولوی قطب الدین صاحب کہتے تھے۔ میں نے اس خواب کی کیفیت دریافت کرنی شروع کی۔ کچھ دن تو مولوی صاحب ٹالتے رہے آپ نے حد سے زیادہ میری خواہش کو پاکر فرمایا۔ ایک مبارک رات میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا (مجھے تو خیال ہے وہ رات شاید لیلۃ القدر ہو گی) نہ تو اس حالت کو میں خواب سے تعبیر کر سکتا ہوں اور نہ ہی اسکو بیداری کہ سکتا ہوں۔ مجھے رسولؐ نے صابون عنایت کر کے فرمایا۔ اس سے اپنے کپڑے دھلواؤ۔ میں حسب الحکم کپڑے دھو

لایا اور پھر حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے ممبر پر کھڑا کر کے ایک ہاتھ میں قرآن شریف دیا اور دوسرے میں صحیح بخاری۔ اور فرمایا کہ لوگوں کو سناؤ تم میرے وارث ہو۔ ایسی رات پھر تمام عمر نصیب نہیں ہوئی۔ جو کچھ اس رات میں برکات اور فیوض حاصل ہوئے۔ پھر وہ نہ کسی کی صحبت سے اور نہ کسی ذکر سے حاصل ہوئے کسی نے سچ کہا ہے ؎

آنچہ اندر خواب دیدیم ہیچ بیداری نہ دید آنچہ در دیوانگی دیدیم ہوشیاری نہ دید

(۲۸)

مولوی قطب الدین صاحب اپنے وقت کے ولی اللہ گذرے ہیں انہوں نے اپنی حالت کا ماجرا یوں بیان کیا۔

جب میں علوم امدادی سے فارغ ہو چکا میں نے آپ سے (مولوی صاحب مرحوم) ترجمہ شروع کیا۔ ایک سیپارہ پڑھنے سے میرے تمام اذکار جاری ہو گئے۔ اس اثنا میں مولوی صاحب نے مجھ پر توجہ بھی نہ کی اور نہ ہی میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اللہ کی قسم میری بیعت والوں سے اچھی حالت تھی۔ میں اپنی ذات میں بڑا خوش تھا۔ اور ایسا ذوق اور ایسی حلاوت تھی جو بیان میں نہیں آسکتی۔ میرے آنسو ہر وقت جاری رہتے تھے۔ یہاں تک کہ مجھے قرآن شریف پڑھنا اور مولوی صاحب کا بیان سننا مشکل تھا۔ جب میں مولوی صاحب سے سبق پڑھنا شروع کرتا تھا۔ تو اسطرح معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا قرآن شریف اب نازل ہو رہا ہے۔ میں یہ خیال کرتا تھا کہ پڑھنے والا میں ہوں اور پڑھانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میرے ہر رونگٹے سے ذکر کلمہ طیبہ جاری ہو گیا۔ میرے تمام گناہ بالمشافہ ہو گئے۔ میرے سامنے حشر بپا رہتا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ ہر ایک کا حساب کتاب ہو رہا ہے۔ اور میں رب العلمین کے سامنے کھڑا ہوں۔ دنیا

و ما فیہا کی کچھ خبر نہ رہی۔ اگر نیند آتی ہیں جھٹ چونک اٹھتا۔ بھلا کسکو نیند
اور کسکو آرام۔ کبھی مجھے ایسا کشف ہوتا کہ میں تمام جہان کو اور جو کچھ اس
میں ہو رہا ہے۔ دیکھتا ہوں۔ برابر میری وہ حالت تھی جیسی شیخ سعدی
علیہ الرحمۃ نے یعقوب علیہ السلام کی حالت بیان کی ہے۔ کسی
سائل نے آپ سے یوسف علیہ السلام کا حال دریافت کیا۔ کہا
آپ نے یوسف علیہ السلام کو چاہ کنعاں میں پڑا ہوا نہ معلوم
کیا۔ اور مصر سے ان کے پیراہن کی خوشبو سونگھ لی۔ یعقوب
علیہ السلام نے فرمایا ؎

بگفت احوال ما برق جہانست — دمے پیدا و دیگر دم نہانست
گہے بر طارم اعلیٰ نشینیم — گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم

میں موضع کھیکی میں جو کہ قلعہ میہاں سنگھ سے ایک میل بجانب
مغرب ہے رات کو جا کر رہتا تھا۔ کیونکہ وہاں کوئی اہل علم نہ تھا۔
اور وہاں کے باشندوں نے مولوی صاحب کی خدمت میں درخواست
پیش کی تھی کہ ہمیں کوئی اپنا طالبعلم دیا جاوے جو صبح آپ کے پاس
رہا کرے۔ اور شام کو کھیکی پہنچ جایا کرے اور ہمیں نماز پڑھا دیا کرے
مولوی صاحب نے مجھے وہاں رہنے کا حکم دیا ہوا تھا اس لئے میں
روزانہ بعد عصر چلا جاتا تھا۔ ایک دن آپ نے مجھے جاتے وقت فرمایا
قطب الدین۔ آج تمہیں رستہ میں ایک بیدین صوفی ملیگا۔ اس
سے پرہیز کرنا۔ اسکے پھندے میں نہ پھنس جانا۔ وہ شیطان مجسم ہے
میں مولوی صاحب سے روانہ ہوا۔ جب نصف فاصلہ طے
کر چکا تو ایک آدمی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ہر چند میں نے اس سے
کنارہ کیا۔ مگر اس نے میرا نام لیکر پکارا اور مجھے ٹھیرا لیا۔ اور آتے
ہی مجھے سینہ سے لگا لیا۔ اسکے سینہ سے لگتے ہی میرا تمام فیض اور

تمام ذوق وحلاوت جاتا رہا۔ صرف ایک لطیفہ قلب جاری رہا۔ باقی تمام جاتے رہے۔ میں شام کو کھیدکی پہنچا۔ نماز کو دل نہ چاہا۔ لیکن بصد مشکل میں نے نماز ادا کی۔ صبح قلعہ مولویصاحب کیخدمت میں حاضر ہونیکو دل نہ چاہتا تھا۔ لیکن دل پر جبر کر کے حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ قطب الدین وہ شیطان تم کو مل گیا۔ میں نے عرض کیا حضرت میرے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو کچھ رات بھر میرے خیالات میں تبدیلی ہوتی رہی۔ اور جو کچھ میں نے دل سے بحث کی وہ عرض کر دیتا ہوں۔ آپ سے جسقدر فیض حاصل ہوا تھا وہ تو اس کے ملنے سے کافور ہو گیا۔ نماز بھی مشکل سے ادا کی۔ دل کو بہت سمجھایا کہ میں عالم ہوں۔ میرا بے نماز ہونا بہت لوگوں کو گمراہ کریگا۔ کبھی دل میں خیال آتا کہ کیا یہ شریعت سچی ہے۔ کیا یہ قرآن مجید اور احکام فضول ہیں۔ رات انہیں خیالات میں گذر گئی ہے صبح آپ کی خدمت میں دل پر جبر کر کے حاضر ہوا ہوں۔ آپ میری باتیں سنکر مسکرائے اور خلاف عادت مجھ سے معانقہ کیا۔ آپ کا معانقہ کرنا اور میرے وسواسوں کا دور ہونا۔ سبحان اللہ۔ وہی حلاوت۔ وہی لذت وہی ذکر اور وہی برکات پھر عود کر آئیں۔ آپ نے دیوان حافظ کا شعر پڑھا ؎

چہ نسبت است برندی صلاح و تقوے را سماعِ وعظ کجا۔ نغمۂ رباب کجا

مجھے فرمایا۔ قطب الدین چہار شیخ جن سے یہ سلسلہ صوفیہ شروع ہوا ہے اور نام علیحدہ علیحدہ رکھے گئے ہیں۔ گویا ایک ہی چشمہ کی چار نالیاں ہیں یعنی (نقشبندی۔ سہروردی۔ فاروقی اور چشتی) اس چشمہ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چشمہ فیض ہے۔ جو حضور کا سرمو مخالف ہے وہ اس چشمہ کا یا اس چشمے کی کسی

نالی کا پانی نہیں پی سکتا۔ منتہائے مقصد سب کا ایک ہی ہے۔ صرف طریق اذکار میں فرق ہے۔ یہ مشائخ حضرت صلعم کی پیروی کے سخت پابند تھے۔ اُن کے طرق میں جو بدعات دیکھی جاتی ہیں۔ یہ اُن کا قصور نہیں اُن کے نام نہاد متبعین جاہلوں کا قصور ہے۔ اور وہ محض متہم کیئے گئے ہیں۔ ورنہ وہ لوگ دنیاوی آلودگیوں سے پاک اور دین کے لئے جان تک قربان کر دینے کے لئے ہر دم تیار رہتے تھے۔ اپنے زمانہ میں اپنا ہمسر نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے پاک زندگی بسر کی۔

توجہ دینا یا ذکر سکھانا بادی الرای لوگوں میں بدعت ہے اور اسکو بھی وہ انکے اختراعات سے جانتے ہیں۔ یہ انکی غلط فہمی اور قرآن و حدیث میں نہ تدبر کرنے کے نتائج ہیں۔ ورنہ ان کا اثر اگر نظر عمیق اور قلب سلیم سے قرآن و حدیث کو دیکھا جائے پایا جاتا ہے۔ افسوس اور صد افسوس ایسے لوگوں پر جو ایسے لوگوں کو اہل بدعت کہیں۔ اور ان پر طعن و تشنیع کریں یہ لوگ محافظ اور حامی دین ہوئے ہیں۔ ان کے یہ طریق دین کی خاطر تھے اول روح کو ذکر و اذکار سے صاف کر لیتے پھر استقامت علی الدین کے لئے تلقین فرماتے اسی کی طرف آیہ کریمہ میں ارشاد ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔ ان کے اوصاف حمیدہ اور اعمال مخلصانہ مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے گویا وہ مجسم دین تھے۔ اُن کے افعال خبر دے رہے ہیں۔ کہ اسلام اس کا نام ہے پھر آپ نے مجھ سے بیعت لی اور فرمایا کہ آج وہ شیطان تمہیں پھر ملیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس کا اثر تجھ پر کچھ نہیں ہوگا۔ چنانچہ جب میں جا رہا تھا پھر شام کے وقت اسی جگہ پر وہ فقیر ملا۔ اُس نے مجھے بلایا۔ میں ٹھیر گیا۔ میرے پاس آکر کہنے لگا تیرا مرشد زوروالا ہے۔ تم جاؤ۔ بس میں چلا گیا۔ صبح کو جب میں پھر خدمت

میں حاضر ہوا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا اب اسکا تجھ پر نہ اثر ڈالنا یہ میری بیعت کا سبب ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت! اگر وہ شیطان ہیں پھر اتنی جلدی ان کا اثر کیوں ہوتا ہے۔ حالانکہ خداوند کریم نے فرمایا ہے ان عبادی لیس لک علیھم من سلطان۔ فرمانے لگے یہ تو سچ ہے مگر اب تک آپ عباد میں داخل نہیں ہوئے۔ جب آپ بندۂ خدا بن جائینگے۔ تو پھر شیطان تم کو دیکھکر بھاگیگا اثر کا کیا نام ہے۔ کیا حضرت عمرؓ کا حال تم نے نہیں سنا۔ یہ بھی فرمایا کہ بدبو۔ خوشبو پر اکثر غالب آجاتی ہے۔ ہاں جب خوشبو کا انسان عادی ہو جائے۔ تو پھر بدبو دماغ کو ضائع کر دیتی ہے۔ بلکہ بعض وقت عمدہ دماغ کے آدمی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ شیخ سعدیؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ ع

تحکم کند سیر بر بوئے گُل

انسان کو خداوند کریم نے صحیح ایماندار کی شناخت کا معیار عطا فرمایا ہے۔ فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا وان تولوا فانما ھم فی شقاق۔ یعنی اصحابوں کا ایمان۔ جو اس کسوٹی پر پورا نہ اُترے وہ مومن نہیں اور نہ ہی مرشد بنکر بیعت لینے کے لائق ہے۔ مولوی رومی صاحب۔ کا اسی طرف اشارہ ہے۔ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست   پس بہر دستے نبائید داد دست

مولوی قطب الدین صاحب فرماتے تھے کہ میں بھی اسوقت تحصیل یافتہ تھا۔ لیکن آپ کی اس تقریر سے میرا دل صاف ہوا۔ میں حق ایمان کا سمجھ گیا۔ یقین کر لیا۔ کہ ایمان اس کا نام ہے۔ کئی صوفی وغیرہ وغیرہ دیکھے لیکن دل نہیں چاہا کہ ان کے پاس بیٹھا بھی جائے۔ میرے خیال میں کوئی ایسا آدمی شاید ہی ہو مگر میں نے نہیں دیکھا۔

مولانا کی کلام کا ایک اور جملہ یاد آگیا جو کہنے کے قابل ہے۔ خلافت

شرع کوئی شخص ہو خواہ ہندو خواہ مسلمان زہد اور ریاضت کرلے اسکو دنیا میں ثمرہ مل جاتا ہے۔ اس کے ملنے سے استدراج کے طور پہ دوسرے پہ غالب بھی آجاتا ہے۔ خلاف شرع بھی پہلے اللہ کا نام لیتے ہیں۔ اور اسکو ہی پکارتے ہیں۔ وہی طالب کے دل پہ جاری ہوتا ہے۔ نور اور درجات۔ اور بقا درجات اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اگر ایسے لوگوں کا مقابلہ کسی اہل شرع سے شریعت کے کاموں میں ہو تو اہل شرع کو خداوند کریم غلبہ دیگا۔ یہ اسکا وعدہ ہے۔ لاغلبن انا ورسلی۔

(۲۹)

قلعہ میہاں سنگھ میں بڈھا نام کشمیری پہلوان آدمی تھا۔ بڑا زانی اور سرکش تھا۔ مسجد اور ہمارے گھر کے درمیان اسکا گھر اور کھڈیاں تھیں۔ ایک دن آپ قیلولہ کرنے کے واسطے مسجد کیطرف تشریف لے جارہے تھے۔ کہ خلاف عادت آپ اسکی کھڈی پہ کھڑے ہو گئے۔ اور بڈھا سے پوچھا کہ کبھی تم کو رونا بھی آیا ہے۔ یا نہیں۔ اس نے جواب دیا۔ حضرت ایک بار کشتی لڑتے لڑتے میرا بازو ٹوٹ گیا تھا اسوقت بے اختیار رو دیا تھا۔ آپ نے فرمایا میں یہ نہیں پوچھتا۔ میں پوچھتا ہوں۔ کبھی خدا کے خوف سے بھی تم روئے ہو یا نہیں اس نے کہا حضرت نہیں میں تو جانتا ہی نہیں کہ خدا کا خوف بھی ہوتا ہے۔ میں تو اس نام سے بھی واقف نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو۔ اگر کیچڑ لیکر دیوار پر مار اجائے۔ خواہ وہ گر جائے۔ لیکن اسکا نشان تو دیوار پر باقی رہیگا آپ کا فرمانا۔ بڈھا گر گیا اللہ اکبر کہہ کر باہر آگیا۔ دو روز تو بیہوش رہا۔ جب ہوش میں آیا تو گورستان کو بھاگ گیا۔ اسکے والدین جاتے یا کوئی اور اسطرف سے بیدین گذرتا تو بڈھا دیکھ کر کہتا کہ خنزیر آگئے۔

اور بھاگ جاتا ۔ بڈھے کے والدین نے مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ۔ یا حضرت ایک ہی بیٹا تھا ۔ ہم دونوں بوڑھے ہیں ۔ اسی کی کمائی پر گزارہ تھا ۔ ہم اتنا چاہتے ہیں ۔ کہ وہ کام کرتا رہے ۔ اور دیندار بھی رہے ۔ آپ نے فرمایا جاؤ اسکو جاکر بلا لاؤ ۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ہمارا جانا بے فائدہ ہے ۔ ہم جاتے ہیں ۔ تو وہ دیکھ کر بھاگ جاتا ہے ۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور میرا نام لیکر بلاؤ آجائیگا ۔ اسکا والد گیا اور کہا بڈھا ۔ مولوی صاحب بلاتے ہیں ۔ یہ سنکر اپنے والد کے ساتھ ہولیا اور مولوی صاحب کی خدمت میں آکر بیٹھ گیا ۔ آپ نے اسکی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا جاؤ کام کرو ۔ والد اور والدہ کی خدمت کرو ۔ اسی میں دارین کی سعادت اور فلاح ہے ۔ بڈھا اسی وقت چلا گیا اور اپنا کام کرنے لگ گیا ۔ تا دم مرگ اللہ کا نام اور رونا نہ چھوٹا ۔ میاں بڈھا کہا کرتا تھا ۔ کہ میں نے جو جو بزرگ سنا انکے پاس گیا ۔ مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کے پاس بھی گیا لیکن جو کچھ مولوی صاحب سے حاصل ہوا تھا وہی رہا ۔ . . . . . ۔ آپ کے کلام میں وہ اثر تھا جو دوسروں کی توجہ میں نہیں ۔ آپ کی نظر سے میری شقاوت سعادت سے بدل گئی ۔ مولوی رومی صاحب نے سچ کہا ہے ؎

صحبت صالح ترا صالح کند   صحبت طالح ترا طالح کند

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نیک اور بد کی صحبت کی کیا خوب مثال دی ہے ۔ نیک سے دوستی ایسی ہوتی ہے ۔ جیسے عطار سے یعنی اگر عطر لیگا نہیں تو خوشبو تو آئیگی اور بد کی دوستی جیسے لوہار کی دوستی ۔ اسکے پاس بیٹھنے سے کپڑے جلینگے ۔

بوٹا سدو قلعہ میہاں سنگھ کا باشندہ نے بیان کیا۔ کہ ایکدفعہ مولوی صاحب نے موضع فیروزوالہ سے ایندھن کے لئے ایک بیری کا درخت لیا۔ وہ بیری ایک خانقاہ پر تھی اور بہت ہی بڑی تھی۔ وہاں شرک وغیرہ بھی ہوتا تھا۔ اس لئے مولوی صاحب نے زمینداروں سے وہ بیری کا درخت پوچھا کیونکہ آپ کی یہ عادت تھی کہ جب کسی جگہ بغیر اللہ عبادت ہوتی دیکھتے۔ آپ ضرور اسکا ستیاناس کرتے۔ مولوی صاحب کے پوچھنے پر زمینداروں نے کہا کہ حضرت یہ بیری خانقاہ والے فقیر کی ہے ہم تو اسکو استعمال نہیں کر سکتے اگر آپ کو توفیق ہے تو آپ کٹوالیں۔ آپ نے وہ بیری کٹوالی اور مجھے پیغام بھیجا کہ اپنا گڈا لیکر فیروزوالہ میں آؤ۔ میں حسب الحکم گڈا لیکر فیروزوالہ میں پہنچ گیا۔ ہم نے اس بیری کا تیسرا حصہ گڈا پر لادلیا اور گاؤں کیطرف روانہ ہو پڑے۔ جب گوجرانوالہ سے گذر کر قلعہ میہاں سنگھ والی سڑک پر آگئے تو تقدیراً گڈا راستہ میں الٹ پڑا۔ اور لکڑیاں گر گئیں۔ حیران تھے کہ اب کیا کیا جائے نہ گاؤں نزدیک اور نہ شہر راستہ میں اتنے آدمی ملنے مشکل۔ مولوی صاحب نے فرمایا آؤ تم بھی زور لگاؤ اور میں بھی لگاتا ہوں۔ میں خاموش کھڑا رہا۔ آپ نے پھر دوبارہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت فیروزوالہ سے تو ہم کو تقریباً سو آدمی نے ہمیں گڈا لدوایا تھا۔ اب ہم دو آدمی کسطرح لادینگے۔ آپ نے فرمایا خداوند کریم قادر ہے کیا عجب ہے کہ وہ سو آدمی کا کام ہم دونوں سے کرادے فرمایا پکڑو بسم اللہ۔ میں نے تو محض ہاتھ ہی لگایا وہ بھی حیرانی سے اور آپ کا مجھے معلوم نہیں کہ زور لگایا یا نہیں وہ لکڑیاں ہماری

حسب خواہش لد گئیں۔ آپ نے فرمایا گاؤں میں جا کر کسی کے آگے یہ واقع بیان نہ کرنا۔ اسی لئے میں نے ان کی زندگی میں ذکر نہ کیا فوت ہونے کے بعد ذکر کیا۔

(۳۱)

بوٹا بٹر باشندہ فیروزوالہ نے بیان کیا۔ جب مولوی صاحب فیروزوالہ میں بیری کٹوانے کیواسطے تشریف لائے اسوقت چیت کا مہینہ تھا اس خانقاہ سے میرا کنواں قریب تھا۔ آپ کے نیچے گھوڑی تھی آپ نے اسکو چرنے کیواسطے میرے کوئیں پر ہی چھوڑ دیا۔ کوئیں کے نزدیک ایک گھماؤں سوئی گندم (وڈانک) نئی آب پاشی کی ہوئی تھی۔ آپ کی گھوڑی سیدھی اسی کھیت میں چلی آئی۔ میں اور میرا بیٹا دونوں دیکھ رہے تھے۔ مولوی صاحب نے ایک مجذوب کا قصہ شروع کیا ہوا تھا۔ کہ ایک مجذوب لوگوں کے لاغر گدھے جمع کر کے لوگوں کے کھیتوں میں چرا تا پھرتا تھا۔ جتنے پاؤں ان گدھوں کے کسی زمیندار کے کھیتوں میں لگتے اتنے ہی مانی غلہ اس زمیندار کا ہوتا۔ اگر کوئی منع کرتا تو اسکی زراعت اچھی نہ ہوتی ایک سال میں ہی لوگوں پر اس مجذوب کا افشائے راز ہو گیا۔ پھر کوئی منع نہ کرتا۔ بلکہ لوگ خود کہکر گدھے اپنے کھیتوں میں چرواتے۔ بوٹا نے کہا کہ حضرت آپ کی گھوڑی سیدھی میری کنک میں خوشہ جات کھاتی چلی آئی ہے۔ میں بھی اسکے کھوج گن لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا تیری مرضی۔ اگر خدا کو میری عزت رکھنی منظور ہوگی تو رکھ لیگا۔ میں نے کھوج گنے تو ۸۴ کھوج تھے۔ میری کاشت کل دس گھماؤں تھی۔ جب گندم کاٹی اور دانے نکالے تو پوری ۸۴ مانی گندم ہوئی۔

اسی موقع پر موضع فیروز والہ کے ایک زمیندار نے آکر عرض کیا کہ حضرت میری چچی بیوہ اور بڑی متمول ہے۔ میں بڑا غریب ہوں۔ میں نے اسکو نکاح کیواسطے کہا۔ مگر وہ مجھ سے سخت کلامی سے پیش آئی۔ آپ نے فرمایا تم جاکر اپنی چچی کو میری زبانی کہو کہ مولوی صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ آج رات کو میری روٹی تم پکاؤ۔ وہ زمیندار چلا گیا۔ اور اس بی بی کو جاکر اسی طرح کہ دیا اس نے بڑی خوشی سے مولوی صاحب کی دعوت کی اور اپنے طالب کو ہی دعوت پکوانے اور رکھلانے پر مختار کیا۔ جب آپ ماحضر تناول فرما چکے تو اس بیوہ نے کہا کہ حضرت میرا اس شخص سے نکاح کر دو۔ شاید آپ کے مبارک قدموں کی برکت سے کوئی فرزند پیدا ہو۔ بعد نکاح اسکے ہاں چار بیٹے پیدا ہوئے۔

(۳۲)

قلعہ میہاں سنگھ میں بوٹا نامی ایک شخص کشمیری قوم سے تھا اور پرلے درجے کا بیدین تھا۔ ایک دفعہ رمضان شریف میں مسجد میں آکر بوکا نکالا۔ اور مسجد کا ہی لوٹا لیکر بھر لیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ کیا کرتا ہے۔ کہنے لگا پانی پیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو کمال درجہ کی بے حیائی ہے۔ کہ مسجد کا بوکا اور مسجد کا لوٹا اور پھر رمضان شریف میں مسجد میں ہی کھڑے ہو کر میرے سامنے اقرار کرتا ہے۔ کہ پانی پیتا ہوں۔ اس نے لوٹا بھرا بھرایا دے مارا لوٹا ٹوٹ گیا۔ آپ نے غصہ میں آکر فرمایا۔ جا موذی۔ جیسا تو نے مسجد کا لوٹا توڑا ہے۔ خداوند کریم تیرا بھی ویسے ہی توڑیگا۔ اسکو جاتے ہی استسقا ہو گیا۔ محمد صدیق کشمیری اسکی برادری میں آپ کا بڑا معتقد اور مرید تھا۔ اس نے پوچھا کہ تو تو آج تندرست

ہٹا کٹا تنومند جوان تھا تجھ کو کیا ہو گیا۔ اس نے تمام واقعہ کہ سنایا اور کہا کہ کسی حکیم کو بلاؤ۔ اس نے کہا کہ بیوقوف یہ تو کرامت ہے جس منہ سے نکلی ہے اسی منہ سے جائیگی۔ علاج وغیرہ بالکل بے فائدہ ہے۔ ہم تمام آدمی بمع تمہاری بیوی اور بچے کے جمع ہو کر تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔ حضور کی خدمت میں عرض کرینگے اگر تیری حیات باقی ہے۔ تو تیرے حق میں حضرت کے منہ سے کلمہ خیر نکلیگا۔ تمام جمع ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسکی بیوی نے اپنا بچہ مولوی صاحب کی گود میں رکھدیا اور عرض کیا کہ حضور میری جوانی اور اس معصوم بچے کی حالت پر رحم فرما کر اسکو معافی دیں اور اسکے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ آرام دیوے محمد صدیق نے بھی بہت منت کی۔ آپ نے فرمایا کہ میرا کوئی غصہ نہیں اگر یہ شخص تائب ہو کر نماز۔ روزہ۔ زکواۃ ادا کریگا۔ تو خداوند کریم اسکو معاف کر دیگا۔ ورنہ ان بطش ربک لشدید۔ بوٹا نے اسی مجلس میں توبہ کی اور اسی وقت صحتیاب ہو گیا۔ ایک سال کے بعد اس نے نماز چھوڑ دی۔ پھر اسی بیماری میں مبتلا ہو گیا نماز شروع کرنے پر پھر صحتیاب ہوا۔ جب اس نے چوتھی دفعہ نماز چھوڑ دی تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ اب حد ہو گئی ہے۔ تو خدا کو دھوکا دیتا ہے۔ اب میں کچھ نہیں کہتا۔ ہرچند وہ تائب ہوا مگر صحت نہ ہوئی اور اسی بیماری سے فوت ہو گیا۔

(۲۲۳)

شہر گوجرانوالہ سے ایک شیخ اور اسکی بیوی اپنی ۱۴ سالہ لڑکی کو ساتھ لیکر خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ حضرت اس لڑکی کے سر پر کوئی بال نہیں ہے۔ یعنی گنجی ہے۔ اسکی شادی نزدیک

Marfat.com

ہے۔ آپ دعا فرما دیں۔ کہ اس کے سر پر بال پیدا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹی نماز پڑھا کرو۔ انشاء اللہ تو جلدی اچھی ہو جائیگی۔ اس لڑکی نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ سر پر بال بکثرت پیدا ہو گئے۔ دو سال کے بعد وہ لڑکی مع اپنے چھوٹے بچے کے اپنی والدہ کے ہمراہ نذرانہ لیکر خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو۔ لڑکی کی والدہ نے تمام سرگذشت یاد دلائی۔ آپ نے پوچھا کہ نماز پڑھا کرتی ہے یا نہیں۔ لڑکی نے جواب دیا حضرت پڑھا تو کرتی تھی مگر اب تھوڑے دنوں سے چھوٹ گئی ہے۔ اسی وقت آپ نے نذرانہ واپس کر دیا۔ اور فرمایا تمہارے جیسے لوگوں سے جو خدا سے وعدہ کر کے توڑ دیتے ہیں۔ مجھے کوئی سروکار نہیں۔ ہر چند اس نے کہا۔ لیکن آپ نے نذرانہ نہ لیا۔ بالآخر وہ واپس گوجرانوالہ چلی گئیں۔ رات کو وہ لڑکی سوئی صبح اٹھ کر سر پہ ہاتھ پھیرا تو ایک بال بھی نہ تھا۔ ایسا ہوا گویا کان لم یکن شیئا۔

(۱۴۴)

گجرات پنجاب کا ایک موچی لاہور میں کام کرتا تھا۔ اتفاقاً آپ لاہور تشریف لے گئے اور وعظ فرمایا۔ وعظ میں آپ نے حضرت ذکریا کے ہاں حضرت یحییٰؑ کی پیدائش کا ذکر کیا۔ وعظ میں ہی موچی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ یا حضرت اب بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں اب بھی خداوند کریم ایسا کرنے پر قادر ہے۔ موچی نے کہا۔ میرا حال بعینہٖ حضرت ذکریا علیہ السلام کا سا ہے۔ میری عورت عقیمہ (بانجھ) ہے اور میں بوڑھا ہوں۔ آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ شاید آپ کی دعا کی برکت سے کوئی فرزند میرے ہاں پیدا ہو۔ آپ نے دعا فرمائی۔ لوگوں نے بھی آمین آمین

کہا - خداوند کریم نے اپنے فضل سے اسکو لڑکا دیا - مولوی صاحب نے اسکا نام اللہ دتا رکھا - اور وہ حافظ قرآن ہوا -

(۳۵)

فضل دین زمیندار نمبردار موضع بان متصل قلعہ میہاں سنگھ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ساہوکار کا مقروض ہوں - اور وہ آجکل مجھ پر دعویٰ کرنیوالا ہے - آپ نے پوچھا کسقدر قرضہ ہے - زمیندار نے کہا بارہ سو روپیہ اور سب سودی ساہوکار کہتا ہے کہ زمین دیدو یا روپیہ ادا کرو ورنہ میں دعویٰ کرتا ہوں - اسطرح زمین اور نمبرداری دونو جاتی رہینگی -

آپ نے فرمایا جا فلاں فلاں آدمی کو ہمراہ لیکر اس ساہوکار سے حساب کرنا - اور جو چھوٹی سی گائے تمہارے پاس ہے وہ دیکر تمام حساب بیباق کر دینا - تمہارے ذمہ کل [illegible] روپیہ ہیں فضل دین نے عرض کیا کہ حضرت مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ قرضہ ۱۲۰۰ روپیہ ہے اور میں نے ان کو کچھ دیا ہوا بھی نہیں آپ نے فرمایا جاؤ جسطرح تم کو کہا کرو - اللہ تعالےٰ فضل کریگا - زمیندار نے حسب فرمان چند معتبر آدمی جمع کئے اور ساہوکار کے پاس گیا اور کہا کہ میں حساب کرنیکیواسطے آیا ہوں - ساہوکار نے اپنی بہی نکالی - دیکھا تو زمیندار کے حساب میں کئی رقوم جمع ہیں کہیں تمباکو ہے - کہیں کپاس - کہیں کماد ہے - کہیں گندم کہیں قند سیاہ ہے تو کہیں توری - ساہوکار دیکھکر حیران رہ گیا کہ یہ رقوم کہاں سے آگئیں جو نہ دیکھی تھیں اور نہ سنی تھی - الغرض حساب کرلینے کے بعد اسکے نام کل [illegible] روپیہ نکلے - زمیندار نے وہ چھوٹی سی گائے دیکر کل حساب بیباق کر دیا اسی زمیندار نے

پھر آکر عرض کیا کہ حضرت میرے پاس سوائے ایک بوڑھی بھینس کے اور کچھ نہیں۔ اور وہ بھینس بھی سونے سے رہ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میاں وہ تو سونیوالی ہے۔ خداوند کریم اس میں ہی برکت کریگا۔ اس کے بعد وہ گیارہ دفعہ سوئی۔ گھی اور دودھ پہلی حالت سے بہت زیادہ دیتی رہی۔ وہ زمیندار اسی طرح آہستہ آہستہ آسودہ حال ہوگیا۔

(۴۶)

موضع ہان متصل قلعہ میہاں سنگھ میں ایک کشمیری مسمّٰی اسمٰعیل بہت متمول آدمی تھا۔ اور وہاں ہی شرف الدین نامی ایک گلگو رہتا تھا۔ شرف الدین مولوی صاحب کا مرید رشید تھا۔ بڑا صالح مرد تھا۔ اس نے میرے آگے بیان کیا۔ کہ آپ کی شادی کے موقع پر (الراقم الحروف کی)، مولوی صاحب تشریف لائے اور مجھے فرمایا۔ کہ عبدالقادر کی شادی ہے اور مجھے یکصد روپیہ کی ضرورت ہے۔ جاؤ اسمٰعیل کو بلا لاؤ۔ میں بلا لایا آپ نے اسمٰعیل سے یکصد روپیہ بطور قرض حسنہ طلب کیا۔ اسمٰعیل نے کہا۔ کہ میرے پاس کوئی روپیہ نہیں آپ نے پھر فرمایا لیکن پھر بھی اس نے انکار کیا۔ میں نے بھی تقاضا کیا۔ لیکن نہ مانا آخر مولوی صاحب نے فرمایا شرف الدین کیوں تقاضا کرتے ہو۔ اسکو مت مجبور کرو۔ اس کے پاس کوئی روپیہ نہیں۔ آپ واپس قلعہ تشریف لیگئے میں نے یکصد روپیہ قرض لیکر مولوی صاحب کو پہنچا دیا۔ آپ نے میرے حق میں دعا برکت کی میں تو ایک سال میں صاحب زکوٰۃ ہوگیا۔ سال کے اندر ہی اسمٰعیل مفلس قلاش ہوگیا۔ اور اسی صدمہ سے وہ سودائی ہوگیا۔ تامرگ اسکی زبان پر یہ الفاظ

رہے۔ ہائے میرا روپیہ کہاں گیا۔ نہ میں نے کوئی شادی کی نہ چوری ہوئی نہ میں نے کسی کو دیا۔ افسوس مولویصاحب کو کیوں نہ دیا۔

(۳۷)

ستراہ سندہیؤاں میں حاجی خدا یار آپ کا مرید رشید اور صالح مرد تھا۔ اس نے آکر عرض کیا کہ حضرت ہمارے گاؤں کا ذیلدار فیض بخش بڑا عیاش ہے۔ سخی اور بارعب بھی ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے۔ تو تمام گاؤں مسلمان ہو جاتا ہے۔ آپ ستراہ تشریف لے گئے۔ ذیلدار کا جو ستارۂ ہدایت انتظار میں چشم براہ ہو رہا تھا۔ آ لتے ہی ملاقات ہوگئی۔ ذیلدار نے دیکھتے ہی سر تسلیم خم کیا۔ آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ نے فرمایا ؎

بیا با نیک خواہاں متفق باش غنیمت دان امور اتفاقی

آپ کا یہ شعر پڑھنا ذیلدار بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور ایسا تڑپنے لگا۔ جیسے جانور حلال کیا ہوا تڑپتا ہے۔ ایک ہفتہ ایسی حالت میں رہا۔ اسکے والد نے آکر عرض کیا۔ حضرت اب فیض بخش کو اٹھائیے۔ اگر ایسی حالت میں رہا تو مرجائیگا۔ آپ نے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرا وہ ہوش میں آگیا۔ اور ایسا تائب ہوا کہ اسکے بعد جو کچھ خرچ کیا راہ خدا میں خرچ کیا۔

(۳۸)

حاجی خدا یار نے اپنی ہدایات کا قصہ یوں بیان کیا پہلے میں ذیلدار کا منشی مقرر تھا۔ اور علاوہ اور آمدن کے دس روپیہ سینکڑہ رشوت سے مقرر تھا۔ ایک دن ایک مقدمہ پر گوجرانوالہ میں ذیلدار کے ہمراہ آیا۔ اس مقدمہ میں ۱۵ روپیہ رشوت سے مجھے حصہ ملا۔ گھوڑی میرے پاس تھی۔ میں

نے ذیلدار کو کہا میرا دل چاہتا ہے۔ کہ مولوی صاحب کا دیدار
کرتا جاؤں۔ سنا ہے کہ بہت بزرگ ہیں۔ ذیلدار نے کہا۔ کہ
سینکڑوں مولوی دیکھے ہوئے ہیں۔ جانیکی کیا ضرورت ہے
میں دل میں پختہ ارادہ کرچکا تھا۔ کہ ضرور ہی مولوی صاحب کا
دیدار کرنا ہے۔ میں نے گھوڑی کی باگ قلعہ کی طرف اٹھائی۔
شام کے قریب قلعہ پہنچ گیا۔ مولوی صاحب نے نہ مجھے دیکھا
ہوا تھا۔ اور نہ ہی میں نے ان کو دیکھا ہوا تھا۔ آپ مسجد سے باہر
نکل کر کھڑے ہوئے تھے۔ اور ساتھ ایک درویش ابراہیم
نامی تھا۔ ابراہیم کو فرمانے لگے یہ گھوڑی والا شخص ستراہ کا علماء ہے
اسکی گھوڑی لیکر باندھنا اور چارہ وغیرہ ڈالنا میں اپنے چاہ پر جا
رہا ہوں اتنے میں میں بھی پہنچ گیا۔ معمولی سلام علیک کے بعد آپ
توکھوہ پر تشریف لیگئے۔ درویش نے گھوڑی پکڑ کر باندھی اور
چارہ ڈالا۔ شام اور عشاء کی نماز مولوی صاحب نے پڑھائی لیکن
مجھے بالکل نہ پوچھا کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو کیا کام ہے میں دل
ہی دل میں پیچ وتاب کھا رہا تھا کہ میں نے ذیلدار کا کہا کیوں نہ مانا۔
ذیلدار سچ کہتا تھا۔ اسی غصہ کی حالت میں سو گیا۔ مولوی صاحب
سحری کیوقت مسجد میں تشریف لائے۔ اور مجھے نیند سے بیدار
کیا۔ اور فرمایا کہ تم علما رہو۔ یا چوہڑے۔ میں نے عرض کیا کیوں
حضرت۔ مجھ میں چوہڑوں والی کونسی بات ہے۔ میں حیران تھا کہ
آپ کو کون بتا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ذیلدار کا ساتھ چھوڑ دو اور
آئندہ کے لئے توبہ کرو۔ اتنی بات سے ہی میرے دل کی سیاہی دور
ہو گئی اور ایسی توبہ کی کہ ذیلدار کی ملازمت گاؤں میں پہنچتے ہی چھوڑ
دی۔ ذیلدار نے بہت اصرار کیا اور حصہ بجائے ۱۰ فیصدی کے

Marfat.com

۳۵ فیصدی تک دینے کا اقرار کیا۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔

(۳۹)

چوہدری فیض بخش ذیلدار کے بھائی چوہدری محمود خاں نے میرے سامنے بیان کیا۔ کہ ہمارے گاؤں کے برہمن جو ہمارے ساہوکار ہیں انہوں نے مجھے کہا۔ سنا جاتا ہے۔ کہ جو کوئی مولوی صاحب کا غیر مذہب والا درشن کرنے کیلئے آتا ہے۔ وہ مسلمان ہو جاتا ہے میں نے کہا بات تو ایسی ہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی کسی دن درشن کرانا۔ تھوڑے دنوں کے بعد آپ ستراہ تشریف فرما ہوئے۔ میں نے برہمنوں والی گفتگو عرض کی۔ آپ نے فرمایا محمود خاں اگر کوئی وقت آگیا تو میں کہونگا۔ تم بلا لانا جمعہ کے روز آپ وعظ فرما رہے تھے۔ دوران وعظ میں آپ نے مجھے فرمایا۔ محمود خاں ان کو بلا لاؤ۔ کوئی اور بھی غیر مذہب آنا چاہے۔ تو اسکو بھی ساتھ لے آنا۔ میں گیا ہر چند برہمنوں کو لانیکی کوشش کی لیکن وہ نہ آئے۔ ایک چوہڑا اور ایک ہندو میرے ساتھ ہو لیا۔ جب مولوی صاحب سے دوچار ہوئے۔ اللہ کی قسم ابھی انہوں نے کوئی کلمہ وعظ نہیں سنا۔ صرف مولوی صاحب کو دور سے دیکھتے ہی کلمہ شہادت کہنا شروع کر دیا۔

میں ایک کلہاڑی ایندھن لانیکیواسطے برہمنوں سے مانگ کر لایا تھا۔ ہر چند میں نے وہ کلہاڑی واپس کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے نہ لی اور کہنے لگے کہ اس کلہاڑی سے مولویصاحب کی روٹی کیلئے ایندھن لایا گیا ہے۔ شاید ہم اسکو دیکھ کر ہی نہ مسلمان ہو جائیں۔

(۴۰)

کیسر شاہ صاحب سکنہ وانگیانوالی مشہور غیر شرح صوفی گذرے ہیں۔ شاہ صاحب کا ایک مرید اسطرف آیا۔ شاہ صاحب

نے بوقت روانگی اپنے مرید کو فرمایا کہ آتی دفعہ قلعہ والہ مولوی کا امتحان کرتے آنا۔ عصر کی نماز ہو رہی تھی وہ مرید آگیا جب مولوی صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آدھ گھنٹہ بیٹھ کر رخصت چاہی۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جا۔ ابھی بہت وقت ہے۔ اس نے عرض کیا حضرت وائیانوالی یہاں سے بارہ کوس ہے۔ فاصلہ بہت ہے اسلئے اب رخصت چاہیئے۔ آپ اسکے ہمراہ وداع کرنیکے لئے باہر تشریف لے آئے۔ بوقت روانگی آپ نے فرمایا۔ اپنے پیر کو میری زبانی یہ شعر سنا دینا ؎

خلاف پیغمبر کسے رہ گزید
که ہرگز بمنزل نخواہد رسید

وہ شخص بیان کرتا تھا۔ کہ مولوی صاحب نے مصافحہ کیا اور معانقہ کرکے مجھے رخصت کیا۔ ابھی آفتاب اسی حالت میں تھا۔ کہ میں وائیانوالی پہنچ گیا۔ شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مولوی صاحب کا پیغام دیا۔ شاہ صاحب نے پوچھا تم کسوقت قلعہ سے روانہ ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ ابھی۔ نہ مجھے تکان ہے۔ اور نہ کسی قسم کی بے آرامی ہے۔

اس دن سے وہ مولویصاحب کو بھلا برا کہنے سے ہٹ گیا۔ جب کہتا یہ کہتا کہ مولوی صاحب فقیر ہیں آج دنیا میں ان کا ہمسر کوئی نہیں۔ شاہ صاحب سے سلسلہ بیعت توڑ کر مولوی صاحب سے بیعت کر لی۔

(۱۳)

میاں عبدالعزیز ساکنہ کوٹ بھوانیداس آپ کا شاگرد اور فیض یافتہ مرید تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ایک نجار موضع دھاریوال کا دیہ گاؤں قلعہ میہاں سنگھ سے بجانب مشرق ایک میل کا

فاصلہ ہے۔ آپ کے پاس آیا اور عرض کیا۔ کہ میں سکھوں کا مزارع ہوں۔ چار مانی غلہ گندم ٹھیکہ دینا ہے۔ لیکن جو غلہ برآمد ہوا ہے۔ وہ بمشکل ڈیڑھ دو مانی کے قریب ہوگا۔ سکھ بڑے زبردست ہیں۔ مجھے بے عزت کرینگے۔ آپ دعا فرمادیں۔ کہ کسی طرح میری خلاصی ہوجاوے۔ آپ اتفاق سے اسوقت غسل کر رہے تھے۔ اپنا کپڑا نہانیکا صاف کر کے اسکو دیا اور کہا اسکو غلہ پہ ڈال کر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھکر ماپنا شروع کرو۔ میں بھی آتا ہوں۔ آپ کے تشریف لیجانے تک گیارہ مانی ماپ چکے تھے۔ جاتے ہی آپ نے اپنا کپڑا گندم کے ڈھیر سے اٹھالیا۔ دیکھا تو گندم اتنی کی اتنی کپڑا کے نیچے باقی پڑی ہوئی ہے۔ آپ اس بجار کو خفا ہوئے اور فرمایا معاملہ پورا کرنے کے بعد اپنے گزارہ کیلئے ماپ لیتے اتنا لالچ اچھا نہیں۔

(۴۲)

پیر میر حیدر صاحب مرحوم نے اپنا قصہ یوں بیان فرمایا۔

میں ابتدا میں خانپور گکھڑاں ضلع راولپنڈی کا باشندہ تھا میرے آباؤ اجداد کا وہی مسکن تھا۔ مجھے شکار کا بہت شوق تھا۔ اسی دھن میں خواب و خورش بھی بعض دفعہ بھول جاتا۔ میری عمر قریب ۳۵ سال کے ہوگی۔ ایک دن میں شکار کھیل کر گھوڑے پر سوار ہوکر بازار کے راستہ واپس آرہا تھا۔ کہ ایک لکڑہارے نے مجھے بلایا۔ اور کہا میر حیدر ذرا یہاں بیٹھ جا۔ میں اسکے کہنے کی پرواہ نہ کر کے چلا گیا۔ دوسرے روز پھر مجھے گزرتے وقت اسی لکڑہارا نے بلایا۔ پھر بھی میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور چلا گیا۔ تیسرے روز اس نے میرے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور نیچے اتار لیا۔ اور میرے ساتھ مصافحہ اور معانقہ کیا۔ مصافحہ کرتے ہی میرے دل سے شکار

کی محبت شکار ہوگئی۔ میرے خیالات آناً فاناً بدل گئے۔ حالت اور سے اور ہوگئی۔ میں نے اپنے ملازموں کو گھوڑا۔ اور باز دیدئے اور ان کو رخصت کر دیا۔ کچھ یاد نہ رہا۔ بغیر ذکر اور کوئی فکر نہ تھا۔ اہل وعیال بھول گئے۔ محبت لغیر اللہ منقطع ہو گئی۔ اگر خیال تھا تو اللہ تعالےٰ کا محبت تھی تو اللہ تعالےٰ کی اگر شغل تھا تو ذکر الٰہی کا تھا چند روز میں اس لکڑ ہارے کے پاس رہا۔ میرے بھائی میرے بچے مجھے لینے کے لئے آتے تو میں خالی واپس کر دیتا۔ ایک دن وہ لکڑ ہارا مجھے سویا ہوا دیکھ کر بسترہ باندھ چلا گیا۔ جب مجھے ہوش آیا۔ تو نہ وہ پیر اور نہ اسکا کوئی سامان نظر پڑا۔ وہ روز تو میں نے اسکی تلاش میں گزارا۔ کوئی سراغ نہ نکلا میں مجنون سا ہو گیا۔ جو اس باختہ ہو کر ہر طرف جویاں و پویاں تھا۔ ایک سال تک میرا یہی حال رہا۔ بعد اسکے میں ہری پور ہزارہ میں حیات گل صاحب کے پاس گیا۔ انہوں نے میرا حال سنکر مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کیطرف بھیجا۔ وہاں سے جو جو صوفی کسی مشہور جگہ تھے وہاں بھی گیا۔ لیکن محرم راز کوئی نہ ملا۔ اور نہ ہی ایسا استاد ملا جس سے سبق لوں۔ یا گذشتہ پر نگاہ کر کے پھر وہی حال تازہ ہو۔ ایک روز میں مجنوئوں کیطرح گوجرانوالہ میں پھر رہا تھا۔ کہ مجھے نبی بخش سراج مرحوم نے پوچھا کہ آپ کون ہیں کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ کہاں جانا ہے اسکے پوچھنے سے قدرتاً میرے دل کو قدرے فرحت اور انبساط حاصل ہوا۔ میں اسکے پاس بیٹھ گیا۔ گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ تم کس کے مرید ہو اس نے مولوی صاحب کا نام لیا۔ نام سنتے ہی میرے دل کو سرور اور چین ہو گیا۔

میرے دل نے شہادت دی کہ خواہ کچھ ہو اس شخص (مولوی صاحب)

کو ضرور ملنا چاہیئے - آہستہ آہستہ شوق زیادہ ہوتا گیا - نبی بخش نے
نے مجھے ہر چند کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ روٹی کھا کر چلے جانا - میں نے
کہا اسوقت مجھے کچھ یاد نہیں اور نہ ہی کسی بات کی خواہش ہے -
مجھے قلعہ میہاں سنگھ کا رستہ بتا دو - یہ ہی آپ کی بڑی بھاری
خدمت ہوگی - الغرض مجھے رستہ بتاتا ہوا میرے ساتھ ہی قلعہ میں پہنچ
گیا - مولوی صاحب اسوقت گھر تھے - ایک لمحہ بھی نہ گزرا کہ ہم دونوں
کی روٹی لیکر تشریف لے آئے - اسلام علیکم کہا مصافحہ کیا اور
فرمایا - میر حیدر خوش ہو - میں بجائے جواب دینے کے رو دیا مولوی
صاحب نے فرمایا - صبر کرو - انشاء اللہ تمہارا مطلب پورا ہو
جائیگا - میری بے صبری اور روٹی نہ کھاتا دیکھ کر مجھے آپ نے فرمایا
میر حیدر - تمہارا پیر لکڑہارا ابدال تھا - تمہاری خاطر اللہ تعالےٰ
کے حکم سے وہاں مقیم تھا - جب تمہارا حصہ تمہیں مل گیا تو وہ چلا گیا -
اور لکھنؤ پہنچکر فوت ہوگیا - باقی تمہارا حصہ اس عاجز کے پاس
ہے - یہ سنکر میری تسکین ہوگئی - میں ایک مدت مولوی صاحب
کی خدمت میں رہا - آپ سوار ہوتے تو میں کنجکہ پکڑ کر ساتھ ساتھ
دوڑتا جو مجھے اسوقت حاصل ہوتا وہ کچھ اور ہی لذت ہوتی آپ کے
ساتھ ہر وقت رہنے سے میری یہ حالت ہوگئی کہ جسکی طرف نظر اٹھا
کر دیکھتا - اسکو وجد ہو جاتا - جو مجھے ہاتھ لگاتا اسکی حالت دگرگوں
ہو جاتی - میں مولوی صاحب کی خدمت میں ہی رہنا چاہتا تھا لیکن
مولوی صاحب نے مجھے حق حقوق زن و بچہ اور فرمان رسول سنا
کر انکی کے لئے رضا مند کر لیا - اور مجھے گھر کی طرف روانہ کر دیا -

(۱۳۴)

چوہدری احمد الدین آپ کا شاگرد دولہ چوہدری حاکم وڑائچ سکنہ

لے ہنا (پنجابی)

لدھیوالہ وڑا ایچ بیان کرتا ہے۔ کہ ایک بار میرا والد گھوڑی لے کر امرتسر منڈی پر فروخت کرنے گیا۔ وہاں دیر ہو گئی۔ میرا دل سخت اداس ہوا۔ میں آپ سے سبق پڑھ رہا تھا۔ مجھے فرمانے لگے۔ احمد الدین اداس نہ ہو۔ آج انشاء اللہ العزیز تیرا والد آجاویگا۔ اسی راستہ آئیگا اور تم کو بھی ساتھ لے جائیگا۔ جب وقت عصر ہوا تو میرا والد بمع اپنے ملازم میراسی آگیا۔ میں بڑا خوش ہوا۔ مولوی صاحب کو ملا۔ بوقت روانگی مولوی صاحب سے میرے لئے اجازت چاہی۔ مجھے لیکر لدھیوالہ چلا آیا۔ میں اپنے والد کا ردیف تھا۔ رستہ میں میں نے کہا کہ آج میں سبق پڑھ رہا تھا۔ مولویصاحب نے آپ کے آنے اور مجھے ساتھ ہی لیجانے کا ذکر فرمایا تھا۔ میرا والد اپنے ملازم میراسی کو کہنے لگا۔ سن لے۔ مجھے لوگ کہتے ہیں۔ کہ حاکم مولوی کا عاشق اور شیدا ہے۔ یہ تو ایک معمولی بات احمد الدین نے بیان کی ہے میں نے اس سے بڑھکر آپکی کشف و کرامات دیکھی ہوئی ہیں۔ اس لئے میں مولوی صاحب کا عاشق ہوں۔ میرا مال و جان سب مولوی صاحب کے لئے حاضر ہے۔

(۴۴)

موضع مرالیوالہ میں ہمارا ایک رشتہ دار سلطان احمد نامی رہتا تھا۔ بڑا متمول آدمی تھا۔ ان کا ہمسایہ ایک لوہار تھا جو نامی چور تھا۔ بیوہ سلطان احمد صاحب نے میرے آگے بیان کیا کہ میں نے مولوی صاحب کے آگے عرض کیا کہ میرے بچے یتیم ہیں سدات بھر ہمارا ہمسایہ لوہار سونے نہیں دیتا۔ وہ ہر وقت اسی کوشش میں رہتا ہے۔ کہ موقع بنے تو سب کچھ لوٹ لوں

آپنے کچھ پڑھنے کے لئے فرمایا۔ اور کہا کہ پڑھکر بےفکر ہو کر سو رہا کرو انشاء اللہ وہ کتا بھونک بھونک کر خود ہی چلا جایا کریگا۔ سو ایسا ہی ہوتا رہا۔ اسکے بعد مولوی صاحب جلدی ہی فوت ہو گئے۔

وہ لوہار خود بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے مولوی سلطان احمد کے گھر چار دفعہ نقب لگائی۔ جب اندر جاتا تو کتے کی شکل ہو جاتی اور کتے کیطرح ہی بھونکتا ہوا باہر نکل آتا۔ ایک روز میں نقب لگا کر اندر گیا۔ بیوی صاحب جاگ رہے تھے۔ میری صورت مسخ ہوتی دیکھکر کہا۔ بھائی تیری صورت مسخ ہونے سے تعجب بھی آتا ہے۔ لیکن جسکی زبان سے یہ کلمات نکلے ہوئے ہیں اس کی زبان بھی سیف الرحمٰن تھی۔ جو کچھ انہوں نے کہا وہ ضرور ہوا۔ اور آئندہ بھی انشاء اللہ ہوتا رہیگا۔ صبح میں نے بیوی صاحب سے دریافت کیا انہوں نے تمام ماجرا سنایا۔ اسدن سے میں چوری سے تائب ہو گیا۔

(۴۵)

بوٹا سد صو باشندہ قلعہ میہاں سنگھ نے میرے آگے بیان کیا۔ ہم غلہ نکال رہے تھے۔ سخت آندھی آئی میرا والد چوہدری جیون مولویصاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ حضرت ہم غلہ نکال رہے ہیں۔ آندھی سخت آتی معلوم ہوتی ہے۔ کیا کیا جاوے۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ کام کرو۔ خدا حافظ ہے۔ ہم اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ آندھی اس زور سے آئی کہ بڑے بڑے درخت جڑ سے اکھڑ گئے۔ لیکن ہمارا ذرہ بھر نقصان نہ ہوا۔

(۵۵)

میاں محمد سکنہ لاہور نے میرے آگے بیان کیا۔ کہ میں ابتدا زمانہ میں گھوڑوں کی سوداگری کیا کرتا تھا۔ میں نے کچھ گھوڑے خرید کر اپنے ملازموں کو سرینگر فروخت کرنیکے لئے بھیجا۔ خدا کی قدرت تین ماہ گھوڑے فروخت نہ ہوئے۔ اتفاقاً مولوی صاحب لاہور تشریف فرما ہوئے۔ مسجد چینیا نوالی میں آپ نے وعظ فرمایا۔ بعد فراغت میں نے عرض کیا۔ حضرت گھوڑے فروخت ہونیکے لئے سرینگر بھیجے تھے۔ لیکن تین ماہ ہوئے فروخت نہیں ہوتے مفت کا روزانہ خرچ پڑ رہا ہے۔ دعا فرماویں۔ فرمانے لگے میاں انشاء اللہ تیسرے روز تیرے گھوڑے راجہ والئے کشمیر خرید لیگا اور تم کو تین ہزار روپیہ منافع ہوگا۔ میں نے وہ تاریخ لکھ لی۔ جب میرے ملازم واپس آئے تو معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کے فرمانے کے تین دن بعد گھوڑے فروخت ہوئے اور حساب کرنے سے تین ہزار روپیہ منافع ہے۔

(۵۶)

بوٹا اور فضلدین سکنہ مان مفلس ہوگئے۔ مولوی صاحب کیخدمت میں حاضر ہوکر اپنی مفلسی کا ذکر کیا۔ آپ نے انکو کاشت کیواسطے اور بیل لے دئے۔ انہوں نے کاشت شروع کر دی۔ جب سال تمام ہوا تو فصل کاٹا اور دانہ توڑی الگ کرنے لگے۔ ابھی تھوڑا ہی غلہ نکلا تھا۔ کہ سخت اندھیری آنیکے نشان ظاہر ہوئے۔ بوٹا دوڑا دوڑا مولوی صاحب کیخدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا حضرت ہم اسوقت بڑی مشکل میں ہیں ہمارا حال آپ سے مخفی نہیں۔ خدا خدا کرکے سال تمام ہوا تھا اب آنلہی والی مصیبت

پیش آرہی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بوٹا کچھ فکر نہ کرو۔ خداوند کریم اپنے رحم سے تمہارا نقصان نہ کریگا۔

بوٹا بیان کرتا ہے۔ آندھی اسقدر سخت تھی کہ کئی درخت جڑ سے اکھڑ گئے۔ مگر ہمارا ذرا بھی نقصان نہ ہوا۔

(۵۷)

شیخ عبد اللہ نو مسلم دلاور والا بیان کرتا تھا۔ کہ میں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ اور مسلمان ہونیکے بعد میں نے مسلمانوں میں ہی نکاح کیا حالانکہ میں پہلے شادی شدہ تھا۔ ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ میاں عبد اللہ مع اہل و عیال خوش ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میری پہلی بیوی تابعدار اور سلیقہ والی تھی۔ مجھے وہ کسی وقت نہیں بھولتی۔ آپ دعا فرماویں۔ وہ بھی مسلمان ہو جاوے تب زندگی کا مزا ہے۔ ورنہ یوں تو دن گذر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میاں عبد اللہ جس نے تم کو ہدایت کی ہے وہ اسکو بھی ہدایت کرنے پر قادر ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ خاطر جمع رکھو۔ انشاء اللہ جلدی ہی تمہاری مراد بر آئیگی۔ اب تم گھر جاؤ۔ میں حسب فرمان گھر چلا آیا۔ ابھی گھر آئے مجھے ایک ہی روز ہوا تھا۔ کہ میری سابقہ بیوی نے ایک قاصد کو خط دیکر میری طرف روانہ کیا۔ جسکا مضمون یہ تھا کہ مجھے فلاں دن اور فلاں وقت آکر لے جاؤ میں جاکر لے آیا۔ وہ بھی قلعہ میں آکر آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئی۔

(۵۸)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سکھ تھانیدار مسمی جوند سنگھ کسی مخبر کی مخبری سے سرکاری طور پر قلعہ میں آیا۔ مخبر نے خبر دی تھی۔

کہ آج جمعہ کا دن ہے کم از کم دو ہزار آدمی مسجد میں جمع ہے۔ اور
فی الواقع بات بھی سچ تھی۔ وہ تھانیدار مع اپنے شکاری کتوں کے مسجد
میں آداخل ہوا۔ آپ نے فرمایا مسجد خانۂ خدا ہے۔ پرہیز کرو۔ تھانیدار
نے کہا۔ مولوی تم میرے آنے کو تمام عمر یاد کرو گے۔ اور بھی سخت سست
کہا۔ آپ نے زور سے پڑھا۔ ان بطش ربک لشدید۔ یعنی خداوند
کریم کی پکڑ بہت سخت ہے۔ اگر میں برا ہوں تو وہ احکم الحاکمین مجھے
پکڑیگا۔ اگر تم برے ہو تو تمہیں پکڑیگا۔

تھانیدار نے حاضرین کی گنتی شروع کی بار بار گنتی کی صرف گیارہ
آدمی ہی اسکی نظر میں آئے آخر مجبوراً اسکو اپنی رپورٹ میں ۱۱ کی حاضری
درج کرنی پڑی۔

تھوڑے ہی دن گذرنے پائے تھے کہ اس تھانیدار پہ مقدمہ بن
گیا۔ اور وہ معزول ہوگیا۔ روپیہ مقدمہ پہ اسقدر خرچ ہوا کہ ایک کوڑی
بھی اسکے پاس نہ رہی۔ اور سخت ذلیل ہوکر گوجرانوالہ سے نکلا۔

(۵۹)

جناب تایا صاحب حکیم غلام محمد نے فرمایا۔ میں نے مولوی صاحب
کو کہا کہ ہم حکام کی باز پرس سے تنگ آگئے ہیں بہتر ہے کہ ہم یہاں کی
بودوباش ترک کر کے کسی ریاست میں جاکر قیام کریں۔ مولوی صاحب
نے فرمایا۔ بھائی صاحب آپ کا فرمانا بجا ہے۔ لیکن میں مجبور ہوں کیونکہ
ایک دن میں مسجد میں سویا ہوا تھا کہ ایک شخص نے مجھے آکر جگایا۔ اور
کہا کہ تم میرے ساتھ چلو۔ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں
میں اسکے ساتھ ہولیا جب گاؤں سے باہر نکلا تو دیکھتا ہوں کہ حضور
صلے اللہ علیہ وسلم کی پالکی پڑی ہے۔ حاضر ہوکر میں نے سلام کیا۔
آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا غلام رسول ہم تمہاری مسجد کو جانا چاہتے

ہیں آپنے میرا ہاتھ پکڑے رکھا اور پالکی والوں نے پالکی اٹھالی مسجد میں تشریف لاکر اسی پکڑے ہاتھ سے مجھے ممبر پہ بٹھایا اور فرمایا۔ وعظ کیا کرو تم سے لوگوں کو ہدایت ہوگی۔ تمہاری یہی جائے بود و باش ہے۔ بھائی صاحب فرمائیے۔ میں تو مامور ہوں۔ کیسے اسجگہ کو چھوڑ سکتا ہوں۔

(۶۰)

موضع پبناکما جو قلعہ میہاں سنگھ سے تین کوس کے فاصلہ پر بجانب شمال ہے۔ وہاں کے زمیندار مستمی دار انے آپ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا مولوی صاحب ہم نے ایک کوآں لگوایا تھا۔ جس پر روپیہ بہت خرچ ہوگیا ہے۔ اب وہ کوآں شکستہ ہوگیا ہے۔ میں پہلے ہی بہت مقروض ہو چکا ہوں۔ دعا فرماویں اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرے۔ آپ اسکے ساتھ تشریف لے گئے اور جاتے ہی کوئیں پر جا کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ چوہدری دارا کوئیں کو دیکھو یہ تو بالکل صحیح و سالم ہے۔ تم کو دیکھنے میں غلطی ہوئی ہوگی۔ دارا نے عرض کیا۔ حضور مجھے دیکھنے میں غلطی تو نہ ہوئی تھی۔ یہ سب آپ کی برکت اور کرامت ہے۔

(۶۱)

موضع سادو گورایہ متصل قلعہ میہاں سنگھ کا ایک شخص مسمی برخوردار قوم ارائیں مولوی حیات گل صاحب سے (جو مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کے سرمایہ و نیں سے تھا) فیض یافتہ تھا حیات گل صاحب کی توجہ سے اسکو کشف حاصل ہوگیا۔ جب کسی کا بیل یا کوئی اور چارپایہ مرنے والا ہوتا۔ تو مالک چارپایہ کو کہہ دیتا کہ اسکو فروخت کردو اور جو حاصل ہو سکے کرلو۔ کیونکہ یہ چند روز تک مرجائیگا۔ جب اسکے چند وقوعے سچ ہوئے تو مولویصاحب کو خبر پہنچی۔ آپ نے سن کر فرمایا۔ یہ

کام تو اچھا نہیں کہ کسی بے چارے کا ناحق نقصان کراتا ہے۔ ساودگو رایہ کا ایک شخص مسمی کرم الدین قوم کشمیری آپ کا مرید تھا۔ اور اکثر ہر جمعہ وہ قلعہ میں آتا۔ کرم الدین جمعہ کے دن مولوی صاحب سے ملاقی ہوا۔ اس نے بھی برخوردار الہٰی کا ذکر کیا۔

مولوی صاحب نے فرمایا۔ اچھا تم اس برخوردار کو میری طرف سے السلام علیکم کہنا۔ جب کرم الدین نے آپ کی طرف سے اسکو سلام کہا۔ اس کا تمام فیض جاتا رہا۔ بعد ازاں وہ کئی دفعہ حیات گل صاحب کے پاس گیا۔ اور مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ مگر وہ فیض حاصل نہیں ہوا۔

(۶۲)

حکیم نبی بخش صاحب سکنہ کھیبکی نے ذکر کیا کہ مجھے موضع اگو بھنڈ میں ایک ایسے مریض کے علاج کے لئے جانا پڑا۔ جسکو اطبا لاعلاج کر چکے تھے۔ مریض مبتلا مرض مالیخولیا تھا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالے پر بھروسہ کر کے جاؤ۔ وہ شافی مطلق شفا دیگا۔ (حکیم صاحب بہت مسخرے تھے۔ اور آپ ان کے تمسخر سے بہت خوش تھے) حکیم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو اچھا ہو گیا۔ اگر کوئی اور ایسا مریض ملے تو پھر۔ آپ نے فرمایا جاؤ۔ اللہ تعالے تم کو ہمیشہ اپنے فضل و کرم سے اس مرض پر غلبہ دیگا۔ حکیم صاحب کا بیان ہے کہ میں نے جا کر علاج شروع کر دیا۔ ایک ہی روز کے علاج سے نصف مرض دور ہو گئی۔ دوسرے روز وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ اس کے بعد مالیخولیا والے مریض بفضل تعالے صحت یاب ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

(۶۳)

چوہدری سکندہ خان بیان کرتا ہے ۔ میں پہلے بڑا مفلس تھا ۔ میرا قرضہ میری حیثیت سے بڑھ گیا ۔ زمین گروی ہوگئی ۔ زمین کے علاوہ بھی قرض بہت ہو گیا ۔ نظام الدین گنگو مجھے آپ کے پاس لے آیا ۔ اور میری حالت بیان کی ۔ آپ نے مجھے فرمایا ۔ کوئی بیل ہے میں نے عرض کی کہ حضرت ایک بھینس باقی رہ گئی ہے ۔ آپنے فرمایا جاؤ ۔ کاشت کرو اللہ برکت کردے گا ۔ بفضلِ خدا میں ایکسال میں مالا مال ہو گیا ۔ میرا قرضہ بھی اتر گیا ۔ زمین بھی فک کرالی اور نمبردار بھی ہو گیا ۔ مجھے معلوم نہیں ہوا کہ اتنا مال مجھے کہاں سے مل گیا ۔

(۶۴)

باوا کاہنداس ہندوؤں کا بڑا ابھاری مہنت تھا ۔ باشندہ علاقہ گورداسپور تھا ۔ وہ اپنے سیوکوں کے پاس موضع کالووالی متصل قلعہ میہاں سنگھ آگیا ۔ سیوکوں سے دریافت کیا کہ قلعہ میہاں سنگھ یہاں سے کتنے فاصلہ پر ہے انہوں نے کہا ۔ تین کوس ۔ باوا صاحب کہنے لگے ۔ میں مولوی صاحب کو ملنا چاہتا ہوں ۔ سنا جاتا ہے وہ بڑے عالم اور صوفی بزرگ ہیں ۔ میرے بھی مذہب اسلام کے متعلق کچھ سوال ہیں ۔ میں بھی دیکھوں کہ وہ کتنا علم رکھتے ہیں ہرچند لوگوں نے کہا کہ باوا صاحب قبل ازیں کئی پنڈت مولوی صاحب کے امتحان کو گئے ۔ آخر وہ مسلمان ہو گئے ۔ آپ وہاں نہ جائیں ۔ اور نہ ہی امتحان لینے کی کوشش کریں ۔ لیکن باوا صاحب نہ مانے اور قلعہ میہاں سنگھ میں پہنچ گئے ۔ مولوی صاحب بالاخانہ پر تشریف فرما تھے باوا صاحب نے بیٹھتے ہی سوال کیا ۔ حضرت یہ بتایا جاوے کہ اسلام کیا چیز ہے ۔ آپ نے فرمایا

اول کلمہ پڑھنا۔ آپ نے کلمہ پڑھکر سنایا۔ باوا کاہنداس صاحب خود بخود کلمہ پڑھنے لگ گئے۔ مؤلف سوانح عمری نے یہ واقعہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بعد اسکے باوا صاحب دو سال قلعہ میہاں سنگھ میں رہے۔ مولوی رومی صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(۶۵)

لاہور کا ذکر ہے۔ کہ آپ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر وضو کی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک عورت واہگورو واہگورو کرتی پاس سے گذری۔ آپ نے فرمایا۔ وحدہٗ وحدہٗ۔ اس عورت کی زبان پر وحدہٗ جاری ہو گیا۔ گھر والوں نے بہتیرا مارا پیٹا۔ مگر باز نہ آئی۔ آخر وہ مسلمان ہو گئی۔

(۶۶)

ایک روز آپ لاہور میں وعظ فرما رہے تھے۔ دو گورے۔ کچھ سکھ اور کچھ ہندو بھی آپ کے وعظ میں موجود تھے۔ آپ سورہ مریم کا وعظ فرما رہے تھے۔ قصہ ہرقل اور سفارت قریشاں بیان کیا۔ ہرقل کا حضرت جعفرؓ سے کلمہ اجازت کا سہ بار تکرار کرانا۔ ذکر کر کے بزور کلمہ شہادت پڑھا وعظ کے سننے والے خورد و کلاں۔ ہندو مسلمان گورے سکھ سب میں تھلکہ مچ گیا۔ اسطرح تڑپے جیسا مرغ نیم بسمل تڑپتا ہے۔ اس وعظ میں جس قدر غیر مذہب والے شامل تھے سب مسلمان ہو گئے۔

(۶۷)

ایک بار آپ ساہووالہ کی طرف جا رہے تھے۔ رستہ میں ایک

شاہوکار گھوڑی پر سوار سامنے آگیا۔ آپ کی حالت اسوقت دگرگوں تھی۔ گھوڑی کی باگ ہاتھ سے گر گئی ساہوکار نے کہا میاں گھوڑی والے باگ سنبھالو۔ آپ نے جواب دیا میں سنبھالنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن نفس بڑا سرکش ہے مانتا نہیں ساہوکار نے کہا کیا کہتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ لا الٰہ الا اللہ کے معنے کما حقہ نہیں مانتا۔ آپ کا کلمہ پڑھنا تھا کہ ساہوکار بے ہوش ہوکر نیچے آگرے آپ بھی نیچے اتر آئے۔ جب ہوش میں آیا تو مسلمان ہوگیا آپ نے اسکا نام عبداللہ رکھا۔

(۶۷)

شیخ اللہ دتا المعروف اللہ الصمد سکنہ موضع درگاہی والہ بیہ وڈالہ سندھواں میں سردار دیال سنگھ مجسٹریٹ کا ملازم تھا بڑا رشوت خور اور بدچلن خائن اور بددیانت تھا۔ یہ مفلس ہوگیا اور قرضدار بھی تھا۔ آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا عصر کی جماعت کرانے کیلئے کھڑے ہوئے۔ شیخ اللہ دتا ابھی باہر ہی تھا۔ آپ نے فرمایا ذرا ٹھیر جاؤ۔ ایک اور مقتدی بنالیں اتنے میں شیخ اللہ دتا مسجد میں داخل ہوا۔ بعد اسلام مسنون کے مصافحہ کرکے وضو کیا اور جماعت میں شامل ہوگیا۔ بعد نماز آپ نے آنے کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا ارادہ بیعت ہونیکا ہے۔ لیکن ایک آزمائش ہے۔ آپ نے فرمایا میں امتحان کے قابل نہیں گنہگار ہوں۔ تم جو بات کہنی چاہتے ہو کہو۔ اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا تو ہو جاویگی اس نے کہا میں ایک عورت پر فریفتہ ہوں۔ کسی صورت وہ میری مطیع ہو جاوے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے حکم سے فرمانبردار ہو جاویگی۔ اور تیرے پاس آجاویگی مگر یہ یاد رکھو اگر

تم نے زناہ کیا تو مجذوم ہو جائیگا - اللہ دتا واپس درگاہی والہ چلا گیا۔ وہ عورت بھی خود بخود اسکے پاس آگئی - اللہ دتا کہتا تھا - خدا کا ڈر تھا یا نہیں - لیکن اسوقت ایسا معلوم ہوا کہ مولوی صاحب بھی میرے پاس ہیں - میں بعد یقین پھر آپ کی خدمت میں بیعت ہونیکے ارادہ سے آیا - عصر کا وقت تھا - آپ نے اپنے مقتدیوں کو فرمایا - ذرا ٹھیر جاؤ - شیخ اللہ دتا بھی آتا ہے اسکو بھی ساتھ ملالو - یہاں تک میں بھی آگیا - سلام کے بعد مصافحہ کیا آپ نے مجھے فرمایا کہ ایسی جگہ سے بچنے کو اسلام کہتے ہیں - بعد نماز میں بیعت ہوا اور اپنی حالت فقر فاقہ والی بیان کی آپ نے مجھے کچھ پڑھنے کے لئے بتایا - اور فرمایا کہ اپنے مصلی کے نیچے سے دو روپیہ ہر روز نکال لیا کرو - لیکن یہ سر الہٰی ہے کسی پر ظاہر نہ کرنا - چند روز مجھے وہ نقد مصلے کے نیچے سے ملتا رہا - آسودگی دیکھ کر میری عورت فراخی اور آسودگی کا سبب دریافت کرنے کے درپے ہوگئی - بہت دفعہ اس نے مجھ سے دریافت کیا میں ذکر کر بیٹھا - میرا ذکر کرنا ہی تھا - وہ آمدنی بند ہوگئی - جمعہ کے روز میں پھر حاضر ہوا - آپ نے فرمایا واہ بھائی اللہ دتا ایک تھوڑی سی چیز بھی ہضم نہ ہو سکی - آپ نے پھر اللہ الصمد پڑھنے کے لئے فرمایا - اس نے اسقدر اللہ الصمد پڑھا کہ تسبیح گھس گئی - اور اسکا نام ہی اللہ الصمد مشہور ہوگیا۔

(۶۸)

یہی شیخ اللہ دتا بیان کرتا تھا کہ ایک دفعہ مجھے کچھ روپیہ کی ضرورت تھی - میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التجا کی کہ دعا فرماویں تاکہ میری حاجت پوری ہو جاوے - آپ نے فرمایا تم بھی دعا کرو اور میں بھی کرتا ہوں - دعا کرانیکے بعد رخصت ہوا رستہ میں

Marfat.com

مجھے پاخانہ کی حاجت ہوئی۔ مجھے اینٹ کی ضرورت تھی۔ اینٹ تو کوئی نہ ملی۔ ایک سیاہ ٹاکی زمین میں دفن کی ہوئی دیکھی۔ میں نے جو اسکو نکالا تو اس میں اتنے روپیہ تھے۔ جسقدر مجھے ضرورت تھی۔

شیخ اللہ دتا کا بیان تھا کہ میں بڑا سیاح ہوں لیکن میں نے آجتک مولوی صاحب جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ جو کچھ آپ نے کسی کو کہا اور جو کوئی آپ کے پاس آیا خالی نہ گیا۔ . . . . آپ کا کام۔ آپ کا لباس آپ کا چلنا پھرنا سب مطابق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم تھا ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

(۶۹)

بڈھا کشمیری ساکن قلعہ میہاں سنگھ بیان کرتا تھا۔ کہ ایک دن میں آپ کے پاس تنگئ روزگار کی شکایت کرکے دعا کا ملتجی ہوا۔ آپ نے فرمایا میاں بڈھا بعد نماز صبح سورہ یٰسین ایک دفعہ پڑھ لیا کرو۔ انشاء اللہ العزیز ایک روپیہ روزانہ تمہیں کسی نہ کسی صورت مل جایا کریگا۔ کچھ مدت میں اسیطرح کرتا رہا۔ خواہ کچھ بھی ہوتا ایک روپیہ روزانہ مجھے مل جاتا۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ دو دفعہ پڑھکر دیکھوں کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ میں نے دو دفعہ پڑھنی شروع کردی اور مجھے دو روپیہ روزانہ آمدن ہونی شروع ہو گئی۔ آہستہ آہستہ بالترتیب میں نے روزانہ پانچ دفعہ سورہ یٰسین پڑھنی شروع کردی۔ اور مجھے پانچ روپے روزانہ آمدن شروع ہو گئی۔ ابھی ایک دو یوم ہی پانچ دفعہ سورہ یٰسین پڑھی تھی کہ مولوی صاحب نے مجھے بلا کر فرمایا۔ میاں بڈھا تم بہت لالچی ہو گیا ہے۔ جسقدر تمہیں کہا گیا تھا۔ اس پر تم شاکر نہیں رہے۔ اب آیندہ سورہ یٰسین

اس مطلب کے لئے نہ پڑھا کریں۔ اس دن کے بعد میں نے سورہ یٰسین بیس دفعہ بھی پڑھی۔ لیکن آمدن ایک روپیہ بھی نہ ہوئی۔

(۷۰)

عبد العزیز پسر نبی بخش درزی ساکن قلعہ میہاں سنگھ نے بیان کیا کہ بچپن میں میرے پاؤں پر لوہاروں کی آئرن گری اور میرا پاؤں سخت زخمی ہوا۔ درد سے بیتاب ہو رہا تھا۔ میری والدہ مجھے اٹھا کر مولوی صاحب کی خدمت میں لے گئی۔ آپ نے میرے پاؤں پر لب لگائی فوراً آرام ہو گیا۔

(۷۱)

ایک دفعہ آپ ضلع گجرات میں سفر فرما رہے تھے۔ کہ ایک سکھ نے پوچھا موضع ڈنگہ کا راستہ کونسا ہے آپ نے فرمایا بھائی مجھے ڈنگوں کا راستہ یاد نہیں البتہ سیدھوں کا یاد ہے۔ اس نے کہا سیدھوں کا ہی بتا دو۔ آپ نے فرمایا سیدھوں کا راستہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ آپ کا زبان سے کلمہ نکالنا تھا کہ اسکی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا۔ اور وہ مسلمان ہو گیا۔

(۷۲)

وزیر احمد جام جاکے چیمہ۔ ضلع سیالکوٹ کی شادی موضع بوپڑہ کلاں میں ہوئی تھی۔ بہت بد شکل تھا۔ اور اسکی منکوحہ بہت خوبصورت تھی۔ خدا کی مرضی اسکی عورت اسکی شکل دیکھ کر اسقدر متنفر ہوئی کہ پھر وہ آنیکا نام نہ لیتی تھی۔ بہت دفعہ سسرال گیا۔ لیکن ناکام واپس آیا۔ جاکے چیمہ میں ہمارے رشتہ دار حکیم شہاب الدین صاحب تھے ان کو سفارش کے طور پر ہمراہ لیکر قلعہ میں آگیا۔ مولوی صاحب کی خدمت میں تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نے اسکو ایک تعویذ

لکھ کر دیا۔ اور کہا کہ جاؤ۔ اور اپنے سُسر اور ساس کو سلام کر آؤ
لیکن خبردار وہاں رات نہ رہنا رات کو یہاں واپس آجانا۔ وزیز التعویذ
لیکر چلا گیا۔ پہلے تو یہ حالت تھی کہ گھر کے تمام آدمی اسکو مارنے کو تیار
ہوتے تھے۔ لیکن اب یہ حالت ہوئی کہ سب نے خوب آؤ بھگت کی
اور رات رہنے کو بہت اصرار کیا۔ مگر وہ مولوی صاحب کے حکم
کے مطابق واپس قلعہ چلا آیا۔ عصر کے قریب لڑکی کے والدین لڑکی کو
قلعہ میں لے آئے۔ اس دن کے بعد وہ تمام عمر میکے نہ آئی۔

(۷۳)

ہدایت اللہ پنجابی کا مشہور شاعر سکنہ لاہور نے بیان کیا۔ کہ
میں ابھی بچہ ہی تھا۔ کہ ایک مرتبہ مولوی صاحب مسجد چینیاں والی
میں تشریف لائے۔ میرے والد نمازی تھے۔ مگر بدعتی اور مشرک
تھے۔ وہ مولوی صاحب کی زیارت کو گئے۔ میں اپنے والد کے ہمراہ
تھا۔ میرے گلے میں دوہاوے (پنجاب میں اکثر عورتوں کا خیال ہے
کہ جس شخص کے بچے مرجاتے ہوں۔ اگر سات سال تک ہر سال
چاندی کی ایک ہنسلی بنوا کر لڑکے کے گلے میں ڈالتا رہے۔ اور سات
سال کے بعد ساتوں ہنسلیاں خیرات کردے۔ تو اولاد نہیں مرتی وہ ہنسلیاں
دوہاوے کہلاتے ہیں) پڑے ہوئے تھے مولوی صاحب نے دیکھ کر میرے
والد سے نہایت حلیمی سے پوچھا۔ کہ میاں اس لڑکے کے گلے میں
کیا ڈالا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ حضرت میری اولاد نہیں بچتی
اسلئے یہ دوہاوے ڈالے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ زندگی
اور موت اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ان دوہاووں میں کیا پڑا
ہے۔ انہیں اتار دو۔ چنانچہ میرے والد نے وہیں اتار دئے۔ میں
گھر آیا۔ میری دادی اور والدہ بہت چیخیں چلائیں۔ کہ یہ کیا ظلم کیا۔

لیکن میرے والد نے ایک نہ مانی - مولوی صاحب کے چلے جانے کے بعد میں بیمار ہو گیا - اور ۶ ماہ تک بیمار رہا - ایک ہاتھ سوکھ گیا چنانچہ چھ ماہ کے بعد مولوی صاحب لاہور پھر تشریف فرما ہوئے اور میرا والد مجھے لیکر ان کی خدمت میں حاضر ہوا - اور عرض کی - کہ یا حضرت جس دن سے آپ نے دو دانے اتروائے ہیں - اسی دن سے بچہ بیمار ہے - ایک ہاتھ اسکا بیکار ہو گیا ہے -

چنانچہ مولوی صاحب نے میرے ہاتھ پر اپنی لب مبارک لگائی - اور دم کیا - میں بالکل تندرست ہو گیا - اور اب تک درزیوں کا کام کرتا ہوں - مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا - کہ ایسے کاموں پر عقیدہ رکھنے کیلئے شیطان یہ اذیتیں دیا کرتے ہیں -

---

باب پانزدہم

(۱)

سخاوت - مروت اور حمیت کا بیان

زندہ ہے وہ یہاں جو جیا غیر کیلئے　　وہ مر مٹا یہاں جو جیا آپ کے لئے

ہمارا اہتمام گذشتہ علوم عربیہ - فارسی اور ریاضی سے واقف ہے - لیکن رواجی علم سے ناواقف - ہمارے بزرگوں نے ان علوم سے دین دنیا کا حظ وافر اٹھایا - اسلئے خورد و کلاں انہیں علوم کے محسنہ اور پڑھنے کے مشتاق رہے - جو بزرگان دین - دین کے حامی

ہمارے خیال میں بچے ہوئے تھے۔ جب ان کی مجلس میں جاکر محظوظ ہوئے تو انہوں نے لڑکپن میں ہی ہمارے دلوں میں یہ جما دیا۔ کہ انگریزی وغیرہ علوم جو دنیا میں کارآمد ہیں۔ انکا پڑھنا تشبہ بالقوم ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ من تشبہ بقوم فھو منھم۔ جو یہ علوم پڑھیگا۔ وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ ہمارے بڑے صاحب دماغ روکاہ اور صلحائے فوت ہو چکے تھے کون اس حدیث کے مغز کو پہنچتا دخول جہنم سے ہم کو ایسا ڈرایا کہ انگریزی کا نام سنتے ہی ہم کوسوں بھاگتے۔ اور پڑھنے والے کے لئے ہم کفر کا فتوے دیدیتے۔ جب فارسی اور عربی علوم سے فارغ ہوکر حدیث اور قرآن پڑھا۔ اور اسکا نور دل پر چمکا تو اس کی برکت سے تمام شبہات دل سے اٹھ گئے۔ علم حاصل کرنیکا وقت کھو چکے تھے ..... بجز افسوس اور صبر کوئی چارہ نہ تھا۔ گئے وقت کا افسوس انشاءاللہ اولاد پر نکالیں گے۔ اور ان کو علوم رواجی سے واقفیت دلانے کی حتی المقدور کوشش کرینگے۔

رواجی علوم کے نہ پڑھنے سے ہمارا کنبہ مالی حیثیت میں کم رہا یہ خاندان مایہ دین و دنیا اسی فن کو (علوم دینیہ) سمجھتا تھا۔ اور اب بھی ہم اسی پر فخر و ناز کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالے کی تقسیم پر دل و جان سے راضی ہیں۔ ہمارے لئے دوست علم اور جاہلوں کے لئے مال علم ایک بے زوال دولت ہے۔ نہ اسکو فنا ہے۔ نہ چور اور دشمن کا ڈر۔

اب اصل مطلب کی طرف آتا ہوں۔ آپ (والد صاحب مرحوم مولوی غلام رسولؒ) اپنے کنبہ کی دستگیری اور تعلیم دینے میں زیادہ سرگرمی رکھتے۔ برادرزادے۔ اپنے بھائیوں کے پوتے

اور نزدیکی رشتہ دار بھی آپ کے پاس رہے۔ کنبہ والوں کی پڑھائی اور شادی وغیرہ کا خرچ آپ کے ذمہ ہی تھا۔ یہاں تک کہ اگر کسی کا کپڑا پھٹتا یا جوتی ٹوٹتی تو بھی آپ کو ہی کہتے۔ یہ تو گھر والوں کا حال تھا۔ طالب علموں کا حال قبل ازیں لکھا جاچکا ہے۔ آپ کسی رشتہ دار کو تکلیف میں دیکھتے تو آپ بے چین ہو جاتے تھے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ حسب حال فرماتے ہیں۔

بنی آدم اعضائے یکدیگرند — کہ در آفرینش زیک جوہرند

چو عضو بدرد آورد روزگار — دگر عضو ہا را نماند قرار

مہانداری اتنی تھی کہ جناب والدہ ماجدہ صاحبہ نے بڑے عجز اور الحاح سے عرض کی کہ مجھ سے اتنا پیسکر پکایا نہیں جاتا۔ آپ کوئی دانہ پانیکا بندوبست کردیں تو پھر پکانے کے لئے فرصت ملسکتی ہے۔ آپ نے خراس لگوایا گھر میں چکی بھی بدستور چلتی تھی خراس کے لئے آپ نے دو بیل خرید کئے۔ تا زندگی مسافر اسیطرح آتے جاتے رہے۔ میں اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہوں۔ کوئی روز ایسا نہ جاتا جس میں کم از کم پندرہ بیس مہمان نہ ہوتے ہوں ویسے تو مہمانوں کی تعداد ۰ ۵ تک بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ پہنچ جاتی تھی۔ آپ مجھے مسافروں کی روٹی لیجانیکے لئے زیادہ مستعد کرتے۔ کسی سائل کو اگر کچھ نقد دینا ہوتا تو بھی میرے ہی ہاتھ سے دلاتے۔ تہجد کیواسطے بھی سحری کیوقت اٹھا کر مجھے ساتھ مسجد میں لیجاتے۔ جماعت میں ملنے کیواسطے بہت ہی گوشمالی کرتے میری عمر اسوقت محض ۹ سال کی تھی۔ ایکدن والدہ صاحبہ نے کہا کہ ابھی یہ نابالغ ہے شرع نے اسکو مکلف نہیں کیا۔ جب یہ حدود شرع کا پابند نہیں تو اسکو تہجد کیلئے جگانا اور مہمانوں کی خدمت کیلئے تنگ کرنیکی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے

سچ کہا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ میں اسکو اس نیت سے تکلیف دیتا ہوں۔ کہ اسکو نیک کاموں کی عادت ہو جائے۔ دوسرا مجھے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ عنقریب یہ کسی دن یتیم ہو جاینگے۔ جو کچھ میں اس سے اب کراتا ہوں۔ یہ اسکو یاد رہیگا۔ اور بڑا ہو کر ان عادات کا یہ خوگر ہو جایگا۔ اسکے دل میں تخم حمیت اور مروت بو رہا ہوں۔ انشاء اللہ کسی روز یہ تخم پھل پھول جائیگا۔ میرا خدا میری اس محنت کو ضائع نہ کریگا۔ نابالغوں کا سینہ مثل آئینہ ہوتا ہے۔ جس طرف ان کو لگایا جائے وہ رستہ ان کے سینوں میں نقش ہو جاتا ہے۔

آپ کا کلام پُر تاثیر آپ کے افعال ہمدردانہ۔ آپ کے ہر فعل اور قول سے اسلامی تابعداری ٹپکتی تھی ہر مومن کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ آپ کا کلام جسقدر فصیح ہوتا تھا۔ اسی قدر پر درد اور پر تاثیر ہوتا تھا۔ آپ اسلام کے سچّے تابعدار تھے۔ ہر ایک مومن کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ آپ ہر فعل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کے افعال مد نظر رکھتے۔ دین کے معاملہ میں آپ ہرگز نفسانیت کو کام میں نہ لاتے تھے۔ فرائض دین کی انجام دہی میں بعض وقت سخت بیتاب ہو جاتے تھے۔ آپ کی اصلاح عام تھی۔ امیری اور غریبی کی کوئی قید نہ تھی۔ یہ عموماً دیکھا گیا ہے۔ کہ انسانی ارذل گروہ میں بھی جنکی طبائع میں صلاحیت کا بیج ان شنیع افعال سے ضائع ہو گیا ہوتا تھا۔ آپ کا پر تاثیر کلام بھی وقتاً فوقتاً اپنا جلوہ دکھا دیتا تھا۔ اور ایسے گمراہ لوگوں کی لوحِ دل پر مدت کا چڑھا ہوا زنگ ایک آن کی آن میں مٹا کر صیقل کر دیتا تھا۔ ایک دلچسپ واقع مجھے یاد آگیا ہے جو میں یہاں درج کرنا مناسب خیال

کرتا ہوں۔

ایک سائل پوست پینے والا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت میں بکثرت پوست پینے والا ہوں۔ آج میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ خدا کے لئے کچھ عطا فرمادیں۔ آپ نے اسکو ایک روپیہ اپنی جیب سے دیا دوسرے روز وہ پھر اسی طرح آیا اور ایک روپیہ لے گیا۔ علی ہذا القیاس متواتر ایک ہفتہ تک آتا رہا۔ اور ایک روپیہ روزانہ لیجاتا رہا۔ حاضرین مجلس آپ کو کہنے کہ آپ ایسے کام کے لئے کیوں کچھ دیتے ہیں ......

پورے ایک ہفتہ کے بعد آپ نے اسکے سامنے پوست کی مذمت بیان کرنی شروع کی۔ پوستی تائب ہوگیا۔ دوسرے روز بیمار ہوگیا ہرچند عام لوگوں اور حکیموں نے پوست پینے کے لئے کہا۔ مگر وہ نہ مانا۔ برابر چھ ماہ بیمار رہا مجھے یاد ہے۔ کہ آپ میرے ہی ہاتھ سے اسکو دودھ اور حلوا کھلاتے تھے۔ چھ ماہ کے بعد اللہ تعالے نے اسکو صحت دی اور وہ واپس چلا گیا۔

ایسی باتیں زیادہ توجہ اور غور کی محتاج ہیں۔ جس شخص کے کلام میں یہ تاثیر ہو اس سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ آپ کا ظاہر باطن یکساں تھا۔ جو کچھ آپ کرتے تھے محض خدا تعالےٰ کی رضامندگی کے لئے کرتے تھے۔ اس سے نہ اپنی ناموری مطلوب تھی۔ نہ حصول زر کا مدعا تھا۔ نہ کسی کی ضد سے کوئی کام کیا جاتا تھا

مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کی خدمت میں آپ نے ہزارہا روپیہ خرچ کیا۔ یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری سنت کے مطابق کیا کرتے تھے۔ آپ کو روزانہ مبلغ پانچ روپیہ مقررہ آمدن کے علاوہ اور بہت آمدن تھی روزانہ آپ بعد نماز ظہر مصلے اٹھاتے

Marfat.com

تو پانچ روپیہ نکال لیتے) مگر باوجود اسقدر آمدن کے آپ مقروض ہی رہے۔ آپ کا خیال ہر وقت اتباع میں رہتا۔ ایثار بہت کرتے۔ حتے کہ اگر کوئی آکر سوال کرتا اور اسوقت آپ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو اپنا جامہ اتار دیتے پاؤں سے جوتا دیتے تک دریغ نہ کرتے مسجد کی خبر گیری بہت کرتے فرمایا کرتے تھے کہ یہ توشۂ آخرت ہے

(۳)

آپکے تقویٰ اور طہارت کا بیان

آپ ہمیشہ باوضو رہتے تھے اور اپنے معتقدین کو فرماتے کہ باوضو رہنا بہتر ہے۔ آپ فرماتے الوضوءُ سلاحُ المومنین وضو مومن کا ہتھیار ہے۔ صاحب وضو پر سحر وغیرہ اثر نہیں کرتا۔ نہ کوئی جن بھوت ایذا دے سکتا ہے۔ انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم میں کیا وصف ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہاری قرآن شریف میں صفت کرتا ہے۔ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین انہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت ہم باوضو رہتے ہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ وضو سے ہر کام میں برکت ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ پاکیزہ رہنا اور پاکیزہ رہنے کا حکم کرنا اسلامی منشا ہے۔ صوفی اور سالک کو زیادہ مقبولیت ستھرائی اور پاکیزگی کیوجہ سے ہوتی ہے مجذوب بھی مقبول ہوتا ہے مگر سالک کا درجہ نہیں رکھتا کیونکہ سالک شرع کا مکلف ہے اور ہر وقت طالب رضا ہے۔ مجذوب کو بجز استغراق اور جذب کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ سالک کل درجات طے کرکے اعلےٰ درجہ حاصل

کرتا ہے۔ لیکن مجذوب جزئیات سے واقف نہیں ہوتا۔ یہ سب فضیلت اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوتی ہے۔ جسکو اتباع نصیب نہیں اسکو یہ درجہ نصیب نہیں۔ فیوض برکات اور درجات کا منبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وضو سے رہنا اور وضو رکھنے کا حکم کرنا سنت ہے۔ اور یہ مقبول عمل ہے۔ وضو پر ہمیشگی کرنیوالا مغفور ۔ ۔ ۔ ہوتا ہے۔ دیکھو تا ہے وضو منظور نہیں۔ ایسا عامل گناہ سے ضرور بچتا ہے۔ آپ چلتے پھرتے نظر نیچے رکھتے۔ آپ کو معلوم نہ ہوتا کہ میرے آگے کون ہے۔ اور دائیں بائیں کون ہے کسی نے خوب کہا ہے

خیر سر افگندہ بر اندر راہ رسم سگانست بہر سو نگاہ

فرماتے نظر نیچی کر کے چلنا قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم ۔ کی تعمیل میں داخل ہے۔ اپنے معتقدین کو نظر کی محافظت کا بہت فرمان سناتے۔ فرماتے نظر اور زبان سے آدمی کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ ان کے ضرر سے شاذ و نادر اور خوش نصیب لوگ بچے رہتے ہیں حضرت نے فرمایا ہے۔ من صمت نجیٰ اور یہ بھی فرمایا ہے جو شخص دو گوشت کے ٹکڑوں کی مجھے ضمانت دیوے میں اسکے لئے بہشت کا ضامن ہوتا ہوں۔ اصحابہ نے پوچھا کہ وہ دو گوشت کے ٹکڑے کونسے ہیں آپ نے فرمایا۔ زبان اور شرمگاہ۔ زبان ایمان کو درانتی کیطرح کاٹتی ہے۔ غرض آپ اپنے معتقدین کو خاموشی کا بہت ہی حکم فرماتے خاموشی سے سینہ منور ہو جاتا ہے۔ نور ایمان ترقی کرتا ہے۔ خدا کے نزدیک درجہ بلند ہوتا ہے۔ آدمیوں میں رعب اور عزت زیادہ ہوتی ہے۔ صفائی قلب جلد ہی حاصل ہوتی ہے۔ صوفی اکثر

کم کلام ہوتا ہے۔ زیادہ بولنا فیض کا دشمن ہے ؎

دل زیر گفتن بمیرد در بدن گرچہ گفتارش بود در عدن

جب کوئی آپکی مالی خدمت کرنی چاہتا تو آپ مال کو بنظر غور دیکھتے۔ آیا جو کچھ یہ مجھے دے رہا ہے حرام ہے یا حلال ہے۔ دواجی علماؤں کی طرح بلا سوچے سمجھے ہڑپ نہ کر جاتے۔ میرا چشم دید واقعہ ہے۔ کہ آپ مجھ کو بوستاں کا سبق پڑھا رہے تھے ایک عورت زیور اور مکلف لباس سے آراستہ دو آدمیوں کو ہمراہ لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی یکصد روپیہ نقد ایک تھان ململ باریک کا اور کچھ مٹھائی سلام کر کے آگے رکھ دی۔ میں اسکی آراستگی اور زیور وغیرہ کیطرف حیرانگی سے دیکھ رہا تھا۔ مگر آفرین ہے ایسے حوصلہ اور چشم الخدی پر کہ آپ نے ایک دفعہ بھی نہ ہی عورت کی طرف بنظر سرسری دیکھا اور نہ ہی اسکے نذرانہ کی طرف خیال فرمایا صرف اتنا پوچھا کہ تو کون ہے۔ اور کہاں سے آئی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں گوجرانوالہ کی کنجری ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں تیرے مال کو حرام سمجھتا ہوں۔ آپ کے حرام کہنے پر کنجری نے وجہ حرام پر اصرار کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے وجہ حرمت بیان کی۔ عورت کی قسمت نے یاوری کی۔ نور ہدایت اسکے سر پر چمکا۔ وہ عورت آپ کا کلام پر تاثیر سنکر بیہوش ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو وہ اس فعل قبیح سے تائب ہوئی۔ اور جو روپیہ وہ لائی تھی کسی قرضدار کی جگہ دیا گیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ ستراہ ضلع سیالکوٹ میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے لوگ آپ کے بڑے محب تھے۔ ستراہ کے نزدیک ایک گاؤں کالی صوبہ ہے۔ جب وہاں کے لوگوں نے آپکی تشریف

آدمی کا سنا۔ تو آپ کی خدمت میں چند معتبر آدمیوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت آپ ہمارے ہاں چلیں۔ آپ نے وعدہ فرمایا۔ کہ انشاء اللہ بوقت رخصت آپ کے گاؤں سے ہوتا جاؤنگا۔ وہاں کے باشندے متواتر چار روز آتے رہے۔ وہاں سے رخصت ہو کر آپ کالی صوبہ کو روانہ ہوئے۔ رستہ میں ایک آدمی نے ذکر کیا کہ حضرت نمبردار اور ذیلدار نے آپ کی خاطر گیارہ مانی منجی (سگداسی) اور تین سو روپیہ نقد جمع کیا ہوا ہے۔ امید ہے کہ اسکے علاوہ اور بھی آپ کی خدمت ہو گی۔ یہ سنتے ہی مولوی صاحب قلعہ کو لوٹ آئے۔ ہمراہیوں نے بہت دفعہ کہا لیکن آپ نہ گئے وہ آدمی خالی واپس کالی صوبہ پہنچے اور مولوی صاحب کی واپسی کا واقعہ ذیلدار اور نمبردار کو سنایا۔ وہ اسی وقت گھوڑیوں پر سوار ہو کر مولوی صاحب کو وڈالہ سندھواں میں آملے۔ اور ہر چند انہوں نے آپ کی منت وخوشامد کی مگر آپ نے وہاں جانا ہرگز قبول نہ کیا۔ یہی جواب دیا کہ مجھ کو معاف کرو پھر کبھی آؤنگا۔ اب میرا جانا محض نفسانی طمع کی خاطر ہے۔ اسیطرح آپ اپنے نفس کو لالچ والی باتوں کے متبع نہ ہونے دیتے جہاں سے وعظ کے بعد کچھ ملنے کا کچھ بھی اشارہ ہوتا۔ آپ وہاں ہرگز نہ جاتے۔ کئی دفعہ ایسے واقعات پیش آئے۔

ایک سال آپ کو بہت تنگی آئی۔ ایسی حالت میں آپ نے فاقہ کشی کو سوال کرنے پر ترجیح دی۔ اور نہ وعظ پر کسی سے کچھ لیا بہت لوگ موسم فصل میں آپکو بلاتے رہے اور لالچ بھی دیتے رہے مگر آپ نے نفس کا کہا نہ مانا۔

مال اور شہوت یہ ہر فرد و بشر پر غالب آتے ہیں الا عباداللہ المخلصین

پاک لوگ بچتے ہیں۔ جنکے حق میں خداوند کریم نے خود فرمایا ہے۔
الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

---

(۳۲)

خُلق اور حلم کا بیان

آپ کا خلق رسولی تھا۔ چنانچہ اگر کوئی چھوٹا بچہ بھی آپ کو دامن سے پکڑ لیتا تو جس جگہ چاہتا لیجاتا اور آپ اسکو یہ نہ پوچھتے کہ کہاں لیجاتا ہے۔ اور کیا کام ہے۔ اگر کوئی آپ سے مسئلہ دریافت کرتا تو خواہ کیسا ہی جھگڑا کرتا ہر گز خفا نہ ہوتے خندہ پیشانی سے جواب دیتے جاتے۔ جب تک سائل کی پوری تسکین نہ ہو جاتی آپ چپ نہ ہوتے۔

ایک دفعہ دو زمیندار آپ کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ مگر جب تک آپ اللہ کی قسم کھا کر نہ بتاوینگے ہم یقین نہ کرینگے۔ آپ نے فرمایا پوچھو۔ انہوں نے کہا۔ کیا آمین اور رفع یدین سنت ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم سنت ہے۔ پھر انہوں نے پوچھا۔ کیا سورۂ فاتحہ خلف امام پڑھنا فرض ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم اس مسئلہ میں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو غیر پر ترجیح دونگا۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ان نمازوں میں جن میں قرأت آہستہ پڑھی جاوے سورۂ فاتحہ پڑھی جاوے اور جہر میں سکوت کیا جاوے۔ زمیندار چلے گئے اور کہتے تھے کہ آئندہ ہم ایسا ہی کیا کرینگے اور کسی کا کہا نہ مانینگے۔

آپ اگر کسی کو خلاف شرع کام کرتے دیکھتے تو آپ کو بہت رنج پہنچتا ۔ بحث سے ہمیشہ متنفر رہتے ۔ اگر کوئی سنت کا انکار کرتا تو آپ اس سے گفتگو کرتے اور قائل کر لیتے آپ کے علم نے پنجاب سے بدعت کی بیخ کنی کر کے توحید کا بیج بو دیا جنہوں نے آپکی مجلس کی وہ آجتک کسی اور مجلس کو پسند نہیں کرتے ۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ جو ایک نماز مولوی صاحب کے پیچھے پڑھ لیتا تھا چالیس دن تک اسکی نماز باجماعت قضا نہ ہوئی تھی ۔ آپ کا کلام اور شیریں گفتگو دل میں جگہ کر لیتی تھی ۔

جو کچھ میں نے ذکر کیا مختصراً کیا ہے ۔ مشتے نمونہ خروارے ہدیہ ناظرین ہے ۔ اگر میں آپ کے خلق اور حلم کا بیان بمع تمثیلات مفصل لکھوں تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے ۔

باب دوازدہم

ارادہ حج بیت اللہ دو سال سے آپ کر رہے تھے ۔ لیکن زیادتی خرچ مہمانوازی اور کنبہ پروری آپ کے ارادہ میں سدِ راہ ہوتے رہے ۔ آپ کو شوق زیارت بیت اللہ اور مسجد نبوی دم نہ لینے دیتا تھا آخر آپ ۱۲۹۸ھ میں عازم بیت اللہ شریف ہوئے ۔ آپ کے شوق کا اندازہ ناظرین مندرجہ ذیل اشعار سے کر سکتے ہیں ۔

چلیں اس دلیں نوں شمسے سارہ یاراں	جتھے کیتا حبیب اللہ ٹکانا ں
چلا اشتر ہواں قربان تیری	تیرے اہاں توں گھولی جان میری

ہوئی مدت جو ردون نین میرے | کلیجے چھیک پاؤں دین میرے
رسول اللہ دے کر کر یاد آثار | الٹیے بار کچھڑ کے شوق دیدار
مدینے میں پہنچا آک دار مینوں | حیاتی ہیں ملا دلدار مینوں
غبار راہس راہ دا سرمہ بناواں | ہوواں صدقے آکر آک جھانت پاواں
سجے پہ ہووان تے ماراں اڈاری | دیکھاں روضہ جے طالع کرن یاری

نظم فارسی در حب عشق رسول اللہ صلعم از ابوالصمد مرحوم

گویم بتو اے صبا بپائے | در وادئ عشق چند گامے
از ملک عجم گذر نمائی | در ناحیۂ عرب در آئی
با دیدۂ زار و دل نگارے | در شہر مدینہ کن گذارے
بیں روضۂ پاک سرور دیں | آں مضجع خاتم النبیین
چوں دیدی بہ تن کشیدہ | در قبر شریف آرمیدہ
گوئی پس صد ہزار صلوات | برکات و تراحم و تحیات
کاے سید سرور دو عالم | اے شافع حشر و فخر آدم
بے تو بلبم رسیدہ جانے | دارد سوزیم سخت داستانے
دل بردی و دلبری نہ کردی | غم دادی و بار غم نخوردی
از یاد کمال یا جمالت | داریم نیاز بے ملالت
از حد شدہ درد انتظارم | بہر راہ تو دیدہ اشکبارم

نظم سوم پنجابی

صدیاں روضے رسول اللہ دے جاکی | میرا احوال دردے سنائیں

کہیں بعد از ہزاراں بار صلواۃ — کروڑیں بار تسلیم و تحیات
جو لے محبوب ربانی نگاہ کر — وچھوڑے سے ہے جان آئی لبان تے
الٰہی عشق سے جل بل گیا جی — کہو اس درد دا دارو کراں کی
خدا جانے جدوں کی جائیاں ہیں — میرے بابل تیرے لڑ لائیاں ہیں
میرا دل چور کیتا درد تے غم — ترحم یا نبی اللہ ترحم
دیہو جلوہ اٹھا برقع یمانی — نہیں تے ہو چکی ہے زندگانی
تعلق شہر سے یکبار چھوڑوں — مدینے کی طرف دیوانہ دوڑوں
جو تاں محبوب دے آثار ویکھاں — اوہ روضہ مطلع الانوار ویکھاں
کراں دن رات میں دل سے دعائیں — خداوندا حبیب اپنا ملائیں
کرو مقبول ایہ فریاد میری — جوانی ہو گئی برباد میری
گناہاں نال میں نامہ سیاہ ہوں — سراسر تقصیر منہ وچ گناہ ہوں
تغافل نال گذری عمر ساری — گیاں سیاں کھڑی رہیاں بچاری
کہیا کر ساں جو جھلکے کات منگسن — اجلدی جنج بوہے آن ڈھوسن
جدوں ڈولی کہاراں آن چائی — اکیلے چھوڑ جاسن بھین بھائی
بیگانا نیاں نال ہے پردیس جانا — نہیں پھر نت اس دیس آنا
غلام ایہ پر گناہ بے ساز و سامان — پھڑا محکم رسول اللہ دا داماں

ایک اور غزل جس سے مولوی صاحب کا رسول اللہ صلعم کے روضہ کی زیارت کا شوق ظاہر ہوتا ہے۔

اے خوشا روئی دلآرائی رسول عربی — وے عجب قامت رعنائی رسول عربی
بخت یاور شدہ و یافتہ سعادت عظمیٰ — ہر کہ شد والہ و شیدائے رسول عربی
ور چہ سود او چہ سود لیست کہ سازیم فدا — نقد جاں در سودائے رسول عربی
نہ بشہر و نہ بصحرا ہست قرار دل من — کاش بینم رخ زیبائے رسول عربی

ل ۵ ـ غلام ۔ تخلص کی طرف اشارہ ہے چونکہ پیدا ہوتے ہی والدین نے میرا نام غلام رسول رکھ دیا۔

طائرِ جانِ من از شوقِ ہمی بال کشائے | تا در روضۂ والا ہمہ رسولِ عربی
از بس بر ویرانی مگر افتد بہ لم | پر تو حسن زیبائے رسولِ عربی
للّٰہ الحمد کہ پۂ وردِ غلام بیدل | یافت از لطف مدادِ اے رسولِ عربی

آپ کا جو شوق زیارت حرمین کے لئے تھا وہ آپ کے ملفوظات سے ناظرین کو ظاہر ہو چکا۔ عاجز کے بیان کرنیکی کوئی ضرورت نہیں مختصر کہدینا کافی ہے۔ کہ آپ کمال شوق سے حرمین کو تیار ہو گئے ایک طالبعلم محمد قاسم سکنہ جادہ اپنی خدمت کیواسطے۔ میری بڑی ہمشیرہ صاحبہ . . . . . اور مولوی محمد عثمان صاحب جو منتگمری جو آپ کے داماد تھے اور چوہدری حاکم سکنہ لدھیوالہ وڑائچ کو ساتھ لیا۔ تایا صاحب حکیم غلام محمد جو آپ کے بڑے بھائی تھے۔ آپ کو رخصت کرنیکو اسطے لاہور تک گئے۔ دونوں بھائیوں کی آپس میں کمال محبت تھی۔ تا زندگی کھانا مل کر کھاتے رہے۔ جب تایا صاحب لاہور تک پہنچ گئے تو مولویصاحب نے فرمایا بھائی صاحب آپ واپس قلعہ کو تشریف لے جائیں۔ کہنے لگے۔ بھائی میرا دل اکیلا واپس جانے کو نہیں چاہتا۔ وہ بھی ساتھ ہو لئے۔ گھر سے محض آپکے پاس لاہور تک کا کرایہ تھا۔ تایا صاحب فرماتے تھے ہم نہیں جانتے کہ ہمکو خرچ کہاں سے ملتا گیا۔ اور کون دیتا تھا۔ مدینہ شریف تک تا دواپسی گھر ہم نے اپنی روٹی پکا کر نہیں کھائی۔ دعوت ہوتی رہی۔ مکہ شریف میں بھی ایسا ہی حال رہا۔ معلم لوگونکو ہم جو کچھ دینے تھے۔ وہ کبھی زبردستی دیئے تھے ورنہ انکار کرتے تھے۔ مکہ شریف میں مولوی صاحب پر ہجوم خلقت پنجاب جیسا رہتا اور درخواستیں وعظ کی آتی رہتیں۔ آپ نے خاص حرم شریف میں عربی زبان میں وعظ فرمایا جیسی پنجاب

Marfat.com

میں لوگوں کو تاثیر ہوتی تھی اور لوگ وعظ میں تڑپتے اور روتے تھے
ویسا ہی حال وہاں بھی تھا۔ بعض عربی لوگ کہتے تھے کہ سبحان اللہ
ہم کو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف آج ہی نازل ہو رہا ہے
جوق در جوق لوگ آپکی زیارت کے لئے آتے۔ اور آتے ہی پوچھتے
کہ پنجابی مولوی غلام رسول صاحب کون ہیں۔ مدت سے ہم ان
کا شہرہ سن رہے تھے۔ الحمد للہ سبحان اللہ ایسے پاک نفس
بھی دنیا میں موجود ہیں۔ میں عربیوں کا شوق زیارت دیکھ کر حیران
ہو رہا تھا۔ پروانہ کی طرح عاشق ہو رہے تھے۔ جتنے دن ہم مکہ شریف
اور مدینہ شریف میں رہے۔ عربی لوگ ہماری دعوت کرتے رہے

تایا صاحب فرماتے تھے کہ حج صحیح معنوں میں مولوی صاحب
کا ہوا۔ جاتے آتے وقت راستہ میں آپ نے کسی سے سوال نہیں
کیا۔ حتٰی کہ پانی تک بھی کسی سے لیکر نہیں پیا۔ ذکر الٰہی میں ہی آپکا
سفر ختم ہوا۔ میں نے کہا کہ ہم اتنے آدمی ہیں اور ہر وقت آپ کی
خدمت کو تیار رہیں۔ اور خدمت کرنیکا ہمارا حق بھی ہے۔ لیکن آپ
ہمیں پانی تک پلانیکی تکلیف بھی نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا۔
خداوند کریم فرماتا ہے۔ فان خیر الزاد التقوٰی واتقون یاولی الالباب۔
اگر ہم آپس میں کبھی کسی بات پہ جھگڑ پڑتے تو فرماتے ولا فسوق ولا
جدال فی الحج۔

جہاز میں چوہدری الہ دین الہیہ بیمار ہو گیا دس روز بیمار رہا۔ آپ
نے اسکی بہت خدمت کی اگر ہم خدمت کرنے کیلئے اٹھتے
تو ہم کو نہ اٹھنے دیتے۔ فرماتے کہ اسکی خدمت کرنا میرا حق ہے۔
جو کچھ بھی حاصل ہوا ہے خدمت سے ہوا ہے۔ حافظ نظام الدین
صاحب کی بھی بہت خدمت کی یہ ان کی دعا کا نتیجہ ہے۔ بھائی صاحب

سیری وہ مثال ہے جیسے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک قطعہ
کسی مقبول کی زبانی لکھا ہے ؎

گلے خوشبوئے در حمام روزے ‌ ‌ رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری ‌ ‌ کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گل ناچیز بودم ‌ ‌ ولیکن مدتے با گل نشستم
کمال ہم نشیں در من اثر کرد ‌ ‌ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

بھائی صاحب دادا صاحب (حافظ نظام الدین صاحب) کی
خدمت نے میرے وجود میں وہ اثر کیا کہ اسکی لذت اور حلاوت
اب تک میرے بدن میں موجود ہے۔ وہ بھی آخر انسان تھے۔ اور
یہ بھی انسان ہے میں نے خدمت سے بہت کچھ حاصل کیا ہے
مجھ پر اسکی محبت کے حقوق ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اسکی خدمت
اپنے ہاتھ سے کروں تاکہ مجھے کوئی دعا دیوے۔ دس دن کے بعد حاکم فوت
ہوگیا۔ وہ آپ پر بڑا خوش تھا۔ مرتے وقت اس نے اپنا تمام
مال و اسباب مولوی صاحب کے حوالے کیا کہ حضرت آپ کو
اجازت ہے جسطرح آپ چاہیں خرچ کریں یہ سب آپ کا مال ہے
لیکن مولویصاحب نے واپس پہنچکر حاکم کا تمام مال و اسباب
اسکے وارثوں کو دیدیا۔

جب آپ عازم بیت اللہ شریف ہونے لگے تو آپ نے ہمارے
لئے وصیت لکھی جو بعینہٖ ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے۔

وصیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الذی لا

نحو بعده وعلی آله وصحبه وسائر من بذل فی مرضیات الله جهده ۔

اما بعد ۔ امروز دوشنبه ۵ شوال ۱۲۸۶ھ هجری مقدسه نبویه علی صاحبها الصلوٰة والتحیة فقیر عبدالله المعروف بغلام رسول بن جناب فضیلت دستگاه رحیم بخش بن حافظ نظام الدین خادم بن حافظ فاضل کامل بهاء الدین بن جامع کمالات حافظ محمد اکرم بن حافظ فاضل عصمت الله بن مصدر کمالات زبده اهل الله کامل التحریر جناب عبدالله بن سکندر بن نور محمد بن پیر محمد بمحض فضل الهی عازم زیارت حرمین شریفین زادهما الله شرفاً گردید ۔ لهذا به فرزندی عبدالقادر که امروز ۹ ساله است بعد تلاوت قرآن شریف وتحصیل صرف تا زرادی بوستان وگلستان میخواند ۔ ونورچشمی محمد عبدالعزیز که سه ونیم ساله است وصیت میکنم که از همه امور علم دینی از تفسیر وحدیث وفقه وسیر وتصوف مقدم دارند ۔ وملاک الامر واساس الایمان یقین کنند وبهمگی همت با ومتوجه شوند خصوصاً صحبت محدثین لازم شمارند ۔ که اهل حدیث اهل الله ولبعد فراغ از علم دینیه دست بیعت بشیخ کامل مکمل دهند ۔ ودرین زمان مثل عبدالله غزنوی درقیاس ما احدے نیست صحبتش اکسیر است ۔ وبحقیقت آنحضرت کامل مکمل پیر است وعبدالقادر ترجمه قرآن از ایشان شروع کنند ۔ و بسم الله عبدالعزیز از ایشان شروع کند ۔ که درعقیده فقیر مثل جنید وشبلی حضرت بایزید است ۔ لا یدرک الواصف المطری خصائصه ۔ وان یک سابقاً فی کل ما وصفا ۔ همین بس گرچه بس بکلمه قبا نشیم ۔ که درسلک خریدارانش باشیم ودمے با او که بحلی این دز نادقه وکسیکه سرمو مخالف شریعت محمدیه باشد مجلس نکنند ۔

دباولیاء اللہ وکمال صوفیہ حسن عقیدہ ثابت نمایند - امام شعرانی فرمودہ ایاک ولحوم الاولیاء فانہا مسمومۃ وشطحیات آن حضرات برظاہرہا مکن بر محمل نیک فرود آرند - واوقات خود را اولاً بادائے صلوٰۃ در اوقات مستحبہ واقامت ارکان وواجبات وسنن ومستحبات بتقید جماعت وخشوع تمام معمور کنند وایمان خود را درست کنند وثانیاً بتلاوت قرآن ودرود شریف واذکار نور علیٰ نور نمایند - وبس

گر بماندیم زندہ بردوزیم　　دامنے کز فراق چاک شدہ
ور بمردیم عذر ما بپذیر　　اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

العرض آپ مکہ معظمہ پہنچ گئے اور وہاں آپ نے ذیل کی غزل کعبہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر کہی -

سنہ ۱۲۸۹ھ

زراہ دور بہ بیت الحرام مے آیم　　بصد نیاز و بصد احترام مے آیم
گذشت عمرِ جوانی بحظ نفسانی　　سفید ریش بباب السلام مے آیم
برائے عفو جرائم بہ توبہ مستغفر　　بصد ندامت تا این مقام مے آیم
کریم تا و گذر کن کہ ناسزا کردم　　طفیل حضرت خیر الانام مے آیم
بحضرتِ تو باستارِ کعبہ دست زدہ　　باستغاثہ و طلب مرام مے آیم
زلالِ رحمت خود دہ کہ تا شوم سیراب　　بسا کہ تشنہ لب و تلخ کام مے آیم
وقوف موقف عرفات را نیم لائق　　چو خواندۂ تو برحمت بکام مے آیم
گر بختم زجر اثم بسعی در میلین　　پس از طواف بسوئے مقام مے آیم
برائے رمی شیاطین رسیدہ بر جمرہ　　پئے طواف بمسجد حرام مے آیم
نخود حلق ز اخلاقِ بد بفضل خدا　　بطلبِ رحمت رحمان بدام مے آیم
بگو کہ کیش منی در منا شود قربان　　امیدوار عنایت غلام مے آیم

بمدینه منوره و مشهد طیبه گفته شد سنه ۱۲۸۹ھ

شکر خدا که وقت سعید است و بختیار — غنچه مراد ز قلب شگفت از دم بهار
دیدم بچشم عشق مدینه منوره — اینم سزد که گوهر جان را کنم نثار
یعنی شب وصال رسید است در حیات — شب قدر یافت آنی بیک سا عتش هزار
ذوقش بسجده گاه ایمان کسی چشید — کذاب مدعی که ازین فیض بر کنار
حمد اکه جوهر و لیست کرد دستیاب من — دروزبان کنم چه عنادل هزار بار
استاده با ادب بحضور محمدی — صلوٰة زاکیات و تحیات بیشمار
یارب صل علی الذی اخترته و اجتبیته — و علی تمامته آله و علی صحابته الکبار
و هو النبی شفیعنا خیر البشر ختم الرسل — هو رحمة للعالمین کالشمس فی وسط النهار
اے سرور دو عالم سلطان مرسلین — بس مجرمم شفاعت خود کن بحق و یار
از جان و دل غلام رسولم مرا چه غم — یک نیم نگاه ترا ام امید وار

ابیات شوقیه مدینه طیبه

بحمد الله هویا فضل الٰهی — فراغت حج بیت الله سے پائی
مدینه کی طرف هوئی تیاری — کیتی حجاج اونٹوں پر سواری
پہلے دن قافله هو جمع سارا — کیتو نے فاطمه وادی اُتارا
مدینه طیبه دی هوا جو آئی — کلیجے عاشقاندے ٹھنڈ پائی
خدا دے فضل کیتی مہربانی — چلے منزل بمنزل کاروانی
هے یاردن بارهوین بفضل الٰهی — خدا لے آس عاشق دی پہچائی
دوهر وضه دور سے نظری جو آیا — خدا اوه نور دا جلوه دکھایا
اتھ پا سے قافله هوئے پیاسے — محبت غیر سے دل صاف سادے
شبا آئی شہر کتیں اوں جو چلیا — هے سے دل وچھڑے دانند کلیاں

میری شادی کی۔ اور اس کے بعد ۲½ سال زندہ رہے۔

باب سیزدہم

حضرت مولوی صاحب مرحوم کا ذکر وفات

آپ سنت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسے عاشق تھے کہ آپ کی وفات میں بھی رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کی داستاں مضمر ہے۔

ہماری مسجد میں ایک حافظ صاحب رہتے تھے۔ مؤذن بھی تھے اور لڑکوں کو قرآن شریف بھی پڑھایا کرتے تھے۔ مولوی صاحب کی عمر کے ۶۳ سال سے ایک دن کم تھا۔ خلاف معمول حافظ صاحب کے حجرے میں تشریف لے گئے فرمانے لگے۔ حافظ صاحب جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے مجھ سے کوئی عمل ایسا نہیں ہوا۔ جو خلاف سنت ہو اور کوئی عمل ایسا نہیں چھوٹا جو مسنون ہو۔ اب آخری سنت باقی رہ گئی ہے اگر اللہ تعالے وہ بھی نصیب کرے تو زہے قسمت یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پورے ۶۳ سال ہوئی ہے۔ اور میری عمر بھی کل ۶۳ سال کی ہو جاوے گی۔ دیکھئے اللہ تعالے کو کیا منظور ہے۔

اتفاق سے دوسرے روز ساہی وال سے دو مہمان تشریف لے آئے۔ قبل از وقت ظہر آپ نے مجھے فرمایا۔ کہ قطب الدین درویش کو ساتھ لیکر گھر سے دالنے اٹھوا لاؤ اور خراس پر لا رکھو تاکہ آٹا پیس جائے۔ ظہر کی آذان ہوئی۔ آپ نے خود جماعت کرائی۔ بعد

نماز آپ ہر دو مہمانوں کو ہمراہ لیکر حجرہ میں تشریف لے گئے۔ بالکل تندرست تھے۔کسی قسم کی بیماری کی شکایت نہ تھی۔مہمانوں کو تلقین کرنی شروع کی۔اوّل مولوی فضل الدین صاحب کو ذکر کلمہ کرایا۔ایک بار کلمہ کی ضرب دی۔دوسری بار دے رہے تھے کہ روح مبارک پرواز کر گیا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد روئے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

جب آپ فوت ہو چکے تو مولوی فضل الدین صاحب نے باہر آکر تایا صاحب کو کہا کہ مولوی صاحب .... کو کچھ ہو گیا ہے۔تایا صاحب طبیب حاذق تھے انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔گردو نواح کے تمام اطباء کہتے رہے کہ آپ کو سکتہ ہو گیا ہے بصلاح اطبا آپ کو رمی لگائی گئی۔تایا صاحب بار بار کہتے رہے کہ آپ فوت ہو گئے ہیں کیونکہ نسلاً بعد نسلاً ہمارے خاندان میں یہی حال چلا آتا ہے۔والد صاحب نے سجدہ میں بحالت تندرستی جان دی تھی۔دادا صاحب نے رکوع میں۔یہی حال مولوی صاحب کا ہونا تھا۔جمعرات کے روز فوت ہوئے اور جمعہ کے دن دفن ہوئے۔جنازہ پر خدا معلوم اسقدر خلقت کہاں سے آگئی۔کوئی شمار نہ رہا۔

آپ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ایک شخص آیا۔مولوی صاحب کی تاریخ وفات اور وقت دریافت کیا۔جب اسکو بتایا گیا۔تو اس نے کہا ٹھیک ہے جس دن آپ فوت ہوئے ہیں۔میں اسدن خانہ کعبہ میں تھا تین شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ایک بول اٹھا۔پنجاب کا سورج غروب ہو گیا۔دوسرا بولا کسطرح تیسرے نے کہا مولوی صاحب غلام رسول

فوت ہو گئے میں نے اسی وقت تاریخ اور وقت لکھوا لیا۔ کہ جب واپس جاؤنگا تو دیکھونگا۔ کہ آیا سچ ہے یا غلط۔

دنیا کی ناپائیداری کا دل بجھا دینے والا خیال عجیب وغریب قوت سے تمام جہان میں پھیل رہا ہے۔ ہر شخص خواہ فاضل ہو خواہ جاہل خود بخود اس عظیم الشان تغیر و تبدل سے جو روزمرہ اسکی انکھوں کے آگے ہوتا رہتا ہے۔ دنیا کی بے ثباتی کا استنباط کر سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے۔ کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں یا آئندہ کرونگا چند روز تک اسکا نام ونشان مٹ جائیگا۔ ہزاراں شہنشاہ گذرے۔ ہزاروں سرکش اس دنیا میں آئے مگر دنیا کی بے ثباتی نے ان کے نام ونشان مٹا دیئے کوئی نہیں جانتا کہ کہاں تھے۔ اور کہاں چلے گئے۔

جس شخص کے دل پر دنیا کی بے ثباتی کا خیال نقش ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے دنیا کی کوئی چیز اس قابل نہیں ہوتی۔ کہ اس سے دل لگایا جاوے۔ یا دنیاوی جاہ وجلال حاصل کرنیکے لئے جدوجہد کی جاوے صرف ایک خیال کی دھن میں مصروف رہتا ہے۔ یعنی اسکو خداوند تعالےٰ کی رضامندی حاصل کرنیکی دن رات لگن لگی رہتی ہے۔ ایسے آدمی کے لئے دنیا جیل خانہ کی مانند ہوتی ہے۔ اور اسکے لئے موت کا پیغام موجب راحت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک یہ وجود خاکی اللہ تعالےٰ اور اس کے درمیان پردہ ہوتا ہے۔ مگر ایسے آدمی دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں۔

جس دل میں محبت الٰہی اور عشق رسول موجزن ہو جائے اسکی نظروں میں دنیا کی بڑی سے بڑی چیز بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ دنیا اس کے پیچھے بھاگتی ہے۔ اور وہ دنیا کے آگے۔ اور یہی اللہ تعالےٰ کے

مقبول بندے کی نشانی ہے۔ کہ دنیا کی طرف سے بالکل بے پرواہ ہو جس میں یہ بات نہیں اور دنیا جمع کرنیکے درپے ہو مال و زر جمع کرنیکی خاطر بارہ مہینے ہی دورہ پر رہے۔ وہ اللہ کا بندہ نہیں۔ بلکہ عبدالدرہم والدنیا ہے۔

ایسے آدمی جو اللہ کے پیارے ہوتے ہیں۔ دنیا میں بھی وہ عزت حاصل کرتے ہیں۔ جو کسی بڑے سے بڑے حاکم کو حاصل نہیں ہوتی۔ اور بعد رحلت بھی ان کا نام نہایت عزت اور احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ایسے آدمیوں کا نام تاقیامت زندہ رہتا ہے۔

موجودہ وقت میں گو مولوی صاحب ہم میں موجود نہیں۔ لیکن ان کا ذکر خیر اسیطرح ہوتا رہتا ہے۔ جیسے کہ ہم میں موجود ہیں جن اشخاص نے ان کا زمانہ پایا ہے۔ ان کا ذکر تو جانے دو۔ لیکن جو ان کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ وہ بھی اسیطرح ذکر کرتے ہیں۔ گویا کہ مولوی صاحب کا زمانہ انہوں نے بھی پایا ہے۔

جو نمایاں کام مولوی صاحب نے کئے وہ معمولی نظروں سے دیکھنے کے قابل نہیں۔ بلکہ گہری اور عمیق تر نگاہوں سے جب تک ان کاموں کو نہ دیکھا جائیگا۔ ان کا اصلی رتبہ اور سچا ارتفاع نہیں کھلے گا۔

ایسے آدمی جنہوں نے اپنی زندگی راہ الٰہی میں وقف کردی ہوئی ہوتی ہے۔ انہی کے متعلق کسی بزرگ نے کہا ہوا ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

خدا پاک خود فرماتا ہے۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے

فرمایا ہے "شہید اکبر وہ ہے جس نے اپنے نفس سے جہاد کیا۔ اور اسی حالت میں مر گیا۔"

مولوی صاحب مرحوم نے اپنی تمام زندگی زہد اور ریاضت میں گذاری اور یاد الٰہی میں ہر وقت مصروف رہے۔ حضرتؐ فرماتے ہیں "قیامت کے روز ذاکروں کے درجات دیکھ کر نبی حسرت بھری نگاہوں سے دیکھیں گے۔

جو شخص حصول رضا الٰہی کی خاطر زندگی بسر کرتا ہے۔ اسکا نام تاقیامت زندہ رہتا ہے۔ مولوی صاحب کو فوت ہوئے تقریباً ۵ سال گذر چکے ہیں۔ لیکن اب تک لوگوں کے دلوں پر وہی عظمت وہی جاہ و جلال باقی ہے۔ اور انشاءاللہ العزیز تاقیامت باقی رہیگا۔

سبحان اللہ مولوی صاحب کا آخری کلام بھی کلمہ ہی ہوا اور دُنیا میں ایسے بزرگ بہت کم ہوتے ہیں۔ جنکا خاتمہ بھی کلمہ پر ہوا ہو۔ اور ان کی زندگی۔ ریاضت زہد اور اتقی کا ایک نمونہ ہو۔ ایسے لوگ قطعی جنتی ہوتے ہیں۔ اور دنیا سے رخصت ہوتے ہی جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

میں نے والد صاحب کے حالات لکھنے میں بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ حتی الوسع یہی کوشش کی گئی ہے کہ صحیح اور درست واقعات درج کیے جاویں۔ الحمد للہ میری یہ کوشش بار آور ہوئی۔ کرامات کے باب میں وہی کرامات درج کی ہیں۔ جنکی صحت میں کسی قسم کا شک نہیں رہا۔ گو میں اس قابل نہیں ہوں۔ کہ ایسے بزرگ کے حالات لکھوں۔ مگر احباب کے اصرار اور اس خیال سے کہ ایسے لوگوں کا ذکر خیر کرنا کفارہ گناہ ہوتا ہے۔ حالات قلمبند کرنے کیلئے قلم اٹھایا۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔ اور ناظرین بھی میرے لئے دعا کریں۔ کہ خداوند کریم

Marfat.com

میرے گناہ بخشے - اور قیامت کے دن اپنے فضل و کرم سے
ایسے لوگوں کا ساتھ نصیب کرے - آمین ثم آمین -
جن حضرات کو مولوی صاحب کے مزید حالات معلوم
ہوں - یعنی وہ حالات جو اس ایڈیشن میں درج نہیں ہوئے
ازراہِ نوازش لکھ کر بھیجدیں - تاکہ دوسرے
ایڈیشن میں درج کئے جاویں -

آپ کی وفات کے بعد جو تاریخیں آپ کے
احباب نے تیار کی ہیں - ان میں سے صرف دو ہدیہ ناظرین ہیں -

تاریخ وفات از مولوی غلام حسین صاحب مرحوم سکنہ ہووالہ ضلع سیالکوٹ

ز آدم تا بایں دم ہر چہ شد اندر جہاں پیدا ۔ بر و نقش علم نیستند در بدور زماں پیدا

ہزاراں نازنیناں مہ جبیناں نازک اندااں ۔ کہ از جور فلک زیشاں بنیم نشاں پیدا

بہر دم تازہ نیرنگی بہر ساعت دگر رنگی ۔ زہر نیاری و آہنگی دگر شور و فغاں پیدا

جناب پاک مولانا کہ از تحریر اوصاف ش ۔ قلم قاصر زباں خاسر تقصر در بیاں پیدا

ملک سیرت ملک صورت عجب نے غلط گفتم ۔ بر و آثار انوار نبی آخر زماں پیدا

بحسن روئے نورانی لعینہ یوسف ثانی ۔ ہماں فر سلیمانی در آں جان جہاں پیدا

نگشتی دیدہ را سیری ز دیدار جمال او ۔ چہ مستقی کہ از دریا نگرد و سیر جاں پیدا

قدش ہر و بباغ دین ز آب فیض پرورده ۔ ز عز و اعتلائے سو سر بر آسماں پیدا

کشادی چونکہ ابواب عدالت بعد التخواه ۔ چناں گوئی کہ باشد اندر جہاں نوشیرواں پیدا

چو اندر محفل از نوک زباں دُرِ سخن سفتی ۔ ز فیض وعظ او تاثیر در سنگیں دلاں پیدا

دل ہر خویش بیگانہ فدائے یک نگاہ او ۔ کمند مہر او در گردن پیر و جواں پیدا

ندیدہ سیم عالم عالم عامل مکمل تا کہ پیدا شد ۔ نظیر او نزادہ مادر دورِ زماں پیدا

بناگہ خاطرش آشفتہ شد زیں مہر بے بنیاد ۔ مصمم گشت عزمش بہر گلگشت جناں پیدا

گذشته از محرم پانزده روزے پس از چندین / بوقت بیعت تلقین شد آں راز و نهاں پیدا
پس از تکرار ذکر کلمه طیب سیوم نوبت / که از قالب برون آمد بهاندم پاک جاں پیدا
بتاریکی خلوتخانه آں قالب تهی از روح / نشسته ماند دو زانو به شکل زندگاں پیدا
زخاموشی حضرت منتظر ماند آں مرید او / ولیکن بعد ساعت شد عجیب شور و فغاں پیدا
زگرمیٔ جسد رنگ رخ چونے سینه پرنور / بمرض سکته در دلهائے مردم شد گماں پیدا
یقیں شد بعد مدت کیں قفس از مرغ جاں خالی ست / بروے اوست آثار و نشان عاشقاں پیدا
پئے توحید اند نیم شب سا به او ازیں هیئی / پس از قبض اشارت کرد چو تیر از کماں پیدا
بآه و ناله و فریاد پُر شد گنبد گردوں / که گویا گشت از نو ماتم شهزادگاں پیدا
بروز جمعه وقت چاشتگاهاں شست و شو کردند / بمشک و عنبر و صندل گلاب بوستاں پیدا
کفن چوں یاسمن گرد بدن از برگ گل نازک / کشاده رخ کشاده رو بصحرا شد رواں پیدا
شد از جن و بشر بهر جنازه آں قدر انبوه / که از تنگی ملک ایستند صف بر آسماں پیدا
بدلها ماند داد و داد خواهاں از قضائے حق / که اندر طرفة العین شد عجب رنگ جهاں پیدا
زسر تا پا همه کس غرق دریائے تالم شد / نمانده آنکه از چشمش نشد سیل رواں پیدا
جهانے بے خود و بیهوش بر روئے زمیں غلطاں / که شد ایں درد بیدرماں بهر کس ناگهاں پیدا
تعالی الله که شمع دیں از باد اجل گل شد / نبود هم نخواهد بود مثلش در جهاں پیدا
۱۲ ۹۱
برائے سال تاریخش دگرگوں جلوه شد در دل / ندیدیم همچو او کس ناصحے عذب البیاں پیدا

تاریخ وفات از فقیر اللہ صاحب مرحوم

زبدهٔ عارفان غلام رسولؐ / قدوهٔ حاجیان غلام رسولؐ
مظهر حق خالق اکبر / بود قطب زمان غلام رسولؐ
مے رسانید او پیام رسولؐ / آں شده نام شاں غلام رسولؐ
رحمت آسوده چوں ازیں عالم / شد وصالش بیان غلام رسولؐ

تمت بالخیر

فتاوے مولوی صاحب مرحوم

معہ ترجمہ اردو

آپ کے وہ فتوے جو آپ نے وقتاً فوقتاً تحریر فرمائے۔ کتابی صورت میں شائع کئے جاوینگے۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل امور پر مدلل فتوے ہونگے:۔

مفقود الخبر۔ یا محمدؐ کن حالتوں میں کہنا جائز ہے۔ وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیأ للہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔ نذر و نیاز۔ آیا انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو علم غیب ہے یا نہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر ناظر ہیں یا نہیں۔ طواف قبور و سجدہ۔ استمداد لغیر اللہ۔ عرس یعنی قبروں پر میلا لگانا جائز ہے یا ناجائز۔ متعہ التحیات میں السلام علیک ایہا النبی کیوں کہا گیا۔ حلالہ قضاء عمری۔ فرضیت جمعہ و ردّ احتیاطی وغیرہ وغیرہ۔

ایک طرف آپ کی اصل عبارت جو فارسی زبان میں ہے۔ اور اس کے سامنے نہایت سلیس اردو زبان میں ترجمہ ہوگا۔ پانچ سو درخواست موصول ہوجانے پر طبع کرایا جاویگا۔ تمام درخواستیں پتہ ذیل پر ارسال فرمادیں:۔ حجم ۲۰۰ صفحات سے زاید طبع ہونیسے پیشتر جو اصحاب آرڈر بھیجیں گے ان سے عمر قیمت لی جاویگی

عبد الوکیل برادران۔ قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ (پنجاب)

تفسیر سورہ فاتحہ

از مولوی صاحب مرحوم

یہ سورہ حضرت صاحب مرحوم کے خاص وظائف میں سے ایک ہے۔ آپ کے مرشد حضرت سید میر صاحب مرحوم سکندہ کوٹھہ شریف نے آپ کو پڑھنے کیلئے فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ نے اس سے بہت ہی روحانی فائدہ اُٹھایا۔ حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ اگر کیمیاگروں کو معلوم ہو۔ کہ سورہ فاتحہ میں کیا کیا خزانے اللہ تعالےٰ نے رکھے ہیں۔ تو بجائے حصول کیمیا کے اس کی طرف تمام کام چھوڑ کر متوجہ ہو جاویں +

اس کی تفسیر مولنا مرحوم نے نہایت عجیب صوفیانہ رنگ میں لکھی ہے۔ جو صرف مطالعہ سے ظاہر ہو سکتی ہے

۵۰۰ درخواست آجانے پر طبع کرائی جاویگی +

حجم اندازاً ۱۰۰ صفحہ ہوگا ہدیہ ۸/

آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کریں

عبدالوکیل برادران قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ